ماہنامہ محدث میں تہذیب و ثقافت سے متعلقہ شائع ہونے والے مضامین کا تحقیقی جائزہ

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ

سیشن: ۲۰۲۰ء- ۲۰۲۲ء

مقالہ نگار

شبیلہ عبد الرزاق

F20-MPHILISM-1012

20-UO-1768

نگران مقالہ

ڈاکٹر عبد الغفار

اسسٹنٹ پروفیسر

یونیورسٹی آف اوکاڑا

www.KitaboSunnat.com

شعبہ علوم اسلامیہ

یونیورسٹی آف اوکاڑا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد **(Upload)** کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ **(Download)** کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ
اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

UNIVERSITY OF OKARA
A Public Sector University Established under Government of the Punjab Act XIII of 2016
Department of Islamic Studies
http://uo.edu.pk/department-of-islamic-studies

Ref No: UO/ISL/2022/ Dated: ___________

TO WHOM IT MAY CONCERN

Miss. Shabila Abdul Razzaq Roll No. F20MPHILISM-1012 Session 2020-2022, has completed her thesis of M.Phil Islamic Studies entitled:

ماہنامہ محدث میں تہذیب وثقافت سے متعلقہ شائع ہونے والے مضامین کا تحقیقی جائزہ

She is allowed to submit the thesis.

Dr. Abdul Ghaffar
(Supervisor)
Assistant Professor,
Department of Islamic Studies
University of Okara, Okara

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقالے کا دفاع اور منظوری کا فارم

شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑا، اوکاڑا میں ماسٹر آف فلاسفی برائے ایم فل علوم اسلامیہ میں ڈگری کی تکمیل کے لیے یونیورسٹی آف اوکاڑا میں: "ماہنامہ محدث میں تہذیب و ثقافت سے متعلقہ شائع ہونے والے مضامین کا تحقیقی جائزہ" کے عنوان سے مقالہ کو قبول کیا گیا ہے۔

مقالہ کا عنوان: "ماہنامہ محدث میں تہذیب و ثقافت سے متعلقہ شائع ہونے والے مضامین کا تحقیقی جائزہ"

مقالہ نگار: شبیلہ عبد الرزاق

رول نمبر: **F20-MPHILISM-1012**

رجسٹریشن نمبر: **20-UO-1768**

مقالہ کمیٹی:

ڈاکٹر عبد الغفار

نگران مقالہ

یونیورسٹی آف اوکاڑا، اوکاڑا

بیرونی ممتحن:

نام: ____________________

عہدہ: ____________________

تاریخ: ____________________

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حلف نامہ

میں مسماۃ "شبیلہ عبدالرزاق" حلفیہ اقرار کرتی ہوں کہ یہ تحقیقی و علمی مقالہ بعنوان:

"ماہنامہ محدث میں تہذیب و ثقافت سے متعلقہ شائع ہونے والے مضامین کا تحقیقی جائزہ"

برائے حصول سند ایم فل علوم اسلامیہ ہے۔ مقالہ ہذا نگران مقالہ کی زیر نگرانی میں لکھا گیا ہے۔ یہ میرا ذاتی تحقیقی کام ہے۔ اس سے پہلے اسے کسی تعلیمی ڈگری کے لیے جمع نہیں کرایا گیا۔

مقالہ نگار

شبیلہ عبدالرزاق

ایم فل علوم اسلامیہ

یونیورسٹی آف اوکاڑا

سیشن: 2020-2022

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تصدیق نامہ

میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ مقالہ بعنوان:

"ماہنامہ محدث میں تہذیب و ثقافت سے متعلقہ شائع ہونے والے مضامین کا تحقیقی جائزہ"

برائے حصول سند ایم فل علوم اسلامیہ میری زیر نگرانی میں مکمل کیا ہے، میں اس کے انداز تحریر، اسلوب تحریر اور معیاری تحقیق سے مطمئن ہوں۔ میں اس مقالہ کو ایم فل کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے پیش کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔

نگران مقالہ

ڈاکٹر عبد الغفار

شعبہ علوم اسلامیہ

یونیورسٹی آف اوکاڑا، اوکاڑا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتساب

میری والدہ محترمہ کے نام انہیں کی آغوشِ شفقت سے یہ مقالہ لکھنے کے قابل ہوئی۔

اللہ انہیں لمبی صحت وایمان والی زندگی عطا کرے۔(آمین)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اظہار تشکر

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۔

الصلوٰۃ والسلام علی الہ واصحابہ اجمعین

میں سب سے پہلے اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتی ہوں کہ جس نے محض اپنے فضل و کرم سے اس ناچیز کو یہ توفیق بخشی کہ میں یہ مقالہ تحریر کر سکوں اور موضوع کا تعین کرنے میں میرا ذاتی کمال کم اور میرے استاذ محترم نگران مقالہ صدر شعبہ جناب ڈاکٹر عبد الغفار حفظہ اللہ کی شفقت اور مہربانی زیادہ ہے۔ جن کی راہنمائی سے میرا یہ تحقیقی کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ جنہوں نے گراں قدر آراء اور قیمتی مشوروں سے نوازا اور گوناں گوں مصروفیات کے باوجود قدم قدم پر اس انداز سے رہنمائی فرمائی کہ میں ان کی توقعات پر پورا اترنے کے قابل ہوئی۔ اس کے علاوہ میں اپنے دیگر شعبہ علوم اسلامیہ کے اساتذہ کرام کا بھی بے حد مشکور ہوں جنہوں نے راہِ تحقیق میں انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا۔

آخر میں، میں دعا گوں ہوں کہ رب العزت میرے اس مقالہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس ناچیز کے لیے ذخیرہ آخرت اور قارئین کے لیے مفید بنائے۔

شبیلہ عبد الرزاق (مقالہ نگار)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ط اَمَّا بَعْدُ

اردو زبان کے لفظ 'تہذیب' کے بالمقابل عربی میں 'ثقافت' اور انگریزی میں "Culture" کے لفظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح 'تمدن' کے لئے عربی میں حَضَارۃ اور انگریزی میں "Civilization" کا لفظ بولا جاتا ہے۔ چونکہ عام بول چال میں 'تہذیب و تمدن' کا محاورہ بکثرت استعمال ہوتا ہے، اس لیے عموماً تہذیب و تمدن کو باہم مترادف سمجھ لیا جاتا ہے۔ 'تمدن' کا تعلق انسانی رہن سہن اور شہری زندگی کی ترقی سے ہوتا ہے جس میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی بھی شامل ہے جب کہ تہذیب و ثقافت میں 'ترقی' کے بجائے معاشرتی رویے ملحوظ ہوتے ہیں خواہ وہ کھیل کود وغیرہ کے ذریعے دکھائے جائیں یا کسی قوم، علاقے کی اجتماعی اخلاقی حالت سے نمایاں ہوں۔ ایسے ہی تہذیب، اخلاق و کردار کے حوالے سے بری بھی ہوتی ہے اور اچھی بھی۔ اگرچہ اس کے لیے اصل معیار وہ افکار و نظریات ہی ہیں جو تہذیب و ثقافت کی تشکیل میں کارفرما ہوتے ہیں جیسے اسلامی تہذیب: حیا، غیرت، صداقت اور شجاعت وغیرہ جذبوں سے تشکیل پاتی ہے اور اس کا طرۂ امتیاز اجتماعی میدانوں میں باہمی مروّت و لحاظ، خاندانی احساسِ ذمہ داری، رشتوں کا پاس بالخصوص عورت و مرد کا امتیاز ہوتا ہے جب کہ مغرب میں حیا، غیرت اور خاندانی تعلق کا احساس مردہ ہو کر مرد و زَن کی صنفی تقسیم بھی مفقود ہو چکی ہے۔

ایسے ہی شراب و جوا اُن کی گھٹی میں پڑا ہے اور تفریح کے نام پر رقص و سرود، مرد و زن کا اختلاط اور فحاشی کی مادر پدر آزادی کا وہاں دور دورہ ہے۔ اسی لیے مغربی ریاستیں Single Parent کی مصیبت اور Old Homes جیسے اداروں کی مشکلات کا شکار ہیں جب کہ اسلام نہ صرف اولاد کی ذمہ داری دونوں ماں باپ پر اور بوڑھے والدین کی ذمہ داری اولاد پر ڈالتا ہے بلکہ اسلامی معاشرہ میں ایک خاندان یا قبیلہ اپنے متعلقہ افراد کی کارگزاری کا یک گونہ پاس دار بھی ہوتا ہے۔ اسی بنا پر 'قتل خطا' کا خون بہا خاندان یا قبیلہ مشترکہ طور پر ادا کرتا ہے جس کی تفصیلات اسلامی تعلیمات کا درخشاں پہلو ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے آغاز سے ہی دینی علوم کی تدریس، تبلیغ اور اشاعت میں دینی جرائد ورسائل کا کردار بہت اہم رہا ہے۔ یہ بات کسی باشعور سے ڈھکی چھپی نہیں لیکن یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اسلام جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لی تھی، اس کے وجود اور انہی رسائل واخبارات کی کاوشوں سے ممکن ہوا۔ آج اگر اسلام چار سو پر پھیلا ہوا ہے تو اس میں ان رسالوں کا خصوصی کردار بھی شامل ہے۔ جو انہوں نے محدود وسائل کے باوجود کیا اور اب بھی کر رہے ہیں۔ اس کردار کی بدولت تاریخ اسلام کی تمام عظیم ہستیاں جن کے شاندار کارناموں پر دنیا کو فخر ہے۔ لگتا ہے انہوں نے اس بہار کا فائدہ اٹھایا ہے۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی لاہور سے شائع ہونے والا ماہنامہ محدث ہے۔ جو اسلام کی اشاعت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ماہنامہ محدث علمی اور دینی معیار کے اعتبار سے ایک صف اول کا جریدہ ہے۔ اس کے مضامین کے تنوع کے ساتھ ساتھ برادری کا رنگ بھی غالب ہے۔ یہ پرانے سائنسی مباحث کے بجائے امت کو درپیش مسائل کے حل کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ وہ عصری تقاضوں کو سمجھنے اور انہیں مشورہ دینے میں بے مثال ہو سکتا ہے۔ اس علمی جریدے نے مختلف ذرائع سے اپنی خصوصی اشاعتوں میں ایک فکری رہنما کا کام کیا ہے۔ یہ رسالہ علمی اور دینی جرائد میں اہمیت کا حامل ہے۔ اور دوسرے جرائد میں ایک منفرد اور امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔

موضوع کی اہمیت

نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ نے ملتِ اسلامیہ کی زندگی کے ہر پہلو کے لئے راہنمائی فراہم کی ہے۔ ان میں سے ایک پہلو ثقافتی اور تہذیبی بھی ہے۔ دنیا کی تمام تہذیبوں اور ثقافتوں کے مقابلے میں اسلام کی تہذیب و ثقافت بالکل منفرد اور امتیازی خصوصیات کی حامل ہے۔ اس کی بنیادی وجہ وہ اُصول وضوابط اور افکار و نظریات ہیں جو نبی اکرم ﷺ نے اپنے اُسوہ حسنہ کے ذریعے اُمتِ مسلمہ کو عطا فرمائے ہیں۔ ثقافت کی تمام ترجہات میں اُسوہ حسنہ سے ہمیں ایسی جامع راہنمائی میسر آتی ہے جس سے بیک وقت نظری، فکری اور عملی گوشوں کا احاطہ ہوتا ہے۔ ایسی جامعیت دنیا کی کسی دوسری تہذیب یا ثقافت میں موجود نہیں ہے۔ مغربی مفکرین اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں اپنے تمام تر تعصبات کے باوجود اسلام کی عظیم الشان تہذیب اور ثقافت کی نفی نہیں کر سکے۔ انہیں برملا اعتراف کرنا پڑا کہ مسلمانوں نے یورپ کو تہذیب کی شائستگی کی دولت ہی سے نہیں نوازا بلکہ شخصیت کی تعمیر و کردار کے لئے بنیادیں فراہم کیں، تاریکی میں ڈوبے ہوئے یورپ کو ثقافت کی روشنی سے ہمکنار کیا، جنگل کے قانون کی جگہ ابن آدم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو شرفِ انسانی کی توقیر و احترام کا شعور عطا کیا اور یوں اس کرہ ارضی پر ان مہذب معاشروں کے قیام کی راہ ہموار کی جو آج بھی تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہیں۔

ماہنامہ محدث میں شائع ہونے والے تہذیب و ثقافت سے متعلقہ مضامین دور حاضر اشد ضروری ہے۔ یہ تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ یقیناً امت مسلمہ کو تہذیب و ثقافت کے متعلق انتہائی معلومات فراہم کرتا ہے۔ میں نے ماہنامہ محدث کی علمی خدمات کا جائزہ لیا ہے اور دیگر دینی رسائل و جرائد میں اس کا امتیاز واضح کیا ہے۔ اس رسالہ میں تہذیب و ثقافت کے مضامین، اس رسالہ کی اہمیت کو چار چاند لگاتے ہیں۔ ان مضامین سے بہتر انداز میں استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ موضوع کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر میں نے یہ موضوع منتخب کیا ہے۔

سابقہ کام کا جائزہ

تہذیب و ثقافت کے متعلق جزوی ابحاث متفرق کتب میں ذکر کی گئی ہیں۔ مگر ایک نظم کے ساتھ اور مرتب انداز میں کام نہیں کیا گیا۔ خصوصاً رسالہ محدث کے پیش نظر تو بلکل بھی کوئی سابقہ تحقیقی کام پس منظر پر ابھی تک نہیں آیا لہذا اس مقالہ میں تمام مواد کو ایک جگہ نظم دینے کی اور بالخصوص رسالہ "محدث" میں وارد تمام تہذیب و ثقافت موضوعات ایک ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اہداف و مقاصد

اس مقالہ میں تحقیق کے اہداف و مقاصد کے درج ذیل امور زیر غور رکھا گیا ہے:

1. دینی رسائل و جرائد میں ماہنامہ محدث کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔
2. اس میں شامل ہونے والے تہذیب و ثقافت کا تجزیاتی و تحقیقی مطالعہ کیا گیا ہے۔
3. اسلامی تہذیب و ثقافت کے اثرات و نتائج کا جائزہ لیا گیا ہے۔
4. مختلف تہذیبوں کا تقابل کا جائزہ بھی کیا گیا ہے۔
5. اسلامی اور مغربی تہذیبی تصادم کو پیش کیا گیا ہے۔

بنیادی سوال

ماہنامہ محدث میں شائع ہونے تہذیب و ثقافت سے متعلقہ مضامین سے اسلامی اقدار کیسے دیگر تہذیبوں سے مختلف اور اہمیت کی حامل ہو سکتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرضیہ تحقیق

- انسانوں کے درمیان خیالات، اقدار، ادارے، تعلقات اور نظام ہائے زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔
- کسی بھی تہذیب کا تعلق کسی خاص خطۂ ارضی یا کسی خاص نسلِ انسانی سے نہیں ہوتا؛ بلکہ وہ تمام دنیا اور دنیا کی تمام نسلوں کو محیط ہوتی ہے
- تمام اگلی وپچھلی تہذیبوں پر برتری وبہتری تہذیبِ اسلامی کے سر ہے۔

اسلوب تحقیق

اس موضوع پر تحقیق کے دوران حسب ذیل اسلوب اختیار کیا گیا ہے:

- موجودہ تحریری مواد اور حاصل شدہ مواد کو منضبط کر کے ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جو ضمنی فصول پر مشتمل ہے۔
- دوران تحقیق بنیادی ماخذ تک رسائی کا انتظام کیا گیا ہے۔
- تحقیق کرتے وقت تجزیاتی و تحقیقی مطالعہ کا اہتمام کیا گیا تاکہ پوری وضاحت ہو سکے۔
- حوالے فٹ نوٹ میں دیئے گئے ہیں۔
- حوالے دیتے وقت پہلے مصنف کا نام، پھر کتاب کا نام بعد ازاں جلد نمبر اگر ہے تو، پھر صفحہ نمبر لکھا گیا ہے۔ حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کتاب کا نام اور باب کے نام کے بعد حدیث کا نمبر درج کیا گیا ہے۔
- متن میں مصنف کا نام آنے کی صورت میں دوبارہ مصنف کا نام درج نہیں لکھا گیا۔
- آیت کا حوالہ دیتے ہوئے سورت کا نام اور آیت کا نمبر درج کیا جائے گا۔ مثلاً الفاتحہ ۲/ ۵
- مقالہ کے آخر میں گفتگو کو سمیٹتے ہوئے خلاصہ بحث تحریر کیا گیا ہے۔
- آخر میں مصادر و مراجع درج کیے گئے ہیں۔

مقام وسہولیات

یہ تحقیقی کام شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف اوکاڑا کے اساتذہ کرام کی زیر نگرانی کیا گیا ہے۔ اس کام کے لیے لائبریریاں، رسائل وجرائد، انٹرنیٹ وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابواب و فصول

عنوان: ماہنامہ محدث میں تہذیب و ثقافت سے متعلقہ شائع ہونے والے مضامین کا تحقیقی جائزہ

✍ باب اول ماہنامہ محدث کا تعارف ہے یہ باب تین فصول پر مشتمل ہے۔

- o فصل اول میں مجلس التحقیق الاسلامی کا قیام اور خدمات بیان کی گئی ہے۔
- o فصل دوم میں ماہنامہ محدث کا آغاز وارتقاء اور مجلس ادارت پر مشتمل ہے۔
- o فصل سوم میں ماہنامہ محدث کے اغراض و مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔

✍ باب دوم ماہنامہ محدث اور تہذیب و ثقافت کے نام سے مخصوص کیا گیا ہے اور یہ باب بھی تین فصول پر مشتمل ہے۔

- o فصل اول میں "تہذیب و ثقافت؛ مفہوم وماہیت" پیش کیا گیا ہے۔
- o فصل دوم میں "سید الانبیاء ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا کی مختلف ثقافتیں" کا بیان ہے۔
- o فصل سوم میں "تہذیب کے تقاضے" بیان کیے گئے ہیں۔

✍ باب سوم میں "ماہنامہ محدث میں شائع شدہ تہذیب و ثقافت کے متعلقہ مضامین" کو تفصیل سے بیان کا گیا ہے۔ اس باب میں تین فصلیں بنائی گئی ہیں۔

- o فصل اول میں "ماہنامہ محدث میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے متعلق شائع شدہ مضامین" کی تفصیلی بحث ہے۔
- o فصل دوم میں "ماہنامہ محدث میں غیر اسلامی تہذیب و ثقافت کے متعلق شائع شدہ مضامین" کو بیان کیا گیا ہے۔
- o فصل سوم میں " ماہنامہ محدث میں " تہذیبی تصادم" کے عنوان سے شائع ہونے والے مضامین" کو بیان کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

۱۔ مقدمہ X

۲۔ باب اول: ماہنامہ محدث کا تعارف 1

۳۔ فصل اول : مجلس التحقیق الاسلامی کا قیام اور خدمات 2

۴۔ مجلس التحقیق الاسلامی کا قیام 3

۵۔ مجلس التحقیق الاسلامی کی خدمات 3

۶۔ خلاصہ بحث 8

۷۔ فصل دوم : ماہنامہ 'محدث' کا آغاز و ارتقاء اور مجلس ادارت 9

۸۔ ماہنامہ 'محدث' کا آغاز وارتقاء 10

۹۔ مجلس ادارت 15

۱۰۔ خلاصہ بحث 18

۱۱۔ فصل سوم : ماہنامہ 'محدث' کے اغراض و مقاصد 20

۱۲۔ ماہنامہ 'محدث' کے اغراض ومقاصد 21

۱۳۔ ۱۔ عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل 22

۱۴۔ ۲۔ علوم قدیم وجدید سے واقفیت اور مذہبی روایات کی پاسداری 24

۱۵۔ خلاصہ بحث 33

۱۶۔ باب دوم: ماہنامہ محدث اور تہذیب وثقافت 34

۱۷۔ فصل اول : تہذیب و ثقافت؛ مفہوم و ماہیت 35

۱۸۔ تہذیب وتمدن کا تعارف 36

۱۹۔ تہذیب وتمدن میں فرق 43

۲۰۔ ثقافت کا تعارف 43

۲۱۔ ثقافت اور تہذیب میں فرق 47

۲۲۔ خلاصہ بحث 50

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۳۔ فصل دوم: سیدا لانبیاء ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا کی مختلف ثقافتیں 51
۲۴۔ اِسلام سے قبل دنیا کی تہذیبی صورتِ حال 52
۲۵۔ تہذیبوں کی شناخت 55
۲۶۔ عالمی منظر نامہ 58
۲۷۔ قبل اَز اِسلام معروف تہذیبیں 61
۲۸۔ خلاصہ بحث 68
۲۹۔ فصل سوم: تہذیب کے تقاضے 69
۳۰۔ تہذیب وثقافتی تبدیلیوں کے اچھے برے اثرات 73
۳۱۔ اسلامی مغربی تہذیب وثقافت میں تضاد وتفاوت 74
۳۲۔ مغربی تہذیب کی خامیاں 75
۳۳۔ خلاصہ بحث 76
۳۴۔ باب سوم: ماہنامہ محدث میں شائع شدہ تہذیب وثقافت کے متعلقہ مضامین 77
۳۵۔ فصل اول: ماہنامہ محدث میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے متعلق شائع شدہ مضامین 78
۳۶۔ اسلامی تہذیب کیا ہے؟ 79
۳۷۔ اسلامی تہذیب کے نمایاں اوصاف 80
۳۸۔(1) عقیدہ توحید 82
۳۹۔ توحید کی اَقسام 89
۴۰۔(2) عقیدہ رِسالت 97
۴۱۔(3) عبادات 107
۴۲۔(4) نماز 109
۴۳۔(5) نمازِ جنازہ 119
۴۴۔(6) عیدین 125
۴۵۔(7) روزہ (رمضان المبارک) 128
۴۶۔(8) زکوٰۃ 129
۴۷۔(9) حج عمرہ 133

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۸۔(10)قربانی 135

۴۹۔(11)جہاد 137

۵۰۔(12)مُحرّم اور عاشوراء 138

۵۱۔(13)اسلام کا قانون وراثت 142

۵۲۔(14)قرآن فہمی 144

۵۳۔(15)رؤیتِ ہلال 146

۵۴۔(16)تعددِ ازواج 147

۵۵۔(17)سلام / مُصافحہ 149

۵۶۔(18)سر ڈھانپنا اور عمامہ پہننا 150

۵۷۔(19)عدل 152

۵۸۔(20)صلہ رحمی 153

۵۹۔خلاصہ بحث 155

۶۰۔ فصل دوم: ماہنامہ محدث میں غیر اسلامی تہذیب و ثقافت کے متعلق شائع شدہ مضامین 156

۶۱۔(1)روشن خیال پاکستان؟ 157

۶۲۔(2)عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم 159

۶۳۔(3) سپیکری درود 164

۶۴۔(4)بہشتی دروازہ 167

۶۵۔(5)صفر المظفر اور نحوست کا مسئلہ 169

۶۶۔(6)شادی بیاہ کے رسوم ورواج 172

۶۷۔(7)ویلنٹائن ڈے 177

۶۸۔(8)بسنت 181

۶۹۔(9)ہیپی نیو ائیر 185

۷۰۔(10)اپریل فول 190

۷۱۔خلاصہ بحث 196

۷۲۔ فصل سوم: : ماہنامہ محدث میں" تہذیبی تصادم" کے عنوان سے شائع ہونے والے مضامین 197

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷۳۔ تہذیبوں کا تصادم؛ ماضی حال اور مستقبل 198
۷۴۔ کیا اسلام اور مغرب میں تہذیبی تصادم ناگزیر ہے؟ 203
۷۵۔ تہذیبی تصادم کے پیچھے اصل عوامل 208
۷۶۔ خلاصہ بحث 213
۷۷۔ خلاصہ تحقیق 214
۷۸۔ نتائج 218
۷۹۔ سفارشات / آراء و تجاویز 219
۸۰۔ فہارس 221
۸۱۔ فہرست آیات 222
۸۲۔ فہرست احادیث 225
۸۳۔ مصادر مراجع 230
۸۴۔ رسائل و جرائد 232
۸۵۔ ENGLISH 233

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اول: ماہنامہ محدث کا تعارف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول: مجلس التحقیق الاسلامی کا قیام اور خدمات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی، جس میں امام ومحدثین کی روایات شامل ہیں، کتاب وسنت کی تعلیم، نشر وعد اشاعت کا ادارہ ہے۔ یہ ملحدانہ نظریات اور سیکولر رجحانات پر قابو پانے اور روشن خیالی اور اخلاقی اقدار کو فروغ دینے کے لیے اسلامی فکر کے پھیلاؤ کے ذریعے اسلامی تہذیب کے معاشرے کی تلاش میں ہے۔ اس طرح صحیح معنوں میں اسلامی ریاست کی تشکیل سے دین فطرت کو عمل میں لایا جائے اور کتاب وسنت کے تمام عمومی دستورات کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی کوششوں پر توجہ دی جائے۔ آپ قانون پر اپنا فائدہ دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ مجلس کی نظر میں عوامی زندگی میں بامقصد اور مفید تعلیم کے لیے تعلیم وجدید علوم کا امتیاز ختم کرنا ہو یا حکومتی سطح پر وضعی قانون اور اسلامی شریعت کی ثنویت دور کرنا، اللہ کی آخری اور مکمل کتاب زندگی 'قرآن کریم' کو آئین بنائے بغیر ممکن نہیں جس کی واحد الہامی تعبیر حدیث پاک ہے۔ اسی فکر و منہاج کا ترجمان مجلس کا آرگن محدث ہے۔

مجلس التحقیق الاسلامی کا قیام

حافظ عبدالرحمن مدنی، حافظ ثناء اللہ مدنی اور مولانا عبدالسلام کالانی جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی کے قریبی دوست اور فارغ التحصیل ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی میں اپنی تحقیق کے دوران، انہوں نے پاکستان واپس آکر الاعتسام بالکتب والسنت کے اصولوں پر وحی کی روشنی میں آزادانہ تحقیق کرنے کے لیے ایک تحقیقی مرکز قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ جب یہ حضرات مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد پاکستان واپس آئے تو انہوں نے اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ۱۹۷۰ء میں غور وفکر اور بحث وتمحیص کے بعد "مجلس التحقیق الاسلامی" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ اس کا مقصد واضح تھا: اسلامی موضوعات پر تحقیق، اور تصنیف و تالیف۔ مجلس کی بنیاد نظریاتی، سائنسی اور فکری طور پر اسلام کی خدمت کے لیے رکھی گئی تھی۔[1]

مجلس التحقیق الاسلامی کی خدمات

مجلس التحقیق الاسلامی نے گزشتہ 44 سالوں میں دین کی ترویج و اشاعت کے لیے جو گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

1۔ ماہنامہ رشد، جلد ۲۱، شمارہ ۱، جامعہ لاہور الاسلامیہ، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۸۹۲-۸۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کی لائبریری (المکتبہ الرحمانیہ)

لائبریری علم اور تحقیقی سرگرمیوں کے لیے ایک ناگزیر ذریعہ ہے۔ اسی ضرورت کی روشنی میں اسلامک ریسرچ کونسل نے اپنے دفتر میں مکتب رحمانیہ کے نام سے ایک بڑی لائبریری قائم کی ہے۔ اس لائبریری کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں دستیاب 80 فیصد سے زیادہ کتابیں عربی زبان میں لکھی گئی ہیں اور تمام کتابیں قرآن و سنت سے متعلق علوم سے ہیں۔ کتاب کی 35,000 سے زیادہ نسخے ہیں۔ سینکڑوں تفسیریں ہیں، تمام عربی میں۔ اس کے علاوہ یہاں اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث اور علم الرجال کے علاوہ فقہاء اربعہ کی تصانیف و تشریحات بھی موجود ہیں۔ اگر ایک شخص کتاب و سنت پر کوئی تحقیقی کام کرنا چاہتا ہے تو اس ایک لائبریری میں تمام مکاتب فکر کی بنیادی کتابیں موجود ہیں مجلس التحقیق الاسلامی کا یہ عظیم کتب خانہ اس حوالہ سے بھی نادر ہے کہ ملک کی معروف یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی، ایم فل اور ایم اے عربی و اسلامیات کے طلباء تحقیق کی غرض سے اس لائبریری کا رخ کرتے ہیں۔ اہم بات یہ کہ ان طلباء کی رہنمائی کے لیے یہاں ریسرچ سکالرز بھی موجود رہتے ہیں۔

اس لائبریری کی اہم خصوصیات میں ایک میگزین اور جرنل سیکشنز ہیں۔ جس میں اس وقت ایک لاکھ سے زائد رسائل و جرائد موجود ہیں۔ یہاں آٹھ سو عنوانات ہیں اور ایسے بہت سے رسالے ہیں۔ جن کی مکمل جلدیں محفوظ ہیں۔ کمپیوٹر کی سہولت کے باعث کم و بیش ۲۰ ہزار کتب مکمل طور پر ڈیجیٹل حالت میں موجود ہیں۔ لائبریری کے شعبہ رسائل و جرائد محنت شاقہ کے نتیجے میں ملک کے ۶۰ اہم رسائل کے اشاریے تیار شدہ حالت میں دستیاب ہیں۔[1]

جامعہ لاہور الاسلامیہ

یہ دین کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا ادارہ ہے۔ جو ۹۱، بابر بلاک گارڈن ٹاؤن لاہور میں واقع ہے۔ یہ مدرسہ رحمانیہ سے ارتقائی مراحل طے کرتا ہوا جامعہ لاہور الاسلامیہ تک پہنچا ہے۔ یہ "مجلس التحقیق الاسلامی" کی تمام تر تعلیمی اور تربیتی مساعی کو لاہور جیسے علم و ادب کے مرکز میں منضبط کرتا ہے۔ یہ دینی مدارس کی جدید تعلیمی تجربات کی روشنی میں مختلف مراحل میں منظم کرنے کی ایک تحریک ہے۔ جامعہ لاہور الاسلامیہ پاکستان میں مروجہ دینی اور

1۔ انٹرویو: ڈاکٹر محمد حسن مدنی، مدیر ماہنامہ 'محدث'، لاہور، شعبہ علوم اسلامیہ شیخ زید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور، ۲۴، اپریل، ۲۰۱۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیاوی نصاب ہائے تعلیم کا امتزاج کر کے ایسا مثالی نصاب ونظام تشکیل دیا گیا ہے۔ جو عالم عرب کی مشہور یونیورسٹیاں کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ جامعہ ہذا کا مدینہ یونیورسٹی، ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ اور امام محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض کے ساتھ معادلہ (Affiliation) ہے۔ ۲۰۱۳ء سے جامعہ مذکورہ میں ایم فل علوم اسلامیہ کی کلاسز کا باقاعدہ آغاز ہو چکا ہے۔[1]

المہد العالی للشریعۃ والقضاء

جنرل ضیاء الحق کے دور میں نفاذ شریعت کا نعرہ بڑے زور شور سے بلند ہوا اور اس کے لیے اسلامی عدالتوں کا قیام عمل میں لانے کا اعلان ہوا تو اسلامی قانون کے ماہرین کی ضرورت بھی سامنے آئی۔ عدالتی میدان میں رجال کار کی فراہمی اور انہیں شریعت سے روشناس کرانے کے لیے "مجلس التحقیق الاسلامی" نے جامعہ لاہور الاسلامیہ کے زیر اہتمام ۱۹۸۱ء میں المہد العالی للشریعۃ والقضاء (Insititue of Higher Studies in Shariah and Judiciary) قائم کی۔[2]

ادارے نے شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز جو ان دنوں سعودی عرب کے مفتی اعظم تھے، کے تعاون سے سعودی یونیورسٹی کے سکالر شپ منظور کروائے تاکہ علماء اور قانون دانوں کی عملی کمزوریاں دور کر کے مزید تعلیم کی غرض سے سعودی یونیورسٹیز میں بھی بھیجا جائے۔ اس امتزاجی تعلیم کی غرض سے ایک سالہ سرٹیفکیٹ کورس اور دو سالہ ڈپلومہ کورس کرائے گئے۔ جس کی بنیاد پر انہیں سعودی یونیورسٹیز کے لیے منتخب کیا جاتا۔ علماء و قانون دانوں کے الگ الگ کورسز کرائے گئے۔ علماء و قانون دانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے لیے کئی کلاسز اکٹھی بھی ہوئیں بقول عبد الرحمٰن مدنی ہمارے پہلے بیچ[3] سے جو حضرات سکالر شپ پر سعودی عرب کی مختلف یونیورسٹیز میں گئے ان کی تعداد ۵۸ تھی۔[4]

1۔ ماہنامہ محدث، جلد ۱۱، شمارہ ۹، لاہور، "مجلس التحقیق الاسلامی"، جولائی ۱۹۸۱ء ص ۶۶؛ جلد ۳۸، شمارہ ۶، جون، ۲۰۰۶ء، ص ۱؛ جلد ۱۱، شمارہ ۹، جولائی ۱۹۸۱ء؛ جلد ۳۸، شمارہ ۶، جون ۲۰۰۶ء، ص ۱

2۔ ماہنامہ محدث، جلد ۳۵، شمارہ ۵، مئی، ۲۰۰۳ء، ص ۸۶

3۔ المہد العالی للشریعہ والقضاء کے پہلے بیچ میں ۱۸۷ علماء و وکلاء اور ججز تھے۔

4۔ ماہنامہ رشد، جلد ۲۱، شمارہ ۱، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۸۹۵-۸۹۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المعہد العالی للشریعہ القضاء میں شریعت اور قانون کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے اس کے مستقل اور مہمان اساتذہ میں یونیورسٹیز کے پروفیسرز، جج صاحبان اور ماہرین قانون کے علاوہ ان علماء کی زیادہ تعداد ہے جو پاکستان میں دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد سعودی عرب اور مصر کی یونیورسٹیز سے اپنے مضامین میں اختصاصی تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور علمی و تعلیم میدان میں وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔[1]

موسوعۃ قضائیہ: Encyclopedia of Islamic Judgements

معہد العالی کے قیام اور تحریک کے باعث قانون کے ماہرین کی ایک بڑی تعداد "مجلس التحقیق الاسلامی" سے وابستہ ہو چکی ہے۔ چنانچہ 'مجلس' نے عظیم منصوبہ تیار کیا کہ عہدِ رسالت سے لے کر دورِ حاضر تک اسلام کے نام پر ہونے والے فیصلے جمع کیے جائیں۔ اس منصوبے پر عمل درآمد ۱۹۹۵ء سے تاحال جاری ہے۔ اس کام میں 'مجلس' سے منسلک علماء کی ٹیم کے ساتھ جسٹس (ر) خلیل الرحمٰن، جسٹس (ر) رفیق تارڑ (سابقہ صدر پاکستان)، جسٹس (ر) عبدالقدیر، جسٹس (ر) قربان صادق، جسٹس (ر) منیر مغل پیش پیش رہے ہیں۔ اس پراجیکٹ کا نام الموسوعۃ قضائیہ رکھا گیا ہے۔ منصوبہ مذکورہ پر 'مجلس' نے انتھک کام کر کے عہد رسالت اور خلفائے راشدین تک کے ادوار کے عدالتی فیصلے جمع کیے جا چکے ہیں اور مزید کام جاری ہے۔ اس منصوبے کی نظر ثانی اور دوسری زبانوں میں منتقلی کرنے کے لیے 'مجلس' کے ساتھ سعودی عرب، سوڈان اور مراکش بھی کر رہے ہیں۔[2]

"مجلس التحقیق الاسلامی" کی ویب سائٹ: www.kitabosunnat.com

"مجلس التحقیق الاسلامی" ماہنامہ 'محدث' اور 'مجلس' سے متعلقہ حضرات کی اپنی ویب سائٹس موجود ہیں۔ "مجلس التحقیق الاسلامی" کی اپنی ویب سائٹ کا نام www.kitabosunnat.com ہے۔ جو مندرجہ ذیل خدمات سرانجام دے رہی ہے:

- اردو زبان میں آن لائن اسلامی لٹریچر پر مبنی بہترین اور مستند مواد کی فراہمی
- موضوعاتی انڈیکس کے ساتھ ہر موضوع پر چند علماء کی تصانیف و مضامین

1۔ ماہنامہ محدث، جلد ۱۲، شمارہ ۷-۸، مئی، جون، ۱۹۸۲ء، ص ۸۷

2۔ ماہنامہ رشد، جلد ۲۱، شمارہ ۱، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۸۹۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- کتب اور مضامین کی فری ڈاؤن لوڈنگ کی سہولت
- شرعی راہنمائی کے لیے آن لائن فتوی کی سہولت
- تلاوت قرآن کریم، نظمیں، تقاریر و دروس پر مبنی آڈیو، ویڈیو سیکشن
- مختلف آئن لائن اسلامک سافٹ ویئر اور آن لائن لائبریری
- آئن لائن ماہنامہ "محدث" ہفت روزہ 'الاعتصام' اور ماہنامہ 'رشد'[1]

تراجم و تصانیف

بین الاقوامی سطح پر اسلام کے تعارف اور اسلام پر ریسرچ کے کام کے آگے بڑھانے کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامیات کی اہم تصنیفات کا ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں ہو، تاکہ زبان کی اجنبیت اسلامی مفکرین کے خیالات سے استفادہ کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔

"مجلس التحقیق الاسلامی" نے اصول تفسیر، حدیث اور فقہ پر اساسی لٹریچر مہیا کرنے کا پروگرام بنا رکھا ہے۔ اس پروگرام کے تحت مذکورہ موضوعات پر تحریر کردہ بنیادی تصانیف کے اردو تراجم کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اس ضمن میں حدیث کی دو جلدوں پر مشتمل مشہور کتاب تدریب الراوی (جلال الدین سیوطی) کا اردو ترجمہ جس کی مراجعت کئی اہم علم سے کروائی گئی ہے، چھپ چکا ہے۔ اسی طرح فقہ کی جامع ترین کتاب ارشاد الفحول (شوکانی) کا اردو ترجمہ اصول فقہ کے مخصص استاد مولانا زید احمد سے کروایا گیا ہے جو نظر ثانی اور اضافہ کے ساتھ تیار رہے۔[2]

کتب مذکورہ کے علاوہ چند دیگر مطبوعات درج ذیل ہیں:

"جادوگروں کا قلع قمع کرنے والی تلوار"، "تعدد ازواج اور متعلقہ مسائل"، "ماہنامہ 'محدث' کا سود نمبر"، ماہنامہ 'محدث' کا خلافت و جمہوریت نمبر"، ماہنامہ 'محدث' کا رسول مقبول نمبر (۲ جلدیں)، ماہنامہ 'محدث' کا فتنہ انکار حدیث نمبر"، "حجیت حدیث از شیخ ناصر الدین البانی"۔

ماہنامہ 'محدث'

"مجلس التحقیق الاسلامی" نے اپنے تحقیقی کام کا آغاز دسمبر ۱۹۷۰ء میں ماہنامہ محدث کے اجراء کے ساتھ کیا۔ دوسرے لفظوں میں "محدث"، "مجلس التحقیق الاسلامی" کا علمی و تحقیقی آرگن ہے۔ یہ ایک علمی اور اصلاحی مجلہ

1۔ ماہنامہ رشد، جلد ۲۱، شمارہ ۱، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۹۰۲

2۔ ایضاً، ص ۸۹۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس میں شائع ہونے والا تحقیقی کام بلا امتیاز مسلک شائع ہوتا ہے۔یہ جریدہ علمی حلقوں میں ایک مقام رکھتا ہے۔

"محدث" کے آغاز کے متعلق حافظ عبدالرحمٰن مدنی کہتے ہیں:

"ہم نے ۱۹۷۰ء میں ہی ایک ماہوار مجلہ "محدث" شروع کر دیا تھا۔ جس میں اجتماعی فتویٰ کے علاوہ تحقیقی مقالے بھی شائع کیے جاتے۔ مزید برآں ہماری کوشش ہوتی کہ ہر بات حوالہ کے ساتھ درج کی جائے،'محدث' کے نام کا تقاضا بھی یہی تھا۔"[1]

پس معلوم ہوا کہ "مجلس التحقیق الاسلامی" اشاعت دین کے لیے کوشاں اور سرگرداں ہے۔

خلاصہ بحث

مقالہ ہذا کا پہلا باب "ماہنامہ محدث کا تعارف" ایک تعارفی باب ہے۔اس کو تین فصول میں تقسیم کیا گیا ہے جس کی کی پہلی فصل "مجلس التحقیق الاسلامی کا قیام اور خدمات" کے نام سے تشکیل دیا گیا ہے۔اس فصل میں یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح اسلامی فکر کی نشر واشاعت اور ملحدانہ خیالات اور لادین رجحانات پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

حافظ عبدالرحمٰن مدنی، حافظ ثناء اللہ مدنی اور مولانا عبدالسلام کیلانی جیسے جلیل القدر علماء نے علوم دینیہ کی نشر واشاعت کے لیے دنیا اسلام کے ماہرین علماء وفقہاء کی رفاقت سے "مجلس التحقیق الاسلامی" جیسا تحقیقی مرکز قائم کیا۔

مجلس التحقیق الاسلامی نے دین کی اشاعت و ترویج کے لیے متعدد کارنامہ ہائے سرانجام دیئے۔ "لائبریری" (المکتبہ الرحمانیہ)، جامعہ لاہور الاسلامیہ، المعہد العالی للشریعۃ والقضاء، موسوعۃ قضائیہ، مجلس التحقیق الاسلامی کی ویب سائٹ www.kitabosunnat.com اور تراجم و تصانیف جیسے مراکز سے گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ دسمبر مجلس التحقیق الاسلامی نے اپنے تحقیقی کام کا آغاز ۱۹۷۰ء میں ماہنامہ محدث کے اجراء کے ساتھ کیا۔ یہ ایک علمی واصلاحی مجلہ ہے۔

1۔ماہنامہ رشد، جلد ۲۱، شمارہ، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۸۹۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم : ماہنامہ 'محدث' کا آغاز وارتقاء اور مجلس ادارت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ 'محدث' کا آغاز وارتقاء

اردو زبان میں علمی ودینی رسائل موجود ہیں پھر بھی خالص محدثانہ منہج پر شائع ہونے والے رسائل کی کمی ہے۔اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تحقیقی ذوق اب کم ہی رہ گیا ہے۔ایسے میں کسی علمی اور تحقیقی مجلہ کے لیے مقالات کا فراہم ہونا اور مسلسل فراہم ہوتے رہنا دشواری نہیں ناممکن بھی ہے۔لیکن اس کے باوجود یہ علمی ضرورت ہی نہیں خالص دینی ضرورت بھی ہے۔اس کی تکمیل کی لازماً کوشش ہونی چاہیے۔دوسرے یہ کہ ادارے کے علمی کام کو آگے بڑھانے اور اہل علم سے ربط پیدا کرنے کا یہ ایک باوقار اور مؤثر ذریعہ بھی ہے۔اس کے بغیر تحقیقی اور تصنیفی ادارہ کی شناخت ہی مشکل ہے۔

بہر حال جب یہ بات طے ہو گئی کہ "مجلس التحقیق الاسلامی" کے ترجمان کی ضرورت ہے تو اس کے نام پر غور ہوا اور "محدث" کے نام سے اس کا ڈکلیریشن حاصل کیا گیا۔یوں دسمبر ۱۹۷۰ء میں ماہنامہ "محدث" کا اجراء ہوا۔[1]

ماہنامہ محدث اور معروف علماء سکالرز

"محدث" کے لیے خوش آئند بات یہ ہے کہ اس کو اپنے آغاز سے ہی علماء وفضلاء اور ملک کی معروف یونیورسٹیوں کے سکالر کا قابل قدر تعاون حاصل رہا ہے۔انہوں نے بعض قدیم مسائل کی وضاحت فرمائی ہے۔موجودہ حالات میں جن کی رہنمائی کی شدید ضرورت تھی۔اس طرح "محدث" کو بہت ہی وقیع، قابل قدر مقالہ نگاروں کا تعاون حاصل ہے اور ان کا ایک حلقہ وجود میں آگیا ہے۔"محدث" میں جن معروف علماء سکالرز کے مقالات ومضامین شائع ہوتے ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

1) ڈاکٹر حافظ عبدالرحمٰن مدنی (مدیر اعلیٰ ماہنامہ 'محدث')
2) حافظ ثناء اللہ مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی، شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ)
3) مولانا عزیز زبیدی (سابق استاد جامعہ لاہور الاسلامیہ)

1۔ماہنامہ رشد، جلد ۲۱، شمارہ ۱، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۸۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

4) حافظ صلاح الدین یوسف (مصنف تفسیر احسن البیان)

5) مولانا عبد الرحمٰن کیلانی (مصنف تفسیر تیسیر القرآن)

6) ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر (چیئر مین شعبہ علوم اسلامیہ سرگودھا یونیورسٹی)

7) مفتی محمد عبدہٗ الفلاح (مصنف تفسیر اشرف الحواشی)

8) ڈاکٹر حمید اللہ (سابق استاذ الحدیث، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور)

9) مولانا عبد الغفار حسن (سابق استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ)

10) ڈاکٹر حافظ محمود اختر (چیئر مین شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور)

"محدث" کے مضامین و مقالات مبسوط ہوتے ہیں۔ بعض مقالات قسط وار بھی شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس کے دامن علم میں اب تک تقریباً دوہزار مقالات و مضامین نے جگہ پائی اور مقالہ نگار حضرات کی تعداد ۳۵۰ کے لگ بھگ ہے۔ جبکہ علوم الحدیث پر لکھنے والے مضامین نگاروں کی تعداد ۷۱ ہے۔

ان مقالہ نگار حضرات کی فہرست یہ ہے:

1. ارشاد الحق اثری
2. ایم ایم اے
3. پروفیسر ثناء اللہ خان
4. پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی
5. پروفیسر سلیم چشتی
6. پروفیسر عبد القیوم
7. ثناء اللہ بلتستانی
8. حافظ صلاح الدین یوسف
9. حافظ عبد الرحمٰن مدنی
10. حافظ عبد اللہ بہاولپوری
11. حافظ مبشر حسن
12. خالد بدر الدین
13. خالد ظفر اللہ
14. ڈاکٹر اسرائیل فاروقی
15. ڈاکٹر حافظ محمد زبیر
16. ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر
17. ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر
18. ڈاکٹر غزل کاشمیری
19. ڈاکٹر محمد نعیم
20. رمضان سلفی
21. ریاض الحسن نوری
22. زاہد الراشدی
23. زبیر علی زئی
24. سمیع اللہ فراز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

25. شفیق مدنی
26. صفی الرحمٰن مبارکپوری
27. ضیااللہ برنی
28. ظفر اقبال ملک
29. عبدالحمید خان عباسی
30. عبدالخالق محمد صادق
31. عبدالسلام کیلانی
32. عبدالشکور ظہیر
33. عبدالغفار احسن
34. عبدالقدوس سلفی
35. عبداللہ دامانوی
36. عبداللہ عابد
37. عبدالمالک مجاہد
38. عبدالمجیب
39. عصمت اللہ
40. عطاءاللہ صدیقی
41. علی احمد چوہدری
42. علیم الدین چشتی
43. عمران ایوب لاہور
44. غازی عزیر
45. فیض الرحمٰن ثوری
46. قاری محمد موسیٰ
47. محب اللہ راشدی
48. محمد اسحاق زاہد
49. محمد اسلم صدیقی
50. محمد امین
51. محمد ایوب کریوانوالہ
52. محمد خالد سیف
53. محمد دین قاسمی
54. محمد رفیق اثری
55. محمد رفیق چوہدری
56. محمد زکریاالزکی
57. محمد سرور
58. محمد سمیع الرحمٰن
59. محمد شاہد حنیف
60. محمد لطیف چوہدری
61. محمود الرحمٰن فیصل
62. مفتی محمد صدیق
63. مفتی محمد عبدہٗ
64. منظور احسن عباسی
65. مولانا ابراہیم کمیرپوری
66. مولانا اکرام ساجد
67. مولانا عبدالرشید اظہر
68. مولانا عبدالرشید عراقی
69. مولانا عزیز زبیدی
70. مولانا کریم بخش
71. مولانا مسعود احمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مؤثر جرائد ورسائل نے جہاں "محدث" پر تبصرہ فرما کر اپنے حلقوں میں اسے متعارف کرایا۔ وہاں اس کے ادارتی مقالات، مجلس التحریر اور قلمی معاونین کی علمی نگارشات کو اپنے مجلات میں شائع فرما کر دوسروں تک اس کی آواز پہنچائی۔[1]

مذکورہ بالا حوصلہ افزاء امور نے ادارے کی انتظامیہ کو اعتماد ویقین کی دولت سے مالا مال کیا تاہم ان مشکلات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جو مجلہ مذکورہ کو آغاز اجراء میں پیش آئیں جو کہ ابتدائی مراحل میں اکثر رسائل کو پیش آتی ہیں مثلاً مالی اور انتظامی مشکلات، قارئین کی محدود تعداد، کاغذ کی قیمت میں روز بروز اضافہ وغیرہ۔ نیز یہ کہ ادارہ پر "محدث" کی اشاعت کے علاوہ جامعہ لاہور اسلامیہ کی ذمہ داری بھی۔[2] لیکن مسائل مذکورہ کے باوجود "محدث" کامیابی سے شائع ہوتا رہا ہے اور اس کی مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ اسے علمی حلقوں کی ضرورت سمجھا جانے لگا ہے۔

اپنے مشمولات کے اعتبار سے "محدث" میں ابتداء سے اب تک ہمہ گیر موضوعات پر مضامین و مقالات شائع ہوئے ہیں۔ یہ مضامین فکر و نظر، ادیان مذاہب، تحقیق و تنقید، حدیث و سنت، فقہ الحدیث، کتاب و حکمت، تاریخ وسیر، تذکرۃ المشاہیر، یادرفتگان، دارالافتاء، اسلام اور سائنس، افکار وآراء، شعر وادب، تبصرہ کتب وغیرہ کے موضوعات کے تحت شائع ہوتے رہے ہیں۔

"ماہنامہ محدث" میں موضوعات کی ہمہ گیریت کے پیش نظر جس بھی شعبہ ہائے زندگی سے متعلق مضامین شائع ہوئے ہیں۔ ان میں اسوۂ رسول ﷺ اور حدیث و سنت میں پیش کردہ منہج کو پروان چڑھایا گیا۔ بقول ڈاکٹر محمد حسن مدنی کہ حدیث سے مراد دو اصل حدیث بذات خود نہیں بلکہ صاحب القرآن ﷺ، ذات رسالت مآب ﷺ اور آپ ﷺ کا پیغام ہے جسے اصطلاح میں حدیث کہتے ہیں۔ گویا محدث صاحب قرآن ﷺ کے پیغام کو پروان چڑھانے کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ اسی طرح جب رسالت کی اہمیت اجاگر کرنا، رسالت مآب ﷺ پر ہونے والے حملوں اور شبہات کا ازالہ کرنا، آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین پر اُٹھائے جانے والے اعتراضات کے خلاف دین کا دفاع کرنا "محدث" کا نصب العین رہا ہے۔[3]

1۔ جن جرائد نے "ماہنامہ محدث" کے مضامین شائع کیے ان کی چند مثالیں ہفت روزہ المنیر-فیصل آباد، رضاکار-لاہور، فاران-کراچی ہیں۔

2۔ ماہنامہ محدث، جلد ۲، شمارہ ۱، دسمبر ۱۹۹۱ء؛ جنوری ۱۹۷۲ء، ص ۳

3۔ انٹرویو، حافظ حسن مدنی، مدیر ماہنامہ محدث، لاہور، بمقام علوم اسلامیہ شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور، ۲۴، اپریل، ۲۰۱۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"محدث" کے اجراء کو اہل علم و قلم نے علمی دنیا کے لیے فال نیک قرار دیا اور اس علمی مجلہ کو اپنے آغاز سفر سے ہی داد تحسین اور اس کے مشمولات کو پذیرائی حاصل ہوئی مثلاً:

ہفت روزہ "ایشیاء" لاہور، ۱۱، اکتوبر ۱۹۸۱ء نے "محدث" کی بابت لکھا:

"یہ مجلہ ملک کی علمی اور اصلاحی کوششوں میں ایک قابل قدر اضافہ ہے ہر پرچہ بلند پایۂ علمی معیار کا حامل ہے۔ پرچے میں نہ صرف خالص دینی موضوعات کا التزام بھی موجود ہے۔ علم دوست حضرات کے لیے یہ مجلہ باعث مسرت ہے۔ کتابت اور طباعت کے اعتبار سے درجہ اول کے مجلات میں شمار ہوتا ہے۔"[1]

ماہنامہ "البلاغ" کراچی نے "محدث" پر یوں تبصرہ کیا:

"رسالہ محدث کے مدیر اہل حدیث مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں لیکن رسالہ کا موضوع اور عمومی مزاج مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو اچھالنا نہیں بلکہ مشترک دینی اقدار کا تحفظ، اسلام پر حملہ آور ہونے والے فتنوں کا دفاع اور مغربیت کے طوفان کا سدباب معلوم ہوتا ہے۔ ہم اس پرچے کا تہہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہم اس کی کامیابی کے لیے دعا گو ہیں۔"[2]

مذکورہ بالا تاثرات اور آراء سے واضح ہوتا ہے کہ "محدث" کا خیر مقدم ان معاصرین نے خندہ پیشانی سے کیا جو انداز فکر اور طرز فکر میں اس کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے مکاتب فکر نے بھی بخل سے کام نہیں لیا بلکہ تحقیقی اور اصلاحی سلسلہ میں اس کے منصفانہ اور معتدلانہ طرز عمل کو داد دی۔ اس سے "محدث" کے عزائم کو اور تقویت ملی ہے۔

بزرگ دوستوں اور دینی حلقوں کی طرف سے مخلصانہ دعائیں، تحسین و تبریک، مفید مشورے اور بے لاگ تبصرے "محدث" کے لیے حوصلہ افزاء اور معاون بنے۔ اہل علم و قلم نے اپنی قیمتی نگارشات سے اس کو مزین فرمایا۔[3]

1۔ماہنامہ محدث، جلد ۱، شمارہ ۱۰، نومبر ۱۹۷۱ء، ص ۷۱

2۔ماہنامہ البلاغ، جلد ۵، شمارہ ۱۰، کراچی، دسمبر ۱۹۷۱ء، ص ۶۲

3۔ماہنامہ محدث، جلد ۲، شمارہ: ۱۰، دسمبر ۱۹۷۱ء، ص ۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محدثین کے مسلک کی درست ترجمانی اور ان کی خدمات پر مسلسل اس مجلے کی پہچان ہے۔ ائمہ ومحدثین کی علمی، فکری روایات اور تحریک کا امین ماہنامہ محدث ۴۴ سال سے علم وثقافت کے مرکز لاہور سے شائع ہو رہا ہے۔

مجلس ادارت

ماہنامہ "محدث" لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے رسالے جس کا نام "محدث" ہے کہ ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے "محدث" کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ "محدث" لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ دسمبر ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہو رہا ہے۔[1]

حافظ عبدالرحمٰن مدنی کا تعلق برصغیر کے معروف علمی خاندان "روپڑی" سے ہے۔ اس خاندان کی علم حدیث کے فروغ میں خدمات تعارف کی محتاج نہیں۔ حافظ عبداللہ محدث روپڑیجو اپنے وقت کے محدث تھے، موصوف کے حقیقی چچاہیں۔ پاکستان میں اہلحدیث کی تنظیم وترقی کے لیے اس خاندان کی خدمات ملک گیر ہیں۔[2]

موصوف حافظ صاحب اسلامی قانون وقضاء میں سند کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے معزز جج صاحبان آپ سے علمی استفادہ کے لیے رجوع کرتے ہیں۔ اس وقت سینکڑوں کی تعداد میں ڈسٹرکٹ، سیشن اور سول ججز کے علاوہ بیورو کریسی کی ایک بڑی تعداد آپ کی شاگرد ہے۔[3]

"محدث" کی خاص بات یہ ہے کہ اپنے آغاز سے لے کر آج تک موصوف اس کے مدیر اعلیٰ رہے ہیں۔ اتنے طویل عرصہ سے حسن وخوبی کے ساتھ ادارت کے فرائض سرانجام دینا، اللہ رب العالمین کا بے پایاں احسان اور فضل ہے۔

ادارے پر اللہ کا ایک اور انعام یہ ہے کہ اسے اپنے آغاز سفر سے ہی دو مدنی فضلاء اور اجل علماء ثناء اللہ مدنی اور مولانا عبدالسلام کیلانی کی مخلصانہ رفاقت نصیب ہوئی۔[4] ان حضرات کی مساعی جمیلہ "محدث" کی مقبولیت میں اہم

1۔ محدث کا اجمالی تعارف۔ http://www.kitabosunnatm.com

2۔ ہفت روزہ "زندگی"، جلد ۱۷، شمارہ ۴۰، لاہور، ۱۵ تا ۲۱ فروری، ۱۹۹۸ء، ص ۳۳

3۔ ایضاً، ص ۳۳

4۔ ماہنامہ رشد، جلد ۲۱، شمارہ ۱، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۸۹۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کردار کی حامل رہیں۔ مولانا عبد السلام کیلانی، "محدث" کے آغاز کے کچھ عرصہ بعد وفات پاگئے۔ آپ کا شمار بانیان "محدث" میں ہوتا ہے۔ حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب، "مجلس التحقیق الاسلامی" کے دارالعلوم، جامعہ لاہور الاسلامیہ میں عرصہ دراز سے شیخ الحدیث کی حیثیت سے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور محدث کے دارالافتاء کے سرکردہ رکن ہیں۔ قارئین "محدث" ان کے چشمہ علم سے ابتداء سے آج تک فیض یاب ہو رہے ہیں۔ "محدث" میں تحریری خدمت انجام دینے کے علاوہ آپ کی دو مشہور تصنیفات "فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ" اور **جائزہ الاحوذی فی التعلیقات السنیہ علی سنن الترمذی** "(ترمذی شریف پر عربی میں تعلیقات پر مشتمل ۴ مجلدات میں) چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں۔[1]

حافظ ثناء اللہ مدنی کے علاوہ مولانا عزیز زبیدی (م ۲۰۰۳ء) ابتداء میں ہی "محدث" سے وابستہ تھے۔ موصوف، معروف عالم دین اور نامور قلم کار تھے۔ بے شمار علمی و دینی خدمات کے علاوہ ادارہ "محدث" سے آپ کا خصوصی تعلق تھا۔ "محدث" میں آپ نے بہت لکھا اور ابتدائی چند سال اس کی ادارت کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ "محدث" نے اپنے پہلے شمارے (دسمبر ۱۹۷۰ء) میں آپ کے لکھے اداریے سے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ آپ تصنیف و تالیف کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ آپ کی عربی زبان میں لکھی ہوئی صحیح بخاری کی شرح (تعلیقات زبیدیہ، ۵ جلدیں)، مخطوط "مجلس التحقیق الاسلامی" کی لائبریری میں محفوظ ہے۔[2]

اس کے علاوہ "خیر البشر" (۹۴ صفحات)، "التلویح بتوضیح التراویح" (۲۵۰ صفحات)، "اسلام کا ضابطہ تجارت از عبدالرحمٰن کیلانی کی تہذیب" آپ کے نمایاں تصنیفی کارنامے ہیں۔ "ماہنامہ محدث" کے علاوہ "المجاہد" (واربرٹن شیخوپورہ)، "حرمین" (جہلم)، "فاران" (کراچی) میں آپ کے بیسیوں مضامین چھپ چکے ہیں۔ علاوہ ازیں موصوف ۱۸، مارچ ۱۹۸۸ء تا ۱۸ جنوری ۱۹۹۱ء ہفت روزہ "اہلحدیث" (لاہور) کے مدیر بھی رہے۔[3] موصوف (مرحوم) نے "محدث" کو علم و تحقیق کے موجودہ معیار تک لانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

1۔ مدنی، حافظ ثناء اللہ، فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، لاہور، دارالارشاد، س ن، ص ۷

2۔ ماہنامہ محدث، جلد ۳۵، شمارہ ۶، جون ۲۰۰۳ء، ص ۲۳

3۔ ایضاً، جلد ۴۲، شمارہ ۶، جون ۲۰۱۰ء، ص ۶۱-۷۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا علماء کے علاوہ بوقت اجراء پروفیسر ثناء اللہ خان (شعبہ علوم اسلامیہ جی سی یونیورسٹی لاہور)، چوہدری عبدالحفیظ اور مولانا عبدالغفار اثر مجلس تحریر کے رکن رہے۔[1]

جنوری ۱۹۷۱ء سے مولانا عبدالسلام کیلانی اور مولانا عبدالغفار اثر نے بطور معاونین خدمات سرانجام دینا شروع کیں۔ جبکہ مجلس التحریر میں حافظ ثناء اللہ خان، حافظ سیف الرحمٰن، عزیز زبیدی اور مولانا عبدالرحمٰن عاجز شامل رہے۔[2]

مولانا زبیدی کے ساتھ ادارہ "محدث" کے آپ کم وبیش ۱۰ برس (۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۶ء، ۱۹۸۱ء تا ۱۹۸۸ء) مدیر معاون رہے۔ آپ کے جاندار اداریوں کا قارئین نہ صرف شدت سے انتظار کیا کرتے تھے بلکہ اشاعت کے بعد عرصہ دراز تک ان کا تذکرہ لوگوں کی زبانوں پر رہتا۔ موصوف کو "محدث" کے علاوہ ماہنامہ "ترجمان الحدیث" (لاہور) اور ماہنامہ "حرمین" (جہلم) میں بھی ادارتی فرائض سرانجام دینے کا موقع ملا۔[3]

جولائی ۱۹۸۹ء میں ایک مرتبہ پھر "محدث" کی مجلس ادارت میں تبدیلی رونما ہوئی اور حافظ حسن مدنی، پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی، مولانا رمضان سلفی، مولانا عبدالرحمٰن کیلانی اور مولانا عبدالقیوم لقمان اس کے رکن بنے۔[4]

حضرات مذکورہ میں پروفیسر سعید مجتبیٰ سعید منکیرہ، ضلع بھکر (فاضل مدینہ یونیورسٹی) ملک کے معروف سکالر ہیں۔ موصوف "محدث" سے آغاز سے ہی ادارے کے ساتھ وابستہ ہیں اور راہ علم وتحقیق کے راہی ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی (م ۱۹۹۵ء) ایک عہد ساز شخصیت تھے۔ آپ کی شخصیت اپنے آپ میں ایک تحریک تھی۔ آپ کی علمی وتحقیقی خدمات برصغیر کے علماء کی تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ موصوف صاحب التصانیف تھے۔ آپ کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں:

- تیسیر القرآن (تفسیر قرآن مجید ۴ جلدیں)

1۔ ماہنامہ محدث، جلد ۱، شمارہ ۱، دسمبر ۱۹۷۰ء، ص ۱

2۔ ماہنامہ محدث، جلد ۱، شمارہ ۲، جنوری ۱۹۷۱ء، ص ۱

3۔ ایضاً، جلد ۳۸، شمارہ ۹، ستمبر ۲۰۰۶ء، ص ۱

4۔ ایضاً، جلد ۱۹، شمارہ ۱، ۲، جولائی ۱۹۸۹ء، ص ۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- الموافقات للشاطبی(اردو ترجمہ جلد اول)
- مترادفات القرآن(لغت القرآن)
- خلافت وجمہوریت(اسلامی سیاست)
- شریعت وطریقت(تصوف)
- آئینہ پرویزیت(حجیت وحفاظت حدیث)

عبدالرحمٰن کے صاحبزادے حافظ حسن مدنی کی "محدث" کی اشاعت میں تندہی، لگن اور دلچسپی نظر آپ کو ۱۹۹۵ء میں بطور معاون مدیر اور بعد ازاں مدیر مقرر کیا گیا۔[1] موصوف جامعہ پنجاب لاہور، شعبہ علوم اسلامیہ میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور تاحال "محدث" کے مدیر کے طور پر علم و تحقیق کی اشاعت وترویج کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ موصوف کے ساتھ، مجلس ادارت، میں ڈاکٹر انس نضر، ڈاکٹر حمزہ مدنی اور ملک کامران طاہر (پی ایچ ڈی سکالر) سرانجام دے رہے ہیں۔[2]

خلاصہ بحث

باب اول کی فصل دوم "ماہنامہ محدث کا آغاز وارتقاء اور مجلس ادارت" میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح ماہنامہ محدث نے اردو زبان میں علمی و دینی محدثانہ منہج پر شائع ہونے والے رسالہ سے اپنی مقبولیت کی منازل طے کی۔ اس کو اپنے آغاز سے ہی علماء فضلاء اور ملک کی معروف یونیورسٹیوں کے سکالر کا قابل قدر تعاون حاصل رہا ہے۔

اس فصل میں بتایا گیا ہے کہ ماہنامہ محدث میں سینکڑوں مقالہ نگاروں نے ہزاروں مضامین اور مقالات کے ذریعے عوام الناس کو علم کی دولت سے سیراب کیا ہے۔ ماہنامہ محدث میں فکر و نظر، ادیان مذاہب، تحقیق و تنقید، حدیث و سنت، فقہ الحدیث، کتاب وحکمت، دارالافتاء، اسلام اور سائنس کے علاوہ بے شمار موضوعات کے تحت مضامین شائع ہوئے ہیں۔

اس کے بعد ماہنامہ محدث لاہور، کے ارتقائی مراحل اور مجلس ادارت کے علماء وفضلاء کے پسِ منظر کو پیش کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح انہوں نے محدث کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کیا۔

1۔ماہنامہ محدث، جلد ۲۶، شمارہ ۱۰، جولائی ۱۹۹۵ء، ص ۱

2۔ایضاً، جلد ۴۷، شمارہ ۳، جون ۲۰۱۵ء، ص ۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم: ماہنامہ 'محدث' کے اغراض ومقاصد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ 'محدث' کے اغراض و مقاصد

'ماہنامہ محدث' ایک بلند پایہ، علمی، دینی اور اصلاحی مجلہ ہے۔ اس کے مضامین ایک مخصوص طرز فکر کے حامل ہوتے ہیں۔ دراصل اس کی خصوصیات و محاسن ہیں اور اسی طرز فکر کو فروغ دینا 'محدث' کا نصب العین اور مقصد ہے۔ اجرائے 'محدث' کے مقاصد درج ذیل قرار پائے:

- عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں۔... لیکن تعصبات سے بالاتر ہو کر افہام و تفہیم امت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔
- علوم جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں۔... لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوسی بتانا امت کی تباہی ہے۔
- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے۔ لیکن دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرت اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔
- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمت عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے... لیکن حلال و حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائل کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔
- آئین و سیاست سے بے گانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے۔... لیکن

  ؏ جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عباد صالحین کے اوصاف میں داخل ہے۔... لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔[1]

1۔ ماہنامہ محدث، جلد ۱۰، شمارہ ۱، ۲، جنوری-فروری ۱۹۹۰ء، ص ۶۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ا۔ عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل کے حیثیت رکھتے ہیں لیکن تعصبات سے بالا تر راہ پر افہام و تفہیم امت کے لیے رحمت کا باعث بنتی ہے۔

عصر حاضر مسلمانوں کے زوال اور پستی کا دور ہے۔ اس زوال اور پستی کی ایک بڑی وجہ باہمی عناد و تعصب اور گروہی اختلافات ہیں۔ باہمی عناد و تعصب اور اختلاف و افتراق مسلمانوں کی فوز و فلاح کی راہ میں نہ صرف رکاوٹ ہیں بلکہ انہوں نے عالم اسلام کی عمارت کی بنیادیں کھوکھلی کر دی ہیں۔

قاضی عبد النبی کوکب لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کی کامرانیوں اور سربلندی کا راستہ روکنے والی رکاوٹوں میں ایک خوفناک رکاوٹ، اختلاف و افتراق (عناد و تعصب) کی تباہ کن کشیدگی ہے جو احتیاط و انصاف کا دامن چھوڑ کر ہمارے مختلف فرقوں نے اپنے درمیان پیدا کر رکھی ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ ہر فرقے کے تبلیغی سٹیج پر انتہا پسند عناصر کا تسلط قائم ہو چکا ہے۔ یہ لوگ اپنے طبقے کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے دوسرے فرقوں پر غلط بیانی، مبالغہ آرائی اور تند کلامی کے مہلک ہتھیاروں سے لیس ہو کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ان حضرات کے ہاں مجادلانہ تو تکار کا نام تبلیغ اسلام ہے اور ناروا متعصبانہ گروہ بندیوں کا نام خدمتِ دین ہے۔ اس غلط طریق کار سے جو دروس نقصانات ملت اسلامیہ کو پہنچ رہے ہیں۔ لازم ہے کہ تمام مخلصین اسلام ان کی طرف توجہ کریں اور اپنے گھر کی گرتی بنیادوں کو کھوکھلا ہونے سے بچالیں۔"[1]

انسان، انسان ہے باہم الجھ پڑنا بعید از قیاس نہیں ہو سکتا کبھی لڑ بھی پڑے تو فرمایا:

1۔ ماہنامہ محدث، جلد ۲، شمارہ ۵، مئی ۱۹۷۲ء، ص ۴۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَیۡنِکُمۡ [1]

"پس باہم تنازعات کی صورت میں ایک دوسرے کی اصلاح کر دیا کرو۔"

باہمی اصلاح اور مصالحت کیسے ممکن ہے اس کا طریقہ اور حل یوں بیان ہوا:

فَرُدُّوۡهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوۡلِ [2]

"باہمی تنازعات ہو جائیں تو انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔"

یعنی تنازعات اور اختلافات جس بھی نوعیت کے ہوں کتاب و سنت میں ان کا حل تلاش کرنا مومنین کا شعار ہے جبکہ اختلافات کی بنیاد پر عناد پیدا کر لینا اور منافرت پھیلانا اسلامی طرز عمل کے خلاف ہے۔ باہم افہام و تفہیم سے مسائل حل نہ ہو سکیں یہ ہو نہیں سکتا۔ جب پیش نظر یہ بات ہو کہ بے جا تعصب سے بچتے ہوئے مل بیٹھ کر افہام و تفہیم کا رویہ اختیار کر کے صحیح اور درست موقف اپنا کر اختیار کرنا ہے تو پھر تنازعات اور جھگڑے خود بخود ختم ہو جایا کرتے ہیں۔'محدث' نے اپنے آغاز و اجراء سے لے کر آج تک اپنے شائع کردہ مقالہ جات میں، موضوعات میں، موضوعات کے چناؤ اور نفس مضمون کے اعتبار سے باہمی عناد و تعصب کو رد کرتے ہوئے افہام و تفہیم کی راہ دکھائی ہے اور اجتہادی آراء کو دوسروں پر جبراً ٹھونسنے کے جاہلانہ اور ظالمانہ رویے کی تردید کی ہے۔

ابو الحسن علوی لکھتے ہیں:

"ٹھوس تاریخی تجزیے پر علمی اختلاف کرنا اور تحقیق میں آزادی کی روش اختیار کرنا ایک معاشرے کے شعور و ارتقاء اور روحانی ترقی کے لیے از بس ضروری ہے۔ جہاں علمی اختلافات کو تعصب کا رنگ دے کر کفر کے فتوے لگائے جائیں اور معاملہ قتل و غارت تک پہنچ جائے اسی طرح آزادی اظہار اور حریت فکر کو مختلف حربوں سے دبایا جائے تو ایسا معاشرہ افتراق و انتشار کا نمونہ بن جاتا ہے۔ اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ شیعہ و سنی کا مکالمہ ہو یا بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث کے درمیان بحث و مباحثہ،

1۔ الانفال:۸/۱

2۔ النساء:۴/۵۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے صرف علمی مباحثہ و مکالمہ تک ہی محدود رہنا چاہیے اور اس کے بنیاد پر تشدد کی پالیسی اختیار کرنا یا اپنی اجتہادی آراء دوسروں پر جبراً ٹھونسنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے جو پورے اسلامی معاشرے کے لیے شدید نقصان دہ ہے۔"[1]

'محدث' کے منصفانہ اور معتدلانہ طرز فکر و عمل کو فروغ دینے کے لیے اعتراف میں اکبر رحمانی، مدیر ماہنامہ، آموز گار، جلگاؤں (مہاراشٹر) انڈیا کی طرف سے ادارہ 'محدث' کو بھیجے گئے مراسلے میں بتایا گیا ہے کہ رسالہ ظاہری و باطنی دونوں اعتبار سے اعلیٰ اور معیاری ہے۔ مندرجات و مشمولات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلک اہلحدیث کا ترجمان ہے لیکن دیگر مسالک کے خلاف عناد و تعصب کی جھلک کہیں نظر نہیں آتی۔ دینی مسائل کے علاوہ ریاست کے مسائل پر بھی فکر انگیز مضامین و مقالات شائع ہوتے ہیں ہر جگہ رویہ دکھائی دیتا ہے۔[2]

مذکورہ بالا مقصد کے پیش نظر 'محدث' میں ایسے بہت سے مضامین شائع ہوئے ہیں مثلاً

- خود غرضی اور تعصبات ملی وحدت کے لیے عظیم فتنہ ہیں (اداریہ)[3]
- 'اسلام کا پیغام امن اور امت مسلمہ میں اتحاد' از عبدالرحمٰن السدیس (خطاب: مترجم، کامران طاہر)[4]
- 'نجات شیرازہ بندی ہے جبکہ فرقہ بندی ہلاکت' از ابوشہزاد[5]
- 'امت بنو انتشار سے بچو، از مولانا محمد یوسف (خطاب / مرتب عبدالعزیز کھلنوی)[6]

۲۔ علوم قدیم وجدید سے واقفیت اور مذہبی روایات کی پاسداری

علوم جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں... لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا امت کی تباہی کا باعث سبب ہے۔

1۔ ماہنامہ محدث، جلد ۳۹، شمارہ ۶، جون ۲۰۰۷ء، ص ۸۲

2۔ ایضاً، جلد ۱۳، شمارہ ۶، جون ۱۹۸۳ء، ص ۴۱

3۔ ایضاً، جلد ۳، شمارہ ۲، ۱۳۹۳ھ، ص ۳-۱۶

4۔ ایضاً، جلد ۳۹، شمارہ ۷، جولائی ۲۰۰۷ء، ص ۳۹-۴۴

5۔ ایضاً، جلد ۲۵، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۹۴ء، ص ۷۹-۹۹

6۔ ایضاً، جلد ۳، شمارہ ۴، اپریل ۱۹۷۳ء، ص ۲۸-۳۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علم کی اہمیت روزِ اول سے آج تک مسلمہ ہے اسی علم و دانش کی بدولت انسان مسجود الملائکۃ بن کر اشرف المخلوقات کہلایا۔ دورِ قدیم ہو یا دورِ جدید دنیا میں غلبہ و ترقی انہی قوموں کا مقدر بنی جنہوں نے نہ صرف قدیم علوم سے استفادہ کیا بلکہ جدید اور عصری علوم میں بھی مہارت تامہ حاصل کر کے دنیا میں اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑے۔ عصر حاضر میں مسلمانوں کے زوال اور محکومی کا ایک اہم سبب علمی پستی ہے۔ قدیم و جدید علوم کا حصول اور ان میں اوج کمال کو پہنچنا امت مسلمہ کا شیوہ اور طرہ امتیاز رہا ہے۔ آج بھی ویسے ہی طرز عمل کی ضرورت ہے۔

کامران طاہر خطاب السدیس بعنوان 'اسلام کا پیغام امن اور امت مسلم میں اتحاد' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "اس دور میں مسلم امہ کا نفع بخش علوم میں ترقی کرنا ازبس ضروری ہے چاہے وہ علوم شرعیہ ہوں یا عصر حاضر کے دیگر مفید علوم تاکہ امت مسلمہ جو ہمیشہ سے میدان علم کی قائد رہی ہے۔ اپنے آپ سے جہالت و لاعلمی اور اغیار کی دست نگری کا طعن مٹا سکے۔"[1]

علامہ شبلی نعمانی 'سیرت النبی ﷺ' میں رقم طراز ہیں:

> "غزوہ بدر کے قیدیوں کی رہائی کے لیے فیہ کی رقم مقرر کی گئی تھی ان میں سے جو نادار تھے۔ وہ بلا معاوضہ ہی چھوڑ دیے گئے لیکن جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ انہیں حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں تو چھوڑ دیے جائیں گے۔ چنانچہ سیدنا زید بن ثابتؓ نے جو کاتب وحی تھے، اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔"[2]

واقعہ مذکورہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی نظر میں تحصیل علم کس قدر ضروری تھا۔ اسلام بجا طور پر جملہ مباح علوم کی اور بالخصوص سائنس و ٹیکنالوجی کی افادیت کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ دائرہ اسلام میں رہتے ہوئے اس کی ترویج کو مقتضائے شریعت کی تکمیل تصور کرتا ہے۔ اسلام سائنس اور جدید علوم کو نظام قدرت میں مداخلت قرار نہیں دیتا بلکہ ایک سچے اور کھرے مسلمان کے ساتھ دنیا میں مروجہ علوم کا ماہر بھی اسے درکار ہے جو اسلام کے پیغام کو جدید ذرائع کی وساطت سے غیر مسلمانوں تک پہنچا سکے۔

1۔ ماہنامہ 'محدث' جلد ۳۹، شمارہ ۷، جولائی ۲۰۰۷ء، ص ۴۱

2۔ شبلی نعمانی، علامہ، سیرت النبی ﷺ، جلد ۱، فیصل ناشران کتب، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۱۹۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'محدث' نے قدیم و جدید علوم کی کشمکش کے پیش نظر دونوں کے امتزاج کے فکر کو فروغ دیا ہے۔ اس کے مضامین میں قدامت پسندی اور جدت پسندی کے اعتدال کی جھلک نظر آتی ہے۔ جہاں قدیم علوم اسلامیہ کی تعلیم، مثبت انداز میں نمائندگی اور ان کے دفاع پر مبنی مقالے شائع ہوتے ہیں وہاں اشاعت و فروغ دین میں عصری وعلوم و فنون کی ضرورت و اہمت بھی اجاگر کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں علوم اسلامیہ پر شائع ہونے والے سینکڑوں مضامین کے علاوہ 'مسلم نوجوانوں کے لیے جدید علوم کی ضرورت و اہمیت' از محمد آصف احسان [1]، 'مذہب اور سائنس کا باہمی تعلق'، 'اسلام کا نقطہ نظر، از سید عزیز الرحمٰن [2]، 'دینی تعلیم و تحقیق اور عصری تقاضے' از ارشاد الحق اثری [3] وغیرہ اہم ہیں۔

۳۔ رواداری کا جذبہ اور حمیت و غیرت دینی کا حسین امتزاج

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے۔ لیکن دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرت اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

اسلام امن کا مذہب ہے۔ یہ نہ صرف اپنے ماننے والوں کے لیے امن کی نوید سناتا ہے بلکہ مذاہب کے پیروکارون کے لیے بھی امن کا داعی و محافظ ہے۔ اگر مذہبی رواداری کی بات کی جائے تو بھی اسلام کے زیر سایہ غیر مذاہب کو قرون اولیٰ سے لے کر اب تک مذہبی آزادی حاصل رہی۔ ویسے بھی اہل اسلام کا رویہ غیر اہل اسلام کے ساتھ معاندانہ ہونا اسلامی اقدار کے منافی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے رواداری کی شاندار مثالیں پیش کیں بعد ازاں خلفائے راشدین کے سنہرے دور میں غیر مذاہب سے مسلمانوں کی رواداری مثالی رہی ہے۔ لیکن اہل دنیا پر یہ بات بھی عیاں ہے کہ جب اہل کفر نے اسلام پر طعن کے تیر چلائے تو دینی غیرت و حمیت اور جذبہ تبلیغ سے سرشار اہل اسلام نے علمی دلائل پیش کر کے نہ صرف دین اللہ کا دفاع کیا بلکہ دعوت الی اللہ کی اہم ترین ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہوئے۔

1۔ محدث، جلد ۳۴، شمارہ ۴، اپریل ۲۰۰۲ء، ص ۵۲-۶۲

2۔ ایضاً، جلد ۳۵، شمارہ ۴، اپریل ۲۰۰۳ء، ص ۷۶-۹۱

3۔ ایضاً، جلد ۳۰، شمارہ ۴، دسمبر ۱۹۹۸ء، ص ۲-۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'محدث' نے اپنی اشاعت کے ۴۴ سالوں میں اپنے شائع کردہ مقالات میں ہمیشہ یہ تاثر دیا کہ غیر مذاہب سے معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے۔ دوسرے لفظوں میں غیر مسلموں سے بلا جواز عناد اور تعصب پالے رکھنا معتدلانہ روش کے خلاف ہے۔ ہر شخص کو اپنی مرضی کا مذہب اپنانے کا حق ہے۔ بحیثیت مسلمان اور مبلغ اسلام ہماری ذمہ داری حکمت کے ساتھ دین کا ابلاغ ہے۔ دوسری طرف اسلام کے مخالفین ومنکرین کا رویہ یہ رہا کہ عہد رسالت سے لے کر آج تک اسلام پیغمبر اسلام اور اہالیان اسلام سے تمسخر اور بلا جواز ان کے تحقیر و تذلیل ان کا شیوہ رہا ہے۔ یہ قرون اولیٰ کے مشرکین اور یہودی و نصاریٰ ہوں یا عصر حاضر کے مستشرقین، کبھی بھی اسلام ان کے شر سے محفوظ نہیں رہا۔ کتاب اللہ، سنت وسیرت رسول ﷺ، اصحاب رسولؐ اور محدثین عظامؒ کے خلاف ہرزہ سرائی کرنا اہل کفر واستشراق کا شعار رہا ہے۔ اس رویے کے پیش نظر اللہ کے مومن بند دفاع اسلام کے لیے سرگرم رہے ہیں۔ اسی جذبہ کے تحت 'محدث' نے اسلام پر اُٹھنے والے اعتراضات کے برخلاف اسلام کا نہ صرف دفاع کیا بلکہ اعتدال پر مبنی رویے کے ساتھ، دعورت الی اللہ کے جذبہ سے غیر مذاہب کو اسلام کی دعوت پیش کی یوں اہل اسلام کو دینی حمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دفاع اسلام پر آمادہ کیا۔ اس ضمن میں درج ذیل مضامین اہم اور قابل ذکر ہیں۔

- 'سیرت رسول سلمیٰ اور مستشرقین' از غلام احمد حریری[1]
- 'ازواج مطہرات اور مستشرقین' از زاہد علی واسطی[2]
- 'اسلام اور مستشرقین (تاریخی پس منظر و پیش منظر) از عبدالقوی لقمان[3]
- 'پوپ بینی ڈکٹ کے اسلام پر اعتراضات' از سعد بن ناصر ششری (مترجم: اسلم صدیق)[4]

۴۔ تبلیغ دین میں حکمت عملی مگر حلال وحرام کے امتیاز میں رواداری سے اجتناب

تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمت عملی نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین وسائل کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

1۔ محدث، جلد ا، شمارہ ۸، جولائی ۱۹۷۱ء، ص ۳۲-۴۳

2۔ ایضاً، جلد ۹، شمارہ ۱-۲، محرم وصفر ۱۳۹۹ھ، ص ۳۵-۴۴

3۔ ایضاً، جلد ۲۳، شمارہ ۴، اگست ۱۹۹۳ء، ص ۱۴۸-۱۵۶؛ ایضا جلد ۲۶، شمارہ ۱۱، اکتوبر ۱۹۹۴ء، ص ۱۵۲-۱۷۴

4۔ ایضاً، جلد ۳۸، شمارہ ۱۱، نومبر ۲۰۰۶ء، ص ۲-۱۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام اللہ کا آخری اور سچا دین ہے۔ اس کی تبلیغ و اشاعت کی ذمہ داری کو حکمت عملی کے ساتھ ادا کرنا اللہ کے حکم اور مصالح دینیہ کے عین مطابق ہے۔ لیکن حکمت عملی اور مصلحت کا یہ مطلب نہیں کہ داعی الی اللہ مخاطبین اور دشمنانِ اسلام کو خوش کرنے کے لیے ان کے باطل نظریات و عقائد کی تردید پر ان کے شدید ردِ عمل کے خوف سے اپنے ٹھوس موقف سے دستبردار ہو جائے اور نہ ہی حکمت عملی اس چیز کا نام ہے کہ مذہبی رواداری کی آڑ میں کچھ لو کچھ دو کا اصول اپنایا جائے اور حق و باطل اور حلال و حرام کو ملغوبہ و آمیزہ تیار کر کے اسلام کے نام پر پیش کیا جائے۔ جیسا کہ سید قطب لکھتے ہیں:

"جاہلیت اور اسلام دو الگ چیزیں ہیں۔ درست راہ یہی ہے کہ پوری جاہلیت کو چھوڑ کر پورا اسلام اختیار کیا جائے، ہر جاہلی چیز کو ترک کرنا اور ہر اسلام کی چیز کو اختیار کرنا لازم ہے راستے کا پہلا قدم یہ ہے کہ داعی اپنے شعور اور امتیازی اداک کے ساتھ جاہلیت سے الگ رہے۔ اسلام میں جاہلیت کی پیوند کاری نصف راہ میں ملنا ختم گویا جاہلیت اسلام ہی کے فیشن میں آئے۔"[1]

دوسرے لفظوں میں داعی الی اللہ کے لیے کسی طور پر یہ جائز نہیں کہ وہ حکمت و مصلحت کے نام پر موقف میں لچک پیدا کرے یا حلال و حرام کے امتیاز میں رواداری برتتے ہوئے اسلامی قوانین کو نرم کر دیے جیسا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ [2]

"وہ تو چاہتے ہیں کہ تو ذرا ڈھیلا ہو تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔"

اسی بات کی مزید وضاحت میں پیر کرم شاہ الازہری تحریر فرماتے ہیں:

"باطل بڑا عیار ہے۔ حق سے نبرد آزما ہونے کے لیے وہ طرح طرح کے بھیس بدل کر آیا کرتا ہے۔ کسی قسم کا حربہ استعمال کرنے میں اسے کوئی جھجک محسوس

1۔ قطب شہید، سید، فی ظلال القرآن، جلد دہم، لاہور، اسلامی اکادمی، ۱۹۸۹ء، ص ۶۷۵

2۔ القلم: ۶۸/ ۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتی بسا اوقات وہ اپنے موقف میں بھی لچک پیدا کر لیا کرتا ہے اس کا مقصد صرف اتنا ہوتا ہے کہ حق حق نہ رہے باطل تو ہر حال میں باطل ہے۔ کسی چیز کی ملاوٹ اس کے بطلان پر اثر انداز نہیں ہو سکتی بلکہ پاک چیز اس میں ملے تو وہ بھی پلید ہو جائے گی وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہے کہ حق صرف اس وقت تک حق ہے جب تک ہر قسم کی آمیزش اور ملاوٹ سے پاک ہے۔"[1]

'ماہنامہ محدث' نے اپنے آغاز سے آج تک تبلیغ و اشاعت اسلام میں حکمت عملی کو پیش نظر رکھتے ہوئے معتدل رویہ اختیار کیا اور تمسک بالکتاب والسنۃ کی عملی تعبیر پیش کی۔ علوم قرآن و حدیث، ایمانیات و عبادات، فقہ و اجتہاد، قانون و قضاء، معاشیات و سماجیات، اسلامی تہذیب و سیاسیات، دعوت و جہاد، فرق و ادیان اور دفاع اسلام غرضیکہ انسانی زندگی سے متعلق ہر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق نہ صرف قلم اُٹھایا بلکہ ائمہ و محدثین کے منہج و طریق کو فروغ دیا۔ اس ضمن میں چند قابل ذکر مضامین یہ ہیں:

- 'ترقی پسند اسلام یا اسلام پسند ترقی' از عطاء اللہ صدیقی[2]
- 'روشن خیال پاکستان' از محمد اسماعیل قریشی[3]
- 'عورتوں کے حقوق کے نام پر' از عطاء اللہ صدیقی[4]
- 'تحریک نسواں و نظریات و اثرات' از عطا اللہ صدیقی[5]
- 'جرم زنا آرڈیننس پر اعتراضات کا جائزہ' از ویمن ایڈ ٹرسٹ[6]
- 'اعتدال پسند یا مغرب پرستی چند تاثرات' از محمد سرور[7] ہیں۔

1۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، جلد پنجم، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۱۴۰۰ھ، ص ۶۹۰
2۔ ماہنامہ محدث، جلد ۳۳، شمارہ ۹، ستمبر ۲۰۰۱ء، ص ۲-۵
3۔ ایضاً، جلد ۳۷، شمارہ ۵، مئی ۲۰۰۵ء، ص ۲-۷
4۔ ایضاً، جلد ۲۸، شمارہ ۲، جنوری ۱۹۹۷ء، ص ۲-۸
5۔ ایضاً، جلد ۳۲، شمارہ ۴، اپریل ۲۰۰۰ء، ص ۵۸-۶۴
6۔ ایضاً، جلد ۳۸، شمارہ ۶، جون ۲۰۰۶ء، ص ۴۵-۷۳
7۔ ایضاً، جلد ۴۰، شمارہ ۷، جولائی ۲۰۰۸ء، ص ۶۷-۸۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۔ آئین وسیاست کا امتزاج

آئین وسیاست سے بے گانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے۔... لیکن

ع جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اسلام اعتدال پسند مذہب ہے۔ اسلام کی تعلیمات، خواہ انفرادی زندگی سے متعلق ہوں یا اجتماعی، اعتدال پر مبنی ہیں۔ اسلام کسی بھی معاملے میں تشدد، انتہا پسندی یا ایک کام کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دے کر دوسرے امور کو بالکل نظر انداز کر دینا، پسند نہیں کرتا۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ ایک جامع ضابطہ حیات ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی میں عبادات، معاملات، سیاست، معیشت، معاشرت، دفاع، جہاد، دعوت و تبلیغ غرضیکہ ہر وہ چیز جو کہ انسانی زندگی کی انفرادی اور اجتماعی گاڑی چلانے کے لیے ضروری تھی۔ آپ نے اسے موقع و محل اور ضرورت کے تحت، اپنے طرز عمل سے پیش کیا اور اپنے متبعین کے لیے راہ عمل متعین فرمائی۔

بحیثیت سیاستدان آپ ﷺ نے کبھی بھی سیاست کو دین سے یا دین کو سیاست سے جدا نہیں کیا۔ آپ ﷺ کی سیاسی زندگی درحقیقت تعلیمات الٰہیہ کی عملی تعبیر تھی۔ آپ ﷺ کی سیاسی پالیسیاں وحی الٰہی کی پیش کردہ روشن تعلیمات کی عکاس تھیں۔ اسی طرز فکر و عمل کو 'محدث' نے اپنے مضامین کے ذریعے فروغ دینے کی کوشش کی ہے۔ 'محدث' اپنے مشمولات میں اس بات کا داعی رہا کہ مسلم حکمران دین اور سیاست کو اکٹھا لے کر چلیں۔ یہ بات کہ موجودہ دور میں سیاست کے میدان میں دین کو پس پشت ڈال دینا یا دین پر عمل میں اس حد تک آگے نکل جانا کہ سیاست سے قطع تعلق ہی ہو جانا دونوں نامناسب رویے ہیں۔ سیاست دین کا جزو لاینفک ہے۔ اپنے وقت پر سیاست بھی دین ہے اور دین سیاست سے صرف نظر نہیں کرتا۔ مذکورہ بالا طرز فکر کی بارآوری کے لیے 'محدث' میں بیسیوں مقالات شائع ہوئے ہیں، جن میں چند اہم یہ ہیں:

- اسلامی ریاست کے بنیادی اصول، (اداریہ)[1]
- سرور کائنات ﷺ بحیثیت موسس و مدبر سیاست (امان اللہ خان)[2]
- سیاست و معاشرت ابن حزم کی نظر میں (ڈاکٹر حمید اللہ)[3]

1۔ ماہنامہ محدث، جلد ۱، شمارہ ۸، جولائی ۱۹۷۱ء، ص ۳-۸

2۔ ایضاً، جلد ۳، شمارہ ۵-۶، مئی جون ۱۹۷۳ء، ص ۵۷-۷۲

3۔ ایضاً، جلد ۲۹، شمارہ ۲، جنوری ۱۹۹۸ء، ص ۸۵-۹۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

o قرآن میں حکم 'حاکمیت' کا تصور (عبد الرحمٰن)[1]

o اسلام کا طرز حکومت - اصول مباحث (عبد الرؤف)[2]

۶۔ جاہلیت اور باطل کا تعاقب عین جہاد

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عباد صالحین کے اوصاف میں داخل ہے... لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا[3]

"اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔"

حافظ صلاح الدین یوسف ؒ مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"سلام، سے مراد یہاں اعراض اور ترک بحث و مجادلہ ہے یعنی اہل ایمان، اہل جہالت واہل سفاہت سے الجھتے نہیں بلکہ ایسے موقعوں پر اعراض و گریز کی پالیسی اختیار کرتے ہیں اور بے فائدہ بحث نہیں کرتے۔"[4]

داعیان الی اللہ کا رویہ مذکورہ موقع و محل کی مناسب سے اختیار کیا جاتا ہے۔ وگرنہ اہل جہالت سے قطعی طور پر کنارہ کشی اختیار کر کے یہ ذہن بنا لینا کہ وہ دعوت دین یا پیغام حق کی قبولیت کے لیے نااہل ہیں اور پھر ان کو حلقہ دعوت سے نکال دینا بذات خود جہالت ہے کیونکہ بالآخر یہ داعیانِ حق ہی تو ہیں جن کے کاندھوں پر جہالت اور باطل کو مٹا کر غلبہ حق کے لیے سرگرم رہنے کی ذمہ داری ہے۔

"جب ظلم (جہالت) کا پہرہ شدید ہو جائے۔ جبر کی وجہ سے زبانوں کو لونی لگ جائے ہر شخص منقار زیر ہو جائے تو ایسے ہو کے عالم اور سناٹے میں یہی لوگ

1۔ ماہنامہ محدث،، جلد ۱۲، شمارہ ۹، جولائی ۱۹۸۲ء، ص ۲-۱۱

2۔ ایضاً، جلد ۳۲، شمارہ ۶، جون ۲۰۰۰ء، ص ۴۵-۶۲؛ ایضاً، جلد ۳۲، شمارہ ۷، جولائی ۲۰۰۰ء، ص ۷۹-۸۰

3۔ الفرقان: ۶۳/۲۵

4۔ صلاح الدین یوسف، حافظ، تفسیر احسن البیان، الریاض، دار السلام، طبع چہارم، ۱۹۹۸ء، ص ۸۶۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(عبادالرحمٰن اور داعیانِ حق) بولتے ہیں کیونکہ وہ (جاہلوں سے) بولنے سے احتراز اس لیے کرتے ہیں کہ ہر بات کو جواب دینا پڑے گا لیکن جب احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے کلمہ حق کہنا واجب ہو جائے تو اس کے لیے بولتے ہیں کہ جانتے ہیں کہ اب خاموش کا جواب دینا پڑے گا۔"[1]

مذکورہ داعیانہ طرز عمل کے پیش نظر ماہنامہ 'محدث' نے اب تک اسی طرز کو فروغ دیا ہے کہ بے مقصد بحث و مجادلہ اور مناظرہ بازی سے حتی الامکان گریز کیا جائے اور کتاب و سنت پر مبنی ٹھوس دلائل کے ساتھ اسلامی عقیدہ کا دفاع اور پرچار کیا جائے۔ اسی غرض سے 'محدث' نے اپنے شائع کردہ مضامین میں، معاشرے میں پھیلی ہوئی شرک و بدعت، خرافات، بدعقیدگی اور جہالت کا عملی تعاقب و تردید کر کے قلمی جہاد کا فریضہ سرانجام دیا ہے اس ضمن میں شائع کردہ چند مضامین یہ ہیں:

- الاسلام هو التوحيد كله (اکرام اللہ ساجد)[2]
- شرک اور اس کی مروجہ صورتیں (عبدالرحمٰن کیلانی)[3]
- کفر کی کتنی اقسام ہیں؟ (حافظ ثناء اللہ مدنی)[4]
- بدعت اور صالح مرسلہ (اداریہ)[5]
- بدعت کی اقسام اور احکام (شیخ صالح الفوزان 'مترجم')[6]
- آزادی نسواں کا فریب (مولانا تقی عثمانی)[7]

1۔ صدیقی، محمد اسلم، ڈاکٹر، روح القرآن، جلد ہشتم، ادارہ ھدی الناس، لاہور طبع دوم، ۲۰۱۲ء، ص ۲۹۹

2۔ ماہنامہ محدث، جلد ۱۳، شمارہ ۴-۵، فروری مارچ ۱۹۸۳ء، ص ۲-۱۳

3۔ ایضاً، جلد ۳۴، شمارہ ۱، جنوری ۲۰۰۲ء، ص ۱۲-۳۸؛ ایضاً، جلد ۳۴، شمارہ ۳، مارچ ۲۰۰۳ء، ص ۳۴-۴۲

4۔ ایضاً، جلد ۱۵، شمارہ ۷، اپریل ۱۹۸۵ء، ص ۱۰-۱۱

5۔ ایضاً، جلد ۳۷، شمارہ ۲، فروری ۲۰۰۵ء، ص ۲-۵

6۔ ایضاً، ص ۳۲-۵۲

7۔ ایضاً، جلد ۳۶، شمارہ ۱۱، نومبر ۲۰۰۴ء، ص ۱۰۲-۱۰۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ بحث

باب اول کی فصل سوم "ماہنامہ محدث کے اغراض و مقاصد" میں بتایا گیا ہے کہ ماہنامہ محدث ایک بلند پایہ علمی، دینی اور اصلاحی مجلہ ہے۔ عناد اور تعصب کے زہر ہلاہل کو ختم کر کے مخلص اور خالص اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے شفاف اور واضح راہیں ہموار کی ہیں۔

اس فصل میں بتایا گیا ہے کہ اسلامی روایات اور اقدار کو فرسودہ نہ سمجھا جائے بلکہ اسلام ایک ایسا دین حنیف ہے جو ہمیشہ قائم و دائم رہے گا اور اس کی اقدار و روایات کو کبھی زوال نہیں۔ اس فصل میں بتایا گیا ہے کہ غیر مذاہب کے ساتھ ایسا سلوک رکھا جائے جس سے غیرتِ اسلامی اور احیاء دین کو نقصان نہ پہنچے۔

تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے گر و بیان کیے گئے ہیں۔ حلال و حرام میں تمیز کی گئی ہے۔ عبادات و معاملات کے ساتھ اخلاقیات کا درس دیا گیا ہے۔ آئین و سیاست سے بے گانہ نہیں ہونا چاہیے۔ جہالت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا اسلامی اقدار میں شامل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب دوم: ماہنامہ محدث اور تہذیب و ثقافت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول: تہذیب وثقافت؛ مفہوم وماہیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تہذیب وتمدن کا تعارف

تمام کائنات کی سلطنت، خلقت اور ملکیت اس ذاتِ واحد کی ہے جو قادرِ مطلق ہے، تمام مخلوقات طوعاً وکرھاً اپنی پیشانیاں اس کے سامنے سجدہ ریز کرنے پر مجبور ہیں:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ[1]

"بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر قرار پکڑا، رات سے دن کو ڈھانک دیتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا ہوا آتا ہے، اور سورج اور چاند اور ستارے اپنے حکم کے تابعدار بنا کر پیدا کیے، اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم فرمانا، اللہ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔"

تہذیب خالص انسانی تخلیق ہے اور انسان ہی اس کا واحد ضامن ہے لیکن انسان تہذیب کے جراثیم ماں کے پیٹ سے لے کر نہیں آتا اور نہ جبلی طور پر تہذیبی عمل میں شریک ہوتا ہے۔ اس کو بات چیت کرنا، آلات اور اوزار استعمال کرنا، اپنے سماجی فرائض کو ادا کرنا، معاشرے ہی سے سیکھنا پڑتا ہے یعنی تہذیب کی اساس گو انسان کی جسمانی ساخت پر ہے لیکن تہذیب کا کردار غیر جسمانی ہے۔ تہذیب اور انسان لازم وملزوم حقیقتیں ہیں۔ یعنی انسان کے بغیر تہذیب کا وجود ممکن نہیں اور نہ تہذیب کے بغیر انسان، انسان کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ تہذیب انسان کی نوعی انفرادیت ہے۔ یہی انفرادیت اس کو دوسرے جانوروں سے نوعی اعتبار سے ممتاز کرتی ہے۔[2]

1۔ الاعراف: ۷/ ۵۴

2۔ لمحات فی الثقافۃ الاسلامیہ، ص ۳۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدیم معاشرے میں فرد کا تصور موجود نہیں تھا اور قرونِ وسطیٰ بلکہ نشاۃِ ثانیہ کے بعد تک یہ تصور ابھر کر سامنے نہ آیا۔ تب اجتماعی شناخت ہی اصل شناخت تھی۔ انسان اپنے قبیلے، برادری، علاقائی گروہ وغیرہ کے ذریعہ شناخت پاتا تھا۔ لہٰذا بیرونی دنیا کے ساتھ اس کے تعلق کی نوعیت بھی شخصی نہیں بلکہ اجتماعی نوعیت کی تھی۔ وہ چیزوں کو بھی ویسے ہی تصور کرنے لگا جیسے خود کو تصور کرتا تھا۔ جس طرح انسان انبوہ یا گروہ میں رہتے تھے۔ اسی طرح ان کے گرد وپیش میں بھی روحوں کا گروہ موجود تھا۔ رفتہ رفتہ قبیلوں اور برادریوں میں باہمی لڑائیوں اور تضادات کا سلسلہ شروع ہوا، غالب آنے اور مغلوب کرنے کی کشمکش کے نتیجے میں معاشرہ طبقات میں منقسم ہوا، یہ تبدیلیاں کسی ایک علاقے یا تہذیب میں نہیں بلکہ اپنے اپنے مرحلے پر تمام تہذیبوں میں ہوئیں۔

انسان نے مسائل پر قابو پانے کی کوشش کی اور جیسے جیسے وہ مشکلات پر حاوی ہوتا گیا وہ متمدن اور ترقی یافتہ ہوتا گیا۔ مذہب کی ترقی نے انسان کی اقلیت کو اکثریت میں بدل دیا، قبیلے ضروریاتِ زندگی کی تحصیل کے لیے ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں، ایک ملک سے دوسرے ملک میں اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں ہجرت کرتے رہے، انہی کاوشوں اور جستجو کے مراحل نے انسانی تہذیب کا بیج بو دیا تھا۔

اسلامی تہذیب ایک ایسے ہی معاشرے کی بنا بنتی ہے، جس میں انسان کی اشرفیت اور عظمت قائم ہو، کیونکہ یہ موجودات تو انسان کے فائدے اور تسخیر کے لیے ہیں۔ چنانچہ ان چیزوں کی حیثیت انسان کے مقابلے کچھ بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے برتری کا معیار مال و دولت اور خاندان و نسل کو نہیں بلکہ عمدہ اخلاق اور خوفِ خدا کو قرار دیا ہے۔ اب چاہے کوئی بھی انسان جو کسی بھی رنگ و نسل اور علاقے سے تعلق رکھتا ہو، اپنے اندر تقویٰ، حسنِ خلق جیسی صفات پیدا کریں، تو وہ اللہ کی نظر میں فضیلت حاصل کر لیتا ہے۔ اس شخص کے مقابلے میں جو ظاہری شکل وصورت اور مال و دولت تو رکھتا ہے لیکن تقویٰ جیسی صفت سے خالی ہے۔ عمدہ اخلاق اور خوفِ خدا ہی انسانیت کا اصل ہے۔

اسلام کی عملی تہذیب و ثقافت نے سنتِ رسول ﷺ اور اُسوۂ نبی ﷺ سے تشکیل پائی ہے دوسرے لفظوں میں اسلام کی عملی ثقافت کا اصل نام اسلام کی زبان میں سنتِ رسول ﷺ اور اسوۂ نبی ﷺ ہے۔ اسلام تہذیب کسی شخص یا گروہ یا قوم کی فکری کاوشوں کی رہینِ منت نہیں بلکہ وحی اور رسالت کا عطیہ ہے اور وہ لفظ ہے "سنتِ رسول ﷺ اور اسوۂ حسنہ"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لہذا جب کبھی اور جہاں کہیں یہ ثقافت برپا ہو گی اس کی واحد شکل اتباعِ سنت ﷺ اور اُسوۂ نبوی ﷺ کی پیروی ہو گی۔

تہذیب کا معنی و مفہوم

لفظ تہذیب کے لیے عربی زبان میں الحضارۃ، الثقافۃ اور المدینۃ کے الفاظ مستعمل رہے ہیں۔ ان ہی الفاظ کے لیے انگریزی کا لفظ Civilization استعمال کیا گیا۔[1] جبکہ ثقافت کے لیے انگریزی میں لفظ Culture استعمال کیا گیا ہے۔[2]

صاحبِ لسان العرب ابن منظور کے مطابق تہذیب کا لفظ عربی زبان میں (ہ۔ذ۔ب) مادہ سے باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کے لغوی معنی ہیں۔ کانٹ چھانٹ کرنا، اصلاح کرنا، خالص کرنا، سنوارنا اور تیزی، اچھے اخلاق والے کو مہذب بھی کہتے ہیں۔[3]

لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ اس لفظ کے مفہوم میں وسعت پیدا ہو گئی چنانچہ اب یہ لفظ طرزِ زندگی اور اندازِ معاشرت کے لیے بھی مستعمل ہے۔

دنیا میں رہنے والی ہر قوم کی ایک خاص طرزِ زندگی، معاشرت اور الگ طور طریقے ہیں جو اسے دوسری اقوام و ملل سے ممیز کرتی ہے چنانچہ ان ظاہری اعمال اور عادات و اطوار کو تہذیب کہتے ہیں۔ لیکن یہ بات بھی طے ہے کہ ہر عمل اور عادت کے پیچھے ایک خاص فکر اور سوچ ہوتی ہے جو اس طرزِ زندگی اور عادات واطوار کے لیے محرک بنتی ہے۔ یہی منفرد عادات اور طور طریقے، اس قوم کی تہذیب کہلاتی ہے۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور زندگی کے ایک بڑے میدانِ عمل سے لے کر ایک معمولی گوشے تک، اپنے ماننے والوں کے لیے ہدایات کا ایک خزانہ رکھتی ہے۔ چنانچہ تہذیب جیسے اہم معاملے سے بھی اسلام صرفِ نظر نہیں کر سکتا۔

---

1 - A New Dictionary of Scientific & Technical Term, P.132

2 - Ibid, P.185

3۔ ابن منظور الافریقی، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، دار صادر الطبعۃ الثالثۃ، بیروت، ج ۱، ص ۷۸۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سلطنتِ روم اور فارس کی ریاستیں جہاں تکنیکی و فنی ترقی اور شہری زندگی عروج پر تھی، متمدن ریاستیں کہلاتی تھیں۔یونیورسل انگلش ڈکشنری میں معاشرتی،اخلاقی اور ذہنی نشوونما کو تہذیب کا نام دیا گیا ہے:

> "A state of social, moral, intellectual and industrial development."[1]

انسائیکلوپیڈیا آف دی سوشل سائنسز Encyclopedia of The Social Sciences میں تہذیب کے معنی یوں بیان کئے گئے ہیں:

> "The term 'Civilization' although derived from Latin is only an indirect derivation. In classical Latin the adjective civils and the substantive civilitas denote general qualities connected with the citizen (civis) and more particularly a certain politeness and amiability, especially as shown by supervisors."[2]

> "تہذیب کی اصلاح اگرچہ لاطینی زبان سے ماخوذ ہے کلاسیکی لاطینی زبان میں مذہب اور بنیادی معاشرتی اکائی کی خصوصی اصطلاحات عام طور پر شہریوں کی عمومی خصوصیات اور خاص طور پر ایک طرح کی شائستگی اور اچھے اطوار کی عکاس ہیں۔جن کے اظہار خاص طور پر رہنمائی کرتے ہیں۔"

دی ورلڈ بک ڈکشنری The World Book Dictionary میں تہذیب کے معنی یوں بیان کئے گئے ہیں:

> "Civilized condition, advanced stage in social development."[3]

> "تہذیب یافتہ حالت،سماجی ترقی کی ایک ترقی یافتہ شکل"

---

1 .Wyld, Henry Cecil ،The Universal Dictionary Of The English Language ، Hugh Buss, M.A Cantab, P.188

2 . Edwin Robert Anderson Seligman and Alvin Saunders Johnson, Encyclopaedia of the Social Sciences, Macmillan Publishers,1930-1967, Vol.3-4, P.525

3 - Clarence Barnhart, World Book Dictionary,Robert Barnhart, 1963, Vol.I, P.377

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی تہذیب کا لفظ ایک حقیقی معاشرتی حالت سے ماخوذ کیا گیا تھا، یعنی ایک شہری ایک تہذیبی حالت میں "وحشیانہ پن" جو کہ ایک اور سماجی حالت سے بظاہر بالکل متضاد ہے۔ جبکہ یہ سماجی حالت ایک بیرونی گروہ کی زندگی کا بیان ہے۔

'تہذیب' نام ہے ان اجتماعی رویوں کا جو کسی سوسائٹی کے تصورِ انسان، تصورِ کائنات اور تصورِ خدا سے وجود میں آتے ہیں اور تمدن نام ہے ان فروعی مظاہر کا جو ان رویوں کی تفصیلی صورت گری کرتے ہیں جیسے ایک عمارت کی تعمیر میں اس کا مقصد، عمارت کا نقشہ، طرزِ تعمیر، عمارت کا مقصدِ تعمیر کے مناسب ہونا، یہ سب گویا تہذیب ہیں اور اس عمارت کا رنگ و روغن، نقش و نگار اور زینت و آرائش اس کا تمدن ہیں۔[1]

سبط حسن تہذیب کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کسی معاشرے کی بامقصد تخلیقات اور سماجی اقدار کے نظام کو تہذیب کہتے ہیں۔"[2]

سبط حسن تہذیب کا لفظ عام طور سے 'شائستگی' کے ہم معنی مراد لیتے ہیں۔ "مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا مہذب یا تعلیم یافتہ ہے تو اس سے ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ شخص مذکورہ کی بات چیت کرنے، اُٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے کا انداز اور رہن سہن کا طریقہ ہمارے روایتی معیار کے مطابق ہے۔ وہ ہمارے آدابِ مجلس کو بڑی خوبی سے ادا کرتا ہے اور شعر و شاعری یا فنونِ لطیفہ کا ستھرا ذوق رکھتا ہے۔"[3]

ڈاکٹر جمیل جالبی (۱۸۷۵ء-۱۹۳۶ء) اپنی کتاب "پاکستانی کلچر" میں لفظ تہذیب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ ۲۵۰، جولائی، ۲۰۰۱ء؛ سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، ص:۷، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۲ء

2۔ سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، ص۱۷

3۔ ایضاً، ص۱۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"عربی زبان میں لفظ تہذیب کے لغوی معنی ہیں درخت تراشنا، کاٹنا اور اس کی اصلاح کرنا، فارسی زبان میں اس کے معنی ہیں 'آراستین و پیراستن، پاک و درست و اصلاح و نمودن' یہ لفظ مجازی معنی میں شائستگی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جس میں خوش اخلاقی، اطوار و گفتار اور کردار کی شائستگی شامل ہے۔"[1]

تہذیب کا زور خارجی چیزوں اور طرزِ عمل کے اس اظہار پر ہے؛ جس میں میں خوش اخلاقی، اطوار، گفتار اور کردار شامل ہیں اور لفظ ثقافت کا زور ذہنی صفات پر ہے، جن میں علوم وفنون میں مہارت حاصل کرنا اور ترقی دینے کی صفات شامل ہیں۔[2]

جہاں تک مسلم دنیا کے مفکرین کا خیال ہے وہ قوم کے علوم و آداب، فنونِ لطیفہ، صنائع و بدائع، اطوارِ معاشرت، اندازِ تمدن، نمائش ملبوسات وغیرہ کو نفس تہذیب نہیں مانتے اور نہ اس کو تہذیب کی اصل تصور کرتے ہیں بلکہ وہ اس کو کسی بھی تہذیب کے نتائج و مظاہر اور شجرِ تہذیب کے برگ و بار گردانتے ہیں۔[3]

تمدن کا معنی و مفہوم

تمدن کا لفظ مدن سے ہے جس کے معنی شہریت کے ہیں، اس کے علاوہ مندرجہ ذیل ہیں:

شہر میں سکونت اختیار کرنا، شہری لوازمات اختیار کرنا، شہر بسانا، اقامت اختیار کرنا اور مل جل رہنا۔[4]

اصطلاح میں تمدن سے مراد کوئی فعل یا کام باہم مل کر کرنے یا فرائض و حقوق کو پورا کرنا ہے۔ زندگی کی معمولی ضروریات درپیش ہوں یا بڑی انفرادی مسائل حیات ہوں یا اجتماعی، جن مادی اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے یہی سب مل کر بالآخر تمدن کی شکل اختیار کر لیتے ہیں مثلاً سکول و مدارس کا قیام ہو، حفاظتی اقدامات ہوں یا انسان کی شہری قواعد وضوابط ہو یا اس قبیل کے دیگر مسائل و حل، یہ سب تمدن کی ذیل میں آتے ہیں۔

المعجم الوسیط میں المدینہ کا معنی المصر "الجامع" یعنی شہر بیان کیا گیا ہے، نیز درج ہے:

1۔ جمیل جالبی، پاکستانی کلچر، ص ۴۷

2۔ ایضاً، ص ۴۸

3۔ ایضاً، ص ۱۰

4۔ ابن منظور الافریقی، لسان العرب، ج ۱، ص ۷۸۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمدن: عاش عیشۃ اھل المدن أخذنا بّسباب الحضارۃ[1]

"تمدن: ہم نے تہذیب کو اختیار کیا، ایسی وجہ سے شہروں کے لوگوں نے لمبی زندگی گزاری۔"

جبکہ الحضارۃ کے معنی یوں بیان کیے گئے ہیں:

مظاھر الرقی العلمی والفنی والادبی والاجتماعی فی الحضر[2]

"یعنی علمی، فنی، ادبی اور اجتماعی سرگرمیوں کا شہر میں ظاہر ہونا۔"

تمدن کا لفظ عربی زبان کے لفظ مدن سے ہے، جس کے معنی ہیں "Urbanization"۔[3] جس کا مطلب ہے شہری زندگی۔ الصحاح میں اس کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

مجموعۃ من المساکن المستقلۃ لھا کیان ذاتی وتمنح الشخصیۃ المعنویۃ، ویوکل الیھا الاشراف علی الموافق المحلیۃ التی تعنی سکافھا۔[4]

یعنی تمدن سے مراد ایسی مستقل آبادیاں، جہاں سہولیاتِ زندگی اور فنی و تکنیکی ترقی عروج پر ہو اور اشراف اور معززین اُس کی طرف رجوع کرتے ہوں، کو مدینہ کہا جائے گا۔"

حضارۃ میں شہری زندگی کی ترقی یافتہ حالت جس میں شہری سہولیات، فنی و تکنیکی ترقی کے ساتھ ساتھ آداب واطوار اور روحانی تزکیہ کی اصلاح بھی شامل ہو، جبکہ تمدن سے مراد ایسی شہری زندگی جہاں سہولیاتِ زندگی تو موجود ہوں لیکن اخلاقی وروحانی پہلو کی کمی ہو۔

1۔ طبرانی، سلمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (260-360ھ)، المعجم الاوسط، ریاض، سعودی عرب، مکتبۃ المعارف، 1405ھ ج ۲، ۸۶۵

2۔ ایضاً، ج ا، ص ۱۸۰

3۔ جوہری، ابو نظر اسماعیل بن حماد، الصحاح، مکتبہ عباس احمد الباز، مکہ مکرمہ، دار الکتب العلمیہ، اشاعت: ۱۹۹۹ء، بیروت، ج ۲، ص ۴۸۴

4۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تہذیب و تمدن میں فرق

عرف عام میں تو تہذیب و تمدن الفاظ مترادفہ سمجھے جاتے ہیں لیکن تہذیب کا تعلق انسانی معاشرے میں لوگوں کا میل جول، اٹھک بیٹھک، تعلیم و تعلم، سیر وسیاحت اور ان سب کے لیے حکومتی انتظامات کرنا، یہ تمدن ہے لیکن یہ تمام افعال کس سوچ و نظریے کو ظاہر کرتا ہے، کن عقائد کے تحت یہ سب کچھ ہوتا ہے اور لوگ مجموعی طور پر ان کو اپنا لیتے ہیں۔ چنانچہ یہ تمدن اپنی تہذیب کی عکاسی کر رہا ہے۔

اس کو ہم اس مثال سے اچھی طرح واضح کر سکتے ہیں کہ اگر تہذیب، روح ہے تو تمدن جرارح۔ اگر تمدن زندگی کی پیڑ ہے تو تہذیب اس پیڑ کی جڑ ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ اس لیے یہ بات بھی یہاں واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کسی درخت کی شاخیں مختلف ہوں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ جڑ تو بہر حال دونوں کی ایک ہی ہے اور اس کی وجہ سے ان میں کچھ نہ کچھ مشابہت بہر کیف پائی جاتی ہے۔ پہلی صدی ہجری میں اسلام تقریباً ۳ براعظموں میں پھیل چکا تھا لیکن تہذیب کے ایک ہونے کے باوجود ضروریاتِ زندگی کے اختلاف کی وجہ سے تمدن میں فرق تھا۔ لیکن ان سب میں بنیادی طور پر جو روح کار فرما تھی۔ وہ آقائے دو جہاں ﷺ کی تعلیمات کا ماحصل تھا۔ تہذیب و تمدن میں یہ خفیف سا فرق موجود ہے۔

ثقافت کا تعارف

ثقافت ایک ایسی عادت اور خو ہے جن کی تعمیر قدروں کی مضبوط بنیاد پر ہوتی ہے۔ اسلام کے پاس انسانی معاشرے اور ثقافت کے ناقابلِ شکست قواعد وضوابط موجود ہیں، جو قیامت تک انسانیت کے لیے بہترین معاشرت اور ثقافت کی تعمیر کی جاسکتی ہے۔ اصل میں اسلامی نظامِ حیات میں ایک زبردست لچک ہے۔ اسلام جہاں بھی گیا، اس معاشرے کی قابلِ فطرت چیزوں کو اپنا لیا اور غیر فطری طور طریقوں کو مسترد کر دیا۔ چنانچہ وہ تہذیب، وہ ثقافت اور وہ تمدن اسلامی ہو گئی۔

عربی ثقافت اور تہذیب و تمدن میں بہت سے طور طریقے اسلامی ثقافت کے مطابق تھے۔ اس لیے عربی تہذیب و ثقافت اسلامی کہلائی۔ پھر اسلام ایشیاء اور افریقہ کے جن جن علاقوں تک پھیلا۔ ایران، عراق، افغانستان،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان، شام، مصر وغیرہ سبھی ممالک اور علاقوں کی پسندیدہ طور طریقوں کو اپنایا اور وہی زبانیں، وہی عادات واطوار اسلامی کہلائیں۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ تہذیب و ثقافت اور تمدن تینوں اصطلاحات، ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ البتہ ماہرینِ لغت وفن کی تعریفات کی بنا پر ان کے درمیان ایک خفیف سا فرق درمیان موجود ہے۔

ثقافت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

ثقافت کا لفظ "ثقف "صفت کے صیغے سے مشتق ہے، معنی ہیں عقلمند وہوش مند، ماہر وباکمال، "ثقاف" اس آلہ کو کہتے ہیں جس کی مدد سے نیزہ کو استوار کیا جاتا ہے۔ تثقیف الرماح و تسویتھا[1] نیزہ کو درست کرنا، اصلاح کرنا۔ ابن منظور افریقی 'لسان العرب' میں "ثقافۃ" کے معنی مہارت و کمال کے کرتے ہیں۔ "ثقف" ماہر وزود فہم کو کہتے ہیں۔[2] یہ لفظ کبھی فتح اور غلبے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ[3]

سو اگر کبھی آپ ﷺ انہیں لڑائی میں پائے تو انہیں ایسی سزا دے کہ ان کے پچھلے دیکھ کر بھاگ جائیں تاکہ انہیں عبرت ہو۔

ثقافت لفظ ثقف سے بنا ہے جس کا مادہ ث۔ق۔ف ہے۔ لسان العرب میں ابن منظور نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں:

ثقف: ثقف الشئ ثقفا وثقافا وثقوفة: حذقه ورجل ثقف اوثقف: حاذق فهم وأتبعوه فقالوا ثقف لقف وقال ابو زياد رجل ثقف لقف رام راو اللحياني: رجل ثقف لقف وثقيف لقيف بين

1۔ الجوہری، الصحاح فی اللغۃ العلوم، ج۴، ص۲۸

2۔ ابن منظور، آبی الفضل، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۹۹۴ء ص ۶۸۴

3۔ الانفال، ۸/۵۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الثقافة واللقافة۔ ابن السکیت رجل ثقف لقف اذا کان ضابطا لما
یحوبه فالما به ویقال ثقف الشئ وهو سرعة التعلم [1]

امام راغب اپنے رسالہ الثقافۃ میں لکھتے ہیں:

الثقافة: هل هي إلا اصلاح النفس الصحيح الكامل بحيث يكون صاحبها مرآة الكمال والفضائل... اصلاح الفاسد و تقويم المعوج [2]

"ثقافت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ نفس کی صحیح اور کامل اصلاح ہے۔ اس طرح کہ مثقف آدمی کی ذات کمال و فضائل کا آئینہ ہو... فاسد کی اصلاح اور ٹیڑے کو سیدھا کرنا ثقافت ہے۔"

ثقافت کے لیے انگریزی میں کلچر (Culture) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس یونانی الاصل لفظ کو مغربی دنیا میں بیکن نے متعارف کروایا۔ کلچر میں بھی تراش خراش کر درست کرنے کا مفہوم موجود ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں کلچر کے یہ معنی بیان کے گئے ہیں:

"Intellectual development The cultivation or development (of the mind, menners etc) improvement by education and training."[3]

کلچر اسم ہے، جس کے معنی زراعت، فلاحت، پرورش، تہذیب اور ترقی ہیں۔ دی انسائیکلوپیڈیا آف فلاسفی میں اس کے ایک معنی یوں بیان کئے گئے ہیں:

"The word, "Culture" in its social, intellectual, and artistic senses is a metaphorical term derived from the act of cultivating the soil (Latin Cultura)."[4]

"ثقافت کا لفظ اپنے عمرانی، عقلی اور فن کارانہ احسان میں ایک استعارائی اصطلاح ہے جو کہ زمین فلاحت کے عمل سے لی گئی ہے۔"

1۔ ابن منظور، لسان العرب، ج ۷، ص ۱۹

2۔ راغب الطباخ، الثقافۃ، المکتبۃ الاھلیۃ، بیروت، ۱۹۴۹ء، ص ۱۹-۲۶

3 . The Oxford English Dictionary, Vol.1, 21.

4 . The Encylopedia of Philosophy, Vol.II, P.273

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے اپنے ایک مضمون "ثقافت" میں ثقافت کے لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "ثقافت کا لفظ عربی سہ حرفی مادہ ثقف ہے۔ جس کے معنی ہیں، درست کرنا، سنوارنا اور بل نکالنا۔ چنانچہ تیر کو آگ میں بپا کر سیدھا کرنے کو تثقیف کہتے ہیں۔"[1]

ثقافت اس آلہ کو کہتے ہیں جس سے نیزے سیدھے کیے جاتے ہیں۔ اسی مفہوم میں حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صفت میں یہ جملہ استعمال کیا کہ "اَقَامَ اَوَدِہٖ بِثِقَافِہٖ" یعنی اپنی تدابیر سے مسلمانوں کی کجی دور کر کے ان کو سیدھا کر دیا۔[2]

ای بی ٹیلر کے نزدیک (E.B. Tylor)

> Culture or civilization, taken in its broad, enthnographic sense, is that complec whole which includes knowledge, belief, art, morals, law, customs and any other capabilities and habits acquired by man as a member of Society.[3]

> "کلچر اس کل مجموعے یا ضابطے کا نام ہے، جس میں مذہب، عقائد، علوم، فنون، اخلاقیات، عادات، رسوم اور وہ تمام رجحانات وماور شامل ہیں، جو انسان معاشے کا فرد ہونے کی حیثیت سے حاصل کرتا ہے۔"

بقول فیضی:

> The word "Culture" is clearly akin to the world "Cultivation". It menas the practice of cultivating the soil, the cultivation of plants and animals, any thence the training of the human body and mind.[4]

> "لفظ "ثقافت" واضح طور پر دنیا "کاشت" سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس میں مٹی کی کاشت، پودوں اور جانوروں کی کاشت، انسانی جسم اور دماغ کی تربیت کا رواج ہے۔"

---

1 - The Encylopedia of Philosophy, Vol.II, P.273

2۔ راغب الطباخ، الثقافۃ، ج ا، ص ۲۵

3 . Encyclopedia of Britannica, Vol.12, 95, The Unifersity of Chiego, USA, 1986.

4 . Fyzze, Asaf, A, Islamic Culture, International Book House, Bombay, 1944, P-3

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان تعریفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ثقافت نام ہے افکار و نظریات میں ایسے سلجھاؤ اور ترتیب کا جو عملی زندگی کے لیے بہترین بنیاد بن سکیں۔ گویا ثقافت ایک ایسی اصطلاح ہے جس میں طرزِ معاشرت یا طریق زندگی کے تمام نمونے آجاتے ہیں۔ یعنی انسانوں کے رہنے سہنے، ملنے جلنے اور کھانے پینے کے تمام طریقے اس میں آجاتے ہیں۔

ثقافت کے لیے تہذیب کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ تہذیب کے لغوی معنی بھی شاخ تراشی کرنا، پاکیزہ کرنا اور درست کرنا بیان کیے جاتے ہیں۔[1]

بیگ بی "Bagby" کچر کی تعریف بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> "A Culture, we can say, is the aggregate of cultural regularities found in a group of local communities."[2]
>
> "ہم کہہ سکتے ہیں کہ "ایک تہذیب" مقامی آبادیوں کے ایک گروہ میں پائی جانے والی ثقافتی باقاعدگیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔"

ثقافت اور تہذیب میں فرق

معنوی اعتبار سے ثقافت اور تہذیب کو عموماً مترادف کہا جاتا ہے۔ اگرچہ کچھ مفکرین نے ان دونوں الفاظ میں معمولی فرق کی نشاندہی بھی کی ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی اپنی کتاب "کتاب کلچر" میں تہذیب اور کلچر پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "کلچر کے سلسلے میں اب تک ہمارے ہاں دو الفاظ استعمال ہوتے رہے ہیں۔ ان میں ایک لفظ تہذیب ہے اور دوسرا لفظ ثقافت ہے۔ تہذیب کا لفظ صدیوں سے نہ صرف ہماری زبان بلکہ عربی و فارسی میں مستعمل ہے۔ یہ لفظ مجازی معنی میں شائستگی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس میں خوش اخلاقی، اطوار، گفتار اور کردار کی شائستگی شامل ہے جبکہ لفظ ثقافت کا تعلق ہمارے ذہن سے ہے۔ اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ لفظ تہذیب کا تعلق خارجی اظہار سے ہے جبکہ ثقافت کا تعلق ذہنی

1۔ بلیلاوی، عبدالحفیظ، مصباح اللغات، اسلامک اکادمی، لاہور، 1988ء، ص ۹۸۵

2 . Culture and History, P.103

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفات سے ہے جن میں علوم وفنون میں مہارت حاصل کرنا اور ترقی دینے کی صفات شامل ہیں۔"[1]

جمیل جالبی نے تہذیب اور ثقافت کے لیے ہی لفظ 'کلچر' استعمال کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"میں نے لفظ تہذیب اور ثقافت کے معانی یکجا کر کے ان کے لیے ایک لفظ 'کلچر' استعمال کیا ہے۔ جس میں تہذیب اور ثقافت دونوں کے مفہوم شامل ہیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ کلچر ایک ایسا لفظ ہے جو زندگی کی ساری سرگرمیوں کا، خواہ ذہنی ہوں یا مادی، خارجی یا داخلی احاطہ کر لیتا ہے۔"[2]

فیضی نے ثقافت اور تہذیب میں درج ذیل فرق کی نشاندہی کی ہے:

"Civilization, it is said, is what we use culture, what we are, culture is the inward spirit, civialization, on outward manifestation."
"Culture is the intellectual side of civilization."[3]

" کہا جاتا ہے، تہذیب وہ ہے جسے ہم ثقافت کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، ثقافت: ہماری باطنی روح، تہذیب اور ظاہری مظہر پر عکاسی کرتی ہے۔"

"ثقافت تہذیب کا فکری پہلو ہے۔"

اس فرق کی نشاندہی کے باوجود تہذیب وثقافت کو مترادف استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مولانا مودودیؒ نے ان دونوں الفاظ کو ہم معنی قرار دیا ہے۔ سید مرحوم اپنی "اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی" کے دیباچے میں تہذیب کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لوگ سمجھتے ہیں کہ کسی قوم کی تہذیب نام ہے اس کے علوم و آداب، فنون لطیفہ، ضائع وبدائع، اطوار، معاشرت، انداز تمدن اور طرز سیاست کا، مگر حقیقت میں یہ نفسِ تہذیب نہیں ہیں، شجر تہذیب کے برگ وبار ہیں...... کسی تہذیب کی

1۔ جمیل جالبی، پاکستانی کلچر، ص ۴۷-۴۸

2۔ ایضاً، ص ۴۸-۴۹

3 .Islamic culture, p.5

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدر و قیمت ان ظاہری صورتوں اور نمائشی ملبوسات کی بنا پر متعین نہیں کی جا سکتی۔ ان سب کو چھوڑ کر ہمیں اس کی روح تک پہنچنا چاہیے۔"[1]

بقول فیضی:

"Islamic culture" is used ordinarily in three different senses.
It may menas first, the highest intellectual level or standard produced during some period of Islamic domination.
Secondly, it may mena the achievement of islam in the realms of literature, science and art, considered historically.
Thirly, when the politician speaks of the Islamic cuture, and says that it must be "protected"
He wishes to protect the muslim way of life."[2]

"اسلامی ثقافت" کو عام طور پر تین مختلف معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔
یہ سب سے پہلے، اسلامی تسلط کے کسی دور میں پیدا ہونے والی اعلیٰ ترین فکری سطح یا معیار ہے۔
دوم، یہ ادب، سائنس اور فن کے میدانوں میں اسلام کی کامیابی کو قرار دے سکتا ہے، جسے تاریخی طور پر سمجھا جاتا ہے۔
تیسرا، جب سیاست دان اسلامی ثقافت کی بات کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ اسے "محفوظ" ہونا چاہیے۔
وہ مسلمانوں کے طرز زندگی کی حفاظت کرنا چاہتا ہے۔"

ثقافت کے مختلف معانی ایک دوسرے کے ساتھ باہم مربوط ہیں جن میں مشترک چیز علم ہے، کیونکہ عقل وفہم، فن اور ذکاوت کا تعلق بہر صورت علم سے ہے، اس لیے ہم اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص، مختلف میدان ہائے فن میں کمال وصلاحیت رکھنے والے اشخاص کے لیے "مثقف" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

1۔ مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص۸

2 .Islamic culture, 6-7

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماہرین فن کے مطابق ثقافت ایک ایسا موروثی علم ہے جس کے مطابق آنے والی نسلیں اپنی زندگیاں گزارتی ہیں۔ روایات و نظریات ہوں، عادات واطوار ہوں یا دیگر افعال و امثال، ان سب کی امتیازی حیثیت کی وجہ سے ایک قوم سے ممتاز و ممیز نظر آتی ہے۔

خلاصہ بحث

یہ باب ماہنامہ محدث اور تہذیب و ثقافت کے تعارف پر مشتمل ہے۔ اس باب میں تہذیب و ثقافت کا پس منظر اسلام سے قبل اس کی صورت حال اور اسلام کی آمد کے بعد اس میں واقع ہونے والی تبدیلیوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ باب تین فصول پر مشتمل ہے۔

فصل اول تہذیب وثقافت کے تعارف پر مشتمل ہے۔ اس فصل میں تہذیب و تمدن اور ثقافت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کے ساتھ ساتھ اس کی مختلف جہات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس فصل میں بنیادی ماخذ کے ساتھ ساتھ عقلی اور نقلی دلائل سے بتایا گیا ہے کہ تہذیب و تمدن کیا ہے اور ثقافت اور تہذیب میں کیا فرق ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم: سید الانبیاء ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا کی مختلف ثقافتیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان کائنات میں واحد مخلوق ہے جسے علم و فہم کا وہ مقام عطا کیا گیا جو دیگر مخلوقات کائنات کو نہیں ہے۔ اس فہم سے وہ اپنی ذات سے باخبر ہے۔ اپنے گردوپیش میں بسنے والی حیات و انواع کائنات کو دیکھ سکتا ہے۔ انہیں سمجھنے کے لیے علوم و فنون کا سہارا لے سکتا ہے یا انہیں مرتب کر سکتا ہے۔ اس قدر وسیع صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے آج وہ خلاء میں داخل ہو چکا ہے۔ جہاں اس کا اگلا پڑاؤ مریخ ہے لیکن اتنی ترقی کے باوجود وہ آج بھی اپنی تخلیق پر حیران و پشیمان ہے۔ وہ اس جستجو میں ہے کہ کسی بھی طرح اپنے جیسا ایک انسان تخلیق کر ڈالے۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ اس علم و فہم کی وسعت کے باوجود اس میں گہرائی ابھی تک نہ آ سکی۔ وہ اپنی تخلیق سے حیران ہونا تو سیکھ گیا لیکن اس خالق تک نہ پہنچ سکا۔

اِسلام سے قبل دنیا کی تہذیبی صورتِ حال

بعثتِ محمدی ﷺ سے قبل دنیا میں تصوراتِ تہذیب اور آدابِ معاشرت مکمل طور پر مسخ ہو چکے تھے۔ ہر طرف ظلم و ستم، جبر و تشدد اور وحشت و بربریت نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ کفر و الحاد اور ظلم و جہالت کی تاریکی نے عالم انسانیت کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ عرب کی حالت دنیا کے دوسرے خطوں سے زیادہ دگرگوں تھی۔ جاہلیت اور نفس پرستی کی وجہ سے ان کی اخلاقی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی۔ شراب نوشی، عورتوں کا عریاں رقص، لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا، لاتعداد بیویاں رکھنا اور والد کے مرنے کے بعد دیگر چیزوں کے ساتھ ساتھ اپنی ماؤں کو بھی آپس میں بانٹ لینا اور بیویاں بنا کر رکھنا یا فروخت کر دینا عام تھا۔ بعض قبیلوں کا پیشہ ہی چوری، لوٹ مار اور قتل و غارت گری تھا۔[1]

جو عورت بیوہ ہو جاتی اسے ایک سال کی عدت گزارنا پڑتی اور اسے نہایت منحوس سمجھا جاتا ایک سال تک اسے غسل اور منہ ہاتھ دھونے کے لئے پانی تک نہ دیا جاتا اور نہ پہننے کے لئے لباس ہی فراہم کیا جاتا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

1۔ حسن، حسن ابراھیم، تاریخ الإسلام السیاسي والدیني والثقافي والاجتماعي، مکتبۃ النھضۃ المصریۃ، القاھرۃ، ۱۹۳۵ء، ج۱، ص65،66

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كانت امرأة إذا توفی زوجها دخلت حفشا ولبست شر ثيابها ولم تمس الطيب حتی تمر بها سنة[1].

"جب کسی عورت کا خاوند مر جاتا تو وہ ایک کوٹھڑی میں داخل ہو جاتی، خراب کپڑے پہن لیتی اور خوشبو کو ہاتھ تک نہ لگاتی یہاں تک کہ سال گزر جاتا۔"

بے حیائی اس حد تک عام ہو چکی تھی کہ حج کے موقع پر ہزاروں لوگ جمع ہوتے لیکن قریش کے سوا سب مرد اور عورتیں برہنہ حالت میں طواف کرتے۔ حشرات الارض یعنی چھپکلی، بچھو، چھچھوندر، چوہے اور سانپ تک کھا جاتے، یتیموں کا مال کھانا اور غریبوں کو ستانا عام تھا۔ معاشی زندگی میں سود کا نظام رائج تھا۔ عورتوں اور بچوں تک کو گروی رکھ دیا جاتا۔ لوگ بچیوں کو زندہ در گور کر دیتے۔

دفن البنت وهي حي[2] "لوگ بچیوں کو زندہ در گور کر دیتے۔"

أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا أَهْلَ جَاهِلِيَّةٍ وَعِبَادَةِ أَوْثَانٍ فَكُنَّا نَقْتُلُ الْأَوْلَادَ وَكَانَتْ عِنْدِي ابْنَةٌ لِي فَلَمَّا أَجَابَتْ وَكَانَتْ مَسْرُورَةً بِدُعَائِي إِذَا دَعَوْتُهَا فَدَعَوْتُهَا يَوْمًا فَاتَّبَعَتْنِي فَمَرَرْتُ حَتَّى أَتَيْتُ بِئْرًا مِنْ أَهْلِي غَيْرَ بَعِيدٍ فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا فَرَدَّيْتُ بِهَا فِي الْبِئْرِ وَكَانَ آخِرَ عَهْدِي بِهَا أَنْ تَقُولَ يَا أَبَتَاهُ يَا أَبَتَاهُ فَبَكَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى وَكَفَ دَمْعُ عَيْنَيْهِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَحْزَنْتَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهُ كُفَّ فَإِنَّهُ يَسْأَلُ عَمَّا أَهَمَّهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَعِدْ عَلَيَّ حَدِيثَكَ فَأَعَادَهُ فَبَكَى حَتَّى وَكَفَ الدَّمْعُ مِنْ عَيْنَيْهِ عَلَى لِحْيَتِهِ ثُمَّ قَالَ لَهُ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ وَضَعَ عَنِ الْجَاهِلِيَّةِ مَا عَمِلُوا فَاسْتَأْنِفْ عَمَلَكَ.[3]

1۔ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفی عنها زوجها، 5: 2042، رقم: 5024؛ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الإحداد، 2: 1124، رقم: 1489؛ نسائی، السنن، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی عدة المتوفی، 6: 201، رقم: 3533

2۔ نووی، شرح صحیح مسلم، 10: 17؛ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 7: 91

3۔ الدارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمٰن، التمیمی، ابو محمد، سنن الدارمي، کتاب الطهارة، باب مَاكَانَ عَلَيْهِ النَّاسُ قَبْلَ مَبْعَثِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْجَهْلِ وَالضَّلَالَةِ، رقم الحدیث: ۲، انصار السنہ پبلیشرز، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم جاہلیت اور بت پرستی کی قوم تھے اور میری ایک بیٹی تھی، اور جب میں نے اسے بلایا تو اس نے جواب دیا، اور وہ میری بات سے خوش ہوتی۔ چنانچہ میں نے ایک دن اسے بلایا، اور وہ میرے پیچھے چلی آئی، اور میں اپنے خاندان کے ایک کنویں کے پاس پہنچا جو زیادہ دور نہیں تھا۔ پس میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنویں میں ڈال دیا۔ اور اس کے ساتھ میرا آخری عہد یہ تھا کہ تم کہو گے، "اوہ، میرے والد، میرے والد۔" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روتے رہے یہاں تک کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو تھم گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا تم پریشان ہو؟ آپ نے فرمایا، "رک جاؤ، کیونکہ وہ اس کے بارے میں پوچھ رہا ہے جو اس کے لئے اہم ہے." پھر اس نے اس سے کہا، "مجھے اپنی بات بتاؤ۔" وہ روتا رہا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں سے آنسو اس کی داڑھی سے نکل گئے۔ پھر فرمایا کہ خدا نے جاہلیت سے ان کے کاموں کو معاف کر دیا ہے، لہٰذا اب اپنے اچھے کام شروع کرو۔"

ان تمام نقائص و عیوب کے باوجود اہل عرب میں کچھ ایسی خصوصیات بھی تھیں جو آج کے مہذب اور ترقی یافتہ دور میں بھی ہمیں نظر نہیں آتیں مثلاً ایفائے عہد حجاز کا عرب نہ کسی کا محکوم تھا اور نہ ہوس ملک گیری رکھتا تھا۔ شروع سے لے کے اس وقت تک کسی غیر نے ان پر حکومت نہیں کی تھی۔ اہل عرب کی مہمان نوازی اپنے اور بیگانوں سب کے لئے عام تھی۔[1] لیکن ان سب خوبیوں کو ان کی بدکرداری، ظلم و عیاشی نے اپنے ناپاک دامن میں چھپا رکھا تھا کیونکہ بے شمار برائیوں میں چند خوبیاں دب کر رہ جاتی ہیں۔

مزید یہ کہ ان کے نزدیک اچھائی اور برائی میں کوئی فرق نہیں تھا۔ وہ ہر کام عادتاً کرتے تھے۔ یہی کیفیت ان کی مذہبی دنیا میں بھی تھی۔ مذہبی ذوق کی تسکین کے لئے انہوں نے بت تراش رکھے تھے مگر پرستش کے باوجود وہ اپنے معبودوں کے تابع نہیں تھے۔ جو من میں آتا کر ڈالتے تھے۔ نسلی تفاخر اپنی آخری حدوں کو چھو رہا تھا وہ ہر غیر عرب کو عجم (گونگا) کہا کرتے تھے۔[2]

1۔ حسن ابراہیم حسن، تاریخ الاسلام، 1: 65،66

2۔ ایضاً، 1: 65،66

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الغرض اس وقت پورا عرب ظلم و جہالت اور اندھیر نگری کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ جس وقت اسلام دنیا میں آیا، مشرق و مغرب دونوں جہانوں پر جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ آج ان ممالک میں بسنے والی قومیں اپنے ثقافتی ماضی کی عظمت کے بارے میں جو کچھ بھی کہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ظہور اسلام سے بہت پہلے ان اقوام کی علمی وثقافتی سرگرمیاں ختم ہو چکی تھیں اور وہ جمود و اضمحلال کی زندگی بسر کر رہی تھیں۔

تہذیبوں کی شناخت

تہذیبوں کی شناخت کے لیے عصر حاضر کے عظیم ماہرِ عمرانیات اور مؤرخ آرنلڈ جے ٹائن بی کی کتاب A Study of History کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ٹائن بی کے الفاظ میں:

> "Our twenty one specimens of this species of societies are cases in point. For although in our day, all but seven of the twenty one are extinct, and although the majority of these seven are now unmistakalbly in decay, it is evident, on the other hand, that even the shortest-lived and least successful of these twenty one societies did achieve at least some measure of growth after it had come to birth. But the twenty one developed civilizations and the four abortive civilizations are not the only examples of civilizations that an empirical survey reveals to us. If we now look further, we shall come across specimens of yet a third class. We shall find examples of civilizations which have not been abortive yet have not developed either, but have been arrested after birth.[1]

"معاشروں کی ان انواع کے ہمارے اکیس نمونے مثالی ہیں۔ کیونکہ اگرچہ ہمارے زمانے میں، اکیس میں سے سات کے علاوہ باقی سب معدوم ہو چکے ہیں، اور اگرچہ ان ساتوں کی اکثریت اب بلاشبہ زوال کا شکار ہے، دوسری طرف، یہ بھی واضح ہے کہ ان اکیس میں سے سب سے کم عمر اور کامیاب بھی۔ ایک معاشرہ اپنی پیدائش کے بعد کم از کم ترقی کی کچھ مقدار حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن اکیس ترقی یافتہ تہذیبیں اور چار ناکارہ تہذیبیں تہذیبوں کی واحد مثالیں نہیں ہیں جو ایک تجرباتی سروے سے ہمیں پتہ چلتا ہے۔ اب اگر ہم مزید دیکھیں تو ہمیں تیسرے درجے کے

1 . Orned J. Tain, A Study of History, Vol-III, P.1

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمونے ملیں گے۔ ہمیں ایسی تہذیبوں کی مثالیں ملیں گی جو اب تک ناکارہ نہیں ہوئی ہیں اور نہ ہی ترقی کر پائی ہیں بلکہ پیدائش کے بعد گرفتار ہو گئی ہیں۔"

ٹائن بی نے ۲۱ تہذیبوں کا ذکر کیا ہے جن میں آج سات موجود ہیں۔[1]

ٹائن بی نے جن زندہ تہذیبوں کا ذکر کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1. ہمارا مغربی معاشرہ
2. مشرقِ ادنیٰ میں آرتھوڈوکس مسیحیت کا مرکزی معاشرہ
3. اس کی روسی شاخ
4. اسلامی معاشرہ
5. ہندو معاشرہ
6. چین میں مشرقِ اقصیٰ کا مرکزی معاشرہ
7. اس کی جاپانی شاخ

ماہرین عمرانیات نے چار ناکام (Abortive) تہذیبوں بیان کی ہیں۔ ٹائن بی کے نزدیک:

"ہماری تلاش و جستجو سے انیس معاشروں کا سراغ لگا جن میں سے اکثر کو ایک یا ایک سے زیادہ کے ساتھ نسبتِ ابوت و ابنیت حاصل ہے، یعنی معاشرہ، آرتھوڈوکس، ایرانی معاشرہ، عربی معاشرہ (آخری دوہ معاشرے اب اسلامی معاشرے کی شکل میں متحد ہیں)، ہندو معاشرہ، مشرقِ اقصیٰ کا معاشرہ، یونانی معاشرہ، سریانی معاشرہ، ہندی معاشرہ، چینی معاشرہ، منوی معاشرہ، سمیری معاشرہ، حِتی معاشرہ، بابلی معاشرہ، مصری معاشرہ، آنڈی معاشرہ، میکسیکی معاشرہ، یوکاٹانی معاشرہ، مایائی معاشرہ۔ ہمارے نزدیک یہ بھی مناسب ہے کہ آرتھوڈوکس مسیحی معاشرے کو دو حصوں میں بانٹ لیا جائے: اول؛ آرتھوڈوکس بیز نطینی معاشرہ اور دوسرا آرتھوڈوکس روسی معاشرہ۔ اسی طرح مشرقِ اقصیٰ کے معاشرے کے دو حصے ہیں:

---

1 - The abortive Far Western Christian, Abortive For Eastern Christian, Abortive Seandinaian, and Abortive Syriac, (A Study of History, 3/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک چینی معاشرہ، کوریا اور جاپان کا معاشرہ۔ یوں معاشروں کی تعداد (۲۱) اکیس بن جاتی ہے۔"[1]

دو درجن تہذیبوں میں سے پچھلے دس ہزار سال سے اب تک سات تہذیبیں زندہ ہیں۔ تہذیبیں چاہے معدوم ہوں یا زندہ، ان کو تین گروپوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول 'Maize Group' یعنی مکئی کی کاشت کرنے والی تہذیبیں، دوم 'Rice Group' یعنی چاول کاشت کرنے والی تہذیبیں، سوم 'Grain Group' یعنی گندم یا اناج کاشت کرنے والی تہذیبیں۔ "Maize Group" اس نے دو تہذیبوں کی نشاندہی کی ہے۔ ایک آنڈی تہذیب (Adndean Civilization) دراصل طویل شمالی و جنوبی پہاڑی سلسلہ ہے جو کہ ۷۰۰۰ کلومیٹر کے لگ بھگ رقبہ گھیرے ہوئے ہے۔ ان میں ارجنٹائن، کولمبیا، کمبوڈیا، پیرو، چلی، ایکواڈور اور وینزویلا کے ممالک خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ جو تقریباً ۱۵۰۰ قبل مسیح سے شروع ہوئی اور انکا سلطنت (Inca Empire) کی شکل اختیار کی۔ لیکن ۱۶۰۰ عیسوی میں بیرونی حملہ آوروں کے ہاتھوں تباہی کا شکار ہوئی۔[2]

ہر تہذیب کسی نہ کسی چیلنج کے مقابلے میں تشکیل اور تخریب کا شکار ہوتی رہی اور یوں تہذیبوں اور معاشروں کا ارتقاء وجود میں آتا رہا۔ کیرل کوئیگلے (Carroll Quigley) نے سولہ تہذیبوں کی نشاندہی کی ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

Name	Dates	Empire	Invaders
Mesopotamian	6000-300 B.C.	Persian	Greeks
Egyptian	5500-300 BC	Egyptian	Greeks
Indic	3500-1500 BC	Harappa	Aryans
Creatan	3000-1100 BC	Minoan	Dorians
Sinic	2000BC-AD.400	Han	Huns
Hittie	1900-1000 BC	Hittie	Phrygians
Canaanite	2200-100 BC	Punic	Romans

1۔ آرنلڈ جے. ٹائن بی، مطالعہ تاریخ، مترجم: غلام رسول مہر، ناشر: مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۴ء ج ۱، ص ۷۸

2.Retrievedform:.
http://www.historyworld.net/wrlhis/plaintexthistories.asp?historyid=ab59#ixzz0g5LYO77O

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

Name	Dates	Empire	Invaders
Classical	1100-BC-A.D. 500	Roman	Germans
Mesoamerican	1000 BC-AZ 1550	Astec	Europeans
Andean	1500 BC-AD 1600	Inca	Europeans
Hindu	1500 BC-AD 1900	Mogul	Europeans
Islamic	600-1940	Ottoman	Europeans
Chinese	400-1930	Manchu	Europeans
Japanese	100 BC-AD 1950	Tokugawa	Europeans
Orthodox	600-	Soviet	
Western	500[1]		

عالمی منظر نامہ

انسانیت، آمریت اور شہنشاہیت کے ظلم کا شکار تھی۔ شرفِ انسانی کی ہر قدر پامال ہو چکی تھی۔ جزیرہ نمائے عرب ہی نہیں پوری دنیا ظلم و جبر کا منظر پیش کر رہی تھی۔ انسانی حقوق کا ہر تصور حکمرانوں کی انا کی گرد میں گم ہو چکا تھا۔ قبل اَز بعثتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روم اور ایران اپنے وقت کی عالمی طاقت (super powers) کی حیثیت رکھتے تھے۔ اپنے وقت کی یہ سپر پاورز تہذیبِ نسلِ انسانی کے ارتقاء کی بجائے چھوٹے اور کمزور ممالک پر غلامی کی سیاہ رات مسلط کر کے ایک غیر فطری احساسِ برتری کے لا علاج مرض میں مبتلا تھیں۔ طبقاتی کشمکش تمام تر قباحتوں کے ساتھ ابن آدم کا مقدر بنی ہوئی تھی۔ سماجی برائیوں کا چنگل ذہنِ انسانی تک محیط ہو چکا تھا۔

تاریخ کا سفر جاری رہا اور سیاسی، سماجی، روحانی اور اقتصادی زنجیروں کی گرفت سے بچنے کی ہر سعی ناکام ہونے لگی۔ ایرانیوں اور رومیوں کے حکمران طبقے پُر آسائش زندگی گزار رہے تھے۔ حکمرانوں کے گرد خوشامدیوں کا ٹولہ جمع ہو چکا تھا۔ علاوہ ازیں اہلِ ہنر بھی ان حکمرانوں کی دہلیز پر کھنچے چلے آرہے تھے۔ یہ اہلِ کمال بھی اپنا کمال ان حکمرانوں کی پر آسائش زندگیوں کو مزید پر آسائش بنانے کے لئے استعمال کرتے۔ شاہی خزانے سے انعام پاتے اور

1 The Evolution of Civilization, p37

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکمران عوام کے خون پسینے کی کمائی سے اپنے عشرت کدے سجاتے، عوام کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک ہوتا۔ حکمران اور محکوم طبقوں کے درمیان نفرت کی ایک وسیع خلیج حائل تھی، ظلم کا بازار گرم تھا اور سلطانی جمہور کے کہیں بھی آثار نظر نہ آتے تھے۔

عیسائی دنیا بھی عجیب فکری اور نظری تضادات کا شکار تھی۔ آسمانی ہدایت تحریفات کی زد میں تھی۔ چوتھی صدی عیسوی میں نصرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے بہت دور ہو چکے تھے۔ یونانی خرافات سے لے کر رومی بت پرستی تک ہر برائی کو عیسائی دنیا نے اپنے گلے سے لگا رکھا تھا۔ عیسائی مذہب چند بے جان عقائد اور بے کیف مراسم تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔

روم کی مشرقی ریاست میں اجتماعی بدنظمی اپنی انتہاء کو پہنچ چکی تھی۔ مجبور اور مقہور عوام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا اور بڑے پیمانے پر فسادات شروع ہو چکے تھے۔ اخلاق و کردار کی باتیں قصہ پارینہ بن چکی تھیں۔ ہر چیز پر شیطنت غالب تھی۔

غلامی کے ادارے کو اُمراء نے اپنی ضرورت بنالیا تھا۔ رومیوں کے اعلیٰ طبقات نے زمینوں پر قبضہ جما کر غلاموں کی کثیر تعداد کو کھیتی باڑی پر لگا رکھا تھا۔ ان غلاموں کی اولاد بھی خون پسینہ ایک کر کے زمین کا رزق بنتی رہتی۔ رومی غلاموں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرتے۔ پہلی صدی عیسوی میں رومیوں کی فتوحات کا سلسلہ ختم ہوا تو غلاموں کی آبادی میں بھی کمی واقع ہونے لگی جس کے نتیجہ میں محنت کش افراد کی نفری بھی کم ہوگئی بہت سے جاگیر دار جزوی طور پر اپنی زمینیں مزارعوں میں تقسیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ رومی معاشرہ وحشت، درندگی اور بربریت کی علامت بن چکا تھا۔ حاکم و محکوم کے دو طبقے وجود میں آچکے تھے۔ ایک طبقہ امراء کا تھا جس کا مقصد عوام پر حکومت کرنا تھا اور دوسرا عوام کا محکوم طبقہ تھا جو نسل در نسل حکمران طبقے کی خدمت بجالا رہا تھا۔

یورپ میں ابھی تک تہذیب وتمدن اور علم و اخلاق کی صبح نمودار نہیں ہوئی تھی۔ یہ قومیں جہالت و ناخواندگی اور جنگ و جدل میں ڈوبی ہوئی تھیں اور ظلم و جہالت کی تاریکی میں ہاتھ پاؤں مار رہی تھیں۔ مگر بار بار مصائب وحوادث میں گرنے کے باوجود بھی یہ عقل کے ناخن نہیں لے رہی تھیں دوسری طرف یہ قومیں مہذب اور متمدن معاشرہ سے بالکل الگ تھلگ گھٹاٹوپ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی تھیں اور ترقی یافتہ تمام قومیں ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے تقریباًنا آشنا تھیں۔ مشرق و مغرب کے ممالک میں جو انقلاب انگیز واقعات سے تغیرات پیش آرہے تھے ان سے ان قوموں کا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ نہ دینی حوالے سے ان کے پاس کوئی طریق تھا اور نہ سیاسی دنیا میں ان کا کوئی مقام رابرٹ بریفالٹ (Robert Briffault) لکھتا ہے:

> "پانچویں صدی سے لے کر دسویں صدی تک یورپ پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور یہ تاریکی تدریجاً زیادہ گہری اور بھیانک ہوتی جارہی تھی اس دور کی وحشت وبربریت زمانہ قدیم کی وحشت وبربریت سے کئی درجہ زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔۔۔ اس تمدن کے نشانات مٹ رہے تھے اور اس پر زوال کی مہر لگ چکی تھی۔ وہ ممالک جہاں یہ تمدن برگ و بار لایا اور گزشتہ زمانہ میں اپنی انتہائی ترقی کو پہنچ گیا تھا جیسے اٹلی، فرانس وغیرہ میں تباہی، طوائف الملوکی اور ویرانی کا دور دورہ تھا۔"[1]

براعظم ایشیا، یورپ اور افریقہ میں بسنے والے یہودی دنیا کی دیگر تمام اقوام سے اس لحاظ سے ممتاز تھے کہ ان کے پاس آسمانی دین کا بہت زیادہ علم تھا لیکن یہ یہودی دیگر وجوہات کی بنا پر مذہب و سیاست اور تہذیب و تمدن میں وہ مقام نہیں رکھتے تھے کہ دوسروں پر زیادہ اثر انداز ہو سکیں۔ دولت کی ہوس، غرور، تکبر، ہوس پرستی، نسبی تکبر اور قومی غرور کی وجہ سے ان کے اندر مخصوص ذہنیت پیدا ہو گئی تھی۔ جو انہیں عوامی سطح پر آنے سے روکتی تھی۔ راہِ حق سے لوگوں کو منع کرنا ان کی فطرتِ ثانیہ تھی قرآن نے ان کی اخلاقی پستی، مسخ شدہ ذہنیت اور اجتماعی فساد کی بڑی احسن انداز میں نقشہ کشی کی ہے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کی باہمی رقابت چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں اپنی آخری حدوں کو چھو رہی تھی۔ ایک دوسرے کو ذلیل ورسوا کرنے، خون بہانے اور مفتوح اقوام کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جاتا تھا۔ اس سفاکی، جبر و تشدد اور وحشت و بربریت کے اس ماحول میں جس کا مظاہرہ یہ دونوں مذاہب وقتاً فوقتاً کرتے رہتے تھے ان سے کیا توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ اپنے دورِ حکومت میں انسانیت کے پاسبان ہوں گے اور حق و انصاف اور عدل و مساوات کی اقدار کی پاسداری کریں گے۔

---

1 - Robert Briffault, The Making of Humanity, p. 164.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبل اَز اِسلام معروف تہذیبیں

اِسلام کی آمد سے قبل دنیا میں بے شمار تہذیبیں عروج وزوال سے دوچار ہوئیں، لیکن آج چند ایک کے سوا سب اپنا تشخص کھو چکی ہیں۔ ذیل میں بعثتِ نبوی ﷺ سے قبل کی چند تہذیبوں کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

(1) سمیری تہذیب (Sumeric Civilization)

جنوبی عراق میں شمال کی طرف سے ایک نئی قوم کے لوگ آکر آباد ہوئے۔ یہ لوگ اپنے ساتھ دھات کے استعمال کی ترقی یافتہ صنعت اور کمہار کے چاک کی ایجاد لے کر آئے تھے۔ 3000 قبل مسیح سے کچھ عرصہ قبل جنوبی عراق پر اس اجنبی قوم کا قبضہ ہو گیا جو ایک متمدن قوم تھی اور یوں سمیری تہذیب وجود میں آئی۔[1]

(2) مصری تہذیب (Egyptian Civilization)

اہلِ مصر بھی شاندار تہذیبی روایات کے حامل تھے۔ سمیری تہذیب، مصری تہذیب سے قدیم تھی۔ اہلِ مصر ایک ترقی یافتہ قوم تھے۔ ان کا کلچر سمیری کلچر سے مختلف تھا اور انفرادیت کا حامل تھا۔ مصری قوم میں لیبیا، مغربی ایشیا، سامی، سوڈانی اور نوبیائی لوگ بھی شامل تھے اور یوں ایک مخلوط تہذیب وجود میں آئی جو ثقافتی اعتبار سے بھی توانا روایات کی حامل تھی۔ حکمران فرعون کہلاتے اور ملک کے سیاہ و سفید کے مالک ہوتے۔ عوام سے بیگار لی جاتی اور ان کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا جاتا۔ عوام حکمرانوں کے لئے عالی شان عمارتیں تعمیر کرنے اور ان کی ہوسِ ملک گیری کے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دیتے۔[2]

(3) حِتّی تہذیب (Hittite Civilization)

حِتی آریائی نسل سے تعلق رکھنے والے مختلف قبائل کو کہتے تھے۔ یہ لوگ 3000 قبل مسیح کے وسط تک اپنے اصل وطن بحیرہ کیسپین میں آباد تھے۔ بوجوہ یہ قبائل شام سے ہوتے ہوئے اناطولیہ جا پہنچے۔ وہاں انہوں نے مقامی لوگوں سے ابتدائی اصول وضوابط سیکھے اور پھر شاہراہ ترقی پر گامزن ہو کر 1600 قبل مسیح انہوں نے ایشیائے کوچک میں ایک منظم اور طاقتور حکومت قائم کی۔ حتی تہذیب سمیری اور مصری تہذیب کے بعد وجود میں آئی اس لئے ان دو بڑی تہذیبوں سے اس نے بھرپور استفادہ کیا۔[3]

---

1 - Arnold J, Toynbee, A Study of History, Abridgement by D.C. Somervell, 1947, p.27.
2 - Ibid
3 - Ibid, p.29.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)فونیقی تہذیب(Phoenician Civilization)

فونیقی دراصل سامی النسل لوگ تھے۔ ان کے آباؤاجداد 2800 قبل مسیح کے قریب خلیج فارس کے علاقے سے ساحل شام کے علاقے میں منتقل ہوئے۔ یہاں انہوں نے شہر آباد کئے جو مختلف دستکاریوں کے مراکز تھے۔ تجارت ان کا واحد ذریعہ معاش تھا۔ یہی تجارت ان کی منفرد تہذیب کی بنیاد بنی۔ انہوں نے لسانی اعتبار سے بھی کمال ترقی کی۔ ان کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زبان کی تمام آوازوں کو 22 حروف تہجی میں لکھنے کا آغاز کیا۔ ان کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اسپین کے ساحلوں تک رسائی حاصل کی اور رفتہ رفتہ وہاں اپنی نو آبادیاں قائم کر لیں۔[1]

(5)یونانی تہذیب(Greek Civilization)

یونان 1600 قبل مسیح ایک نیم وحشی ملک تھا۔ 2000 قبل مسیح آریا نسل کے جو لوگ یونان میں آئے تھے وہ تہذیب سے اتنے ہی نابلد تھے جتنے مقامی لوگ۔ آٹھویں صدی کے وسط سے یونانی قوم میں بیداری کی لہر پیدا ہوئی اور ترقی کے آثار نظر آنے لگے۔ سابقہ چار صدیوں کے دور کے یونانی لوگ مشترکہ تہذیب وتمدن کی بعض مخصوص اور منفرد خصوصیات قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ شہری ریاست اگرچہ یونان سے قبل سمیری تہذیب میں معرض وجود میں آچکی تھی لیکن جتنا انہماک اور شوق یونانیوں نے ظاہر کیا اور شہری ریاستوں کے تصور کو اپنی تہذیب کا حصہ بنالیا اتنا جوش وخروش خود سمیری تہذیب میں بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ یونانی تہذیب وتمدن کے دو بنیادی رجحان فلسفہ اور سائنس تھے جو بعد میں یورپی اقوام کی مادی ترقی کا باعث بنے۔[2]

(6)ایرانی تہذیب(Iranian Civilization)

تہذیب وتمدن کے ابتدائی مراکز میں سے جنوب مغربی ایران کا علاقہ خاص اہمیت کا حامل تھا۔ خلیج فارس سے ملا ہوا یہ علاقہ قدیم زمانے میں "علام" کے نام سے مشہور تھا۔ آثارِ قدیمہ کی دریافتوں سے یہ چیز ثابت ہو چکی ہے کہ سمیری تہذیب کے ابتدائی زمانے سے علام کے مرکزی شہر سوسا میں ایک ترقی یافتہ تمدن موجود تھا۔ ظہورِ اسلام

1 - Arnold J, Toynbee, A Study of History, p.52.
2 - Ibid

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے وقت ایران ایک طاقتور ملک گردانا جاتا تھا۔ عسکری حوالے سے بھی اور تہذیبی حوالے سے بھی اس لئے ایران کو اس عہد کی سپر پاور سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

عرب کے مشرق میں ایران ہمیشہ سے اس بات کا مدعی تھا کہ فلسفہ وحکمت نے وہاں نشو ونما پائی اور بعد میں یونان پہنچے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ازمنہ قدیمہ میں حکمائے یونان "مغانِ پارس" ہی سے ریاضت و مجاہدہ کے آداب سیکھنے جاتے تھے۔ مگر ظہورِ اسلام سے کچھ پہلے جہالت کی جو آندھی دنیا میں چل رہی تھی، ایران بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ فارس کا قدیمی علمی وحکمی سرمایہ سکندر لوٹ کر لے گیا تھا۔ ساسانی عہد میں اس نقصان کی تلافی کی کوشش کی گئی مگر وہ علمی اعتبار سے اتنی غیر اہم تھی کہ تاریخ نے اس کی تفصیل یاد رکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی حالانکہ ایران کی سیاسی فتوحات اور ملکی عظمت کی جزئیات تک محفوظ ہیں۔[1]

اسلام سے پہلے ایران کی اخلاقی بنیادیں زمانہ دراز سے متزلزل ہو چکی تھیں۔ فکری اور نظری زوال وانحطاط ایرانیوں کی سوچوں پر غالب تھا۔ بہرام نے، جو چھٹی صدی عیسوی میں ایران کا حکمران تھا، اپنی بہن سے ازدواجی تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ چناں چہ ابن جریر طبری رقم طراز ہیں:

وكانت لبهرام أخت يقال لها كردية من أتم النساء وأكملهن وكان تزوجها[2].

"شاہ بہرام کی کردیہ نامی ایک بہن تھی جو تمام عورتوں سے بڑھ کر نہایت خوبصورت اور کامل ترین تھی۔ اس نے اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر رکھے تھے۔"

علامہ شہرستانی لکھتے ہیں:

وكان مزدك ينهى النّاس عن المخالفة والمباغضة والقتال ولما كان أكثر ذلك إنّما يقع بسبب النساء والأموال، أحل النساء وأباح الأموال[3].

---

1 - Arnold J, Toynbee, A Study of History, p.15, 112.

2۔ الطبری، محمد ابن جریر، ابی جعفر، علامہ (838ء تا 923ء)، تاریخ الامم والملوک، (تاریخ طبری)، نفیس اکیڈمی، اردو بازار، کراچی، مترجم، ڈاکٹر محمد صدیق ہاشمی، اپریل، ۲۰۰۴ء، 1: 465

3۔ شہرستانی، الملل والنحل، 1: 248

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"مزدک لوگوں کو آپس کے اختلافات غصہ اور جھگڑوں سے منع کرتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ سب کچھ عورتوں اور مال وزر کی وجہ سے ہو رہا ہے تو اس نے عورتوں اور مال وزر کو تمام لوگوں کے لئے حلال قرار دے دیا۔"

ابن جریر طبری ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

حتّی کانوا یدخلون علی الرجل في دارہ فیغلبونه علی منزله ونسائه وأمواله لا یستطیع لامتناع منهم[1].

"یہاں تک کہ وہ کسی بھی آدمی کے گھر میں گھس جاتے تھے اور مال وزن پر قبضہ کر لیتے اور صاحبِ مکان ان کے خلاف کچھ بھی نہ کر سکتا۔"

عیاش اور بدمست لوگوں نے مزدک کی تحریک کو ابھارا۔ اس تحریک کو سرکاری سرپرستی بھی حاصل تھی۔

(7) رُومی تہذیب (Roman Civilization)

رومی سلطنت اپنے زمانے کی دوسری سپر پاور تھی۔ یہ اپنے وقت میں دنیا کی سب سے بڑی حکومت تھی جو بحیرہ روم کے چاروں طرف تین براعظموں پر پھیلی ہوئی تھی۔ رومی ایک جاندار اور شاندار تہذیب کے وارث تھے۔ صنعت و حرفت میں بھی رومی اپنی مثال آپ تھے اور صحیح معنوں میں ایک سپر پاور تھے۔ رومی تہذیب یونانی کلچر سے متاثر تھی۔ رومیوں نے مقامی تہذیبوں کے ملاپ سے ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی مگر اخلاقی اور قومی سطح پر رومی تہذیب بتدریج زوال کا شکار تھی۔ گو جزیرہ نمائے عرب کو رومی کسی خاطر میں نہیں لاتے تھے لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکی دور کے بعد جب ریاست مدینہ کی داغ بیل پڑی اور اسے داخلی اور خارجی استحکام کے بعد جب اس کا سامنا رومی تہذیب سے ہوا تو انجام کار اسلام کو اس پر غلبہ نصیب ہوا۔[2]

دو سپر پاور قوتیں

نبی مکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا تہذیب وثقافت اور تمدن سے بالکل نابلد تھی۔ اس وقت کی دو سپر پاور قوتیں سلطنت ایران اور سلطنت روما اپنے تئیں اہلِ عالم کے لیے امن، سلامتی اور تہذیب وثقافت کی ٹھیکہ دار سمجھی

1۔ طبری، تاریخ الامم والملوک 1: 419

2 . Arnold J, Toynbee, A Study of History, Abridgement, p.118.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ لیکن ان کے ہاں انسانیت کا معیار کیا تھا؟ ان کی تہذیب و ثقافت کیا تھی؟ اس کے متعلق اگلے سطور میں کے تعارف اور تاریخی پسِ منظر کے متعلق خامہ فرسائی کی جائے گی۔

تاریک دور (Dark Age)

اہلِ عالم کے لیے یہ دونوں تہذیب و اخلاق کے حوالے سے کوئی عمدہ نمونہ پیش کرنے سے قاصر تھے بلکہ ہر قسم کے فساد و خرابی کے نمائندے تھے۔ ہر قسم کا سامانِ تعیش، ہوائے نفس کی تسکین اور لذت حیات جمع کرنا اور کسی بھی موڑ پر اس میں بس نہ کرنا ان کا وطیرہ بن چکا تھا۔ قوم کے امراء اور اشرافیہ کی حالت تو یہ تھی اور متوسط طبقے کے افراد اشرافیہ کو باعث فخر سمجھنے لگے تھے۔

جبکہ کمزور اور نچلے طبقے کے افراد تو گویا "ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات" کے مصداق ان امراء اور صاحبِ اقتدار لوگوں کی خدمت گزاری کے لیے، ان کی تعیشات کی دستیابی کے لیے تخلیق کیے گئے تھے۔ وہ چوپایوں کی طرح پیٹ بھرتے۔ اگر ان مصائبِ حیات سے فرست ملتی اور غور و فکر کا موقع ملتا تو حالات کی تلخی سے گھبرا کر نشہ آور اشیاء اور سستی تفریحات سے جی بہلاتے۔

چونکہ مذہب کی روشنی ماند پڑ چکی تھی یا حالات نے اس پر گرد ڈال دیا تھا۔ اس لیے اس بے خدا معاشرے میں تہذیبی طور پر انسان، انسانیت کے مقامِ اعلیٰ سے گر کر حیوانی لذتوں پر گرے ہوئے تھے۔ غرض ایک اجتماعی بد نظمی و انتشار اور اخلاقی تنزل و انحطاط کا دور تھا۔ اسے بجا طور پر تاریک دور (Dark Age) کہا جاتا ہے۔[1]

جو مذاہب، اس دور میں موجود تھے ان کے ساتھ ان مذاہب و ادیان کے پیشواؤں نے نئی ترمیمات اور اختراعات سے ان کی وہ شکل بنا رکھی تھی کہ اگر مذکور ادیان کے بانیان زندہ ہو جائیں، تو یقیناً وہ بھی ان کو نہ پہنچان سکتے۔

(8) ہندی تہذیب (Indian Civilization)

ہندوستان بھی عالمی منظر نامے میں ثقافتی اور تہذیبی سطح پر زوال کا شکار تھا۔ ہندوستان میں ہندومت نے بدھ مت کو اپنے اندر ضم کر لیا اور اپنی جنم بھومی سے بدھ مت کا نام و نشان مٹ گیا۔ بدھ مت پر ہندومت اس حد تک

1 - https://www.minhajbooks.com/urdu/book/The-Cultural-and-Civilizational-Import-of-the-Biography-of-the-Holy-Messenger-PBUH/read/txt/btid/1549/

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غالب آ چکا تھا کہ بدھ کے ملک کی صورتحال بھی چنداں قابل رشک نہ تھی۔ مغل، ترک اور جاپانی مشرق اور وسط ایشیاء میں آباد تھے۔ یہ اقوام اپنے عبوری دور میں سے گزر رہی تھیں۔ ان کے پاس نہ کوئی سیاسی نظام تھا اور نہ کوئی علمی روایت۔ یہ لوگ بت پرستی کی طرف مائل تھے۔

ہندوستان اس وقت اگرچہ ایک سیاسی وحدت نہیں تھا بلکہ ان گنت سیاسی اکائیوں میں منقسم تھا۔ تاہم ہندو مت اپنا ایک ثقافتی پس منظر رکھتا تھا۔ اسی ثقافتی توانائی کی بدولت اس نے بدھ مت اور جین مت کو اپنے اندر ضم کر لیا۔ ہندوستان ذات پات کی حد بندیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ غیر انسانی بنیادوں پر انسانوں کو چار طبقات میں تقسیم کر دیا گیا۔ برہمن کی حاکمیت قائم کرنے کے لئے ہر ناجائز فعل کو جائز قرار دے دیا گیا تھا اور برہمنی سامراج کی گرفت سماج پر اتنی مضبوط تھی کہ برہمنوں کی مرضی کے بغیر حکمران بھی کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔

جنسی خواہشات اور شہوانی جذبات کو ابھارنے والے عناصر جس قدر ہندوستان کے قدیم تہذیب و تمدن میں تھے کسی دوسرے ملک میں نہیں پائے جاتے تھے۔ منوشاستر کے مطابق کتے، بلی، مینڈک، کوے، الو اور شودر کو مارنے کا کفارہ قرار دیا گیا۔ برہمنی سامراج میں عورت انتہائی کسمپرسی کے دن بسر کر رہی تھی۔ مرنے والے شوہر کے ساتھ اسے بھی جل مرنا ہوتا یا ساری عمر بیوگی کی زندگی بسر کرتی اور اسے سماج کے طعنوں کا ہدف بننا پڑتا۔ سرزمین ہند غیر انسانی روایات کی آماجگاہ بن چکی تھی۔ جہالت اور توہم پرستی نے ذہن انسانی کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔[1]

برہمنیت

ہندوستان کا علمی و ثقافتی ماضی کتنا ہی تابناک کیوں نہ رہا ہو، مگر ظہورِ اسلام کے زمانے میں جب بدھ مت کے مقابلے میں "برہمنیت" کو عروج ہوا تو موخر الذکر کے تعصب و تنگ نظری نے اپنے حریفوں کی بیخ کنی کے ساتھ ساتھ ان کی علمی سرگرمیوں کو بھی مٹا ڈالا۔ چنانچہ اگر ان کے علمی و حکمی کارنامے کچھ محفوظ ہیں تو صرف غیر ملکی مثلاً چینی، تبتی یا عرب مصنفین کے یہاں ملتے ہیں۔ شروع میں ان کی طب اور ہیئت کی طرف مسلمانوں نے توجہ کی مگر جلد ہی انہیں اس کی محدودیت کا اندازہ ہو گیا۔ چنانچہ البیرونی نے ۔جو ہندوؤں کے قدیم علوم کو زندہ رکھنے کے لیے مشہور ہے۔ ایک مستقل کتاب بہ عنوان إن رأى العرب في مراتب العدد أصوب من رأى الند فيها (اس

1 . Arnold J, Toynbee, A Study of History, Abridgement, p.389, 425.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب میں کہ مراتب اعداد کے بارے میں ہندوؤں کے مقابلے میں عربوں کی رائے زیادہ صحیح ہے) لکھی اور یہ ثابت کیا کہ علم الحساب -جو ہندوؤں کا عظیم کارنامہ ہے- میں بھی عرب فائق ہیں۔

(9)بازنطینی ثقافت(Byzantinian Civilization)

ظہور اسلام کے وقت بازنطینی تہذیب ارتقائے نسلِ انسانی کے مختلف نشیب و فراز طے کرنے کے بعد شعوری اور لاشعوری سطح پر اپنے زمینی حوالوں کو مضبوط بنا رہی تھی۔ عسکری، تجارتی اور علمی رابطوں اور واسطوں کو مستحکم بنایا جارہا تھا۔ لیکن اسلام جن عظیم ثقافتی اقدار کا امین تھا اس کی کوئی نظیر اس تہذیب میں نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بازنطینی تہذیب بھی مسلم ثقافت کی فکری توانائی کا مقابلہ نہ کرسکی اگرچہ یورپ کے مقابلے میں ہر لحاظ سے یہ ایک زندہ تہذیب تھی۔ مگر یورپ اس وقت جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا البتہ بازنطینی ادب اور فنون لطیفہ کے اثرات مغرب نے بہت کم قبول کئے۔ کیونکہ وہ لاشعوری طور پر مسلم تہذیب و تمدن سے متاثر تھے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ افلاطون اور ارسطو تک مغرب کی رسائی ان تراجم کے ذریعے ہوئی تھی جو عربی زبان میں ترجمہ کر کے مسلم اسپین کی درسگاہوں میں لائے گئے تھے اور یہ تراجم براہ راست نصرانی دانشوروں کے زیر مطالعہ رہے۔ آئندہ صدیوں میں جو جغرافیائی اور تاریخی تبدیلیاں رونما ہوئیں ان کی بنیاد عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رکھ دی گئی تھی اور دعوتِ حق کا کام علمی سطح پر منظم کرنے کے لئے عملی اقدامات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارکہ ہی میں کر لئے گئے تھے جو آگے چل کر بہتر نتائج کی صورت میں برآمد ہوئے۔[1]

یہ تو چند مشہور و معروف تہاذیب اور ثقافتوں کا ذکر اجمالی طور پر کیا گیا۔ ورنہ دنیا کی مجموعی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی۔ چنانچہ اسلام نے پوری دنیا اور سسکتی انسانیت کے لیے حقیقی نجات دہندہ کا کردار ادا کیا۔ انسانی تہذیب وثقافت پر اسلام کے احسانات ان گنت ہیں۔

1 - Dimitri Gutas, Greek Thought-Arabic Culture, The Graeco-Arabic translation movement in Baghdad and early Abbasid society, Routledge, London, 1999, p.185-188.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ بحث

فصل دوم "سید الانبیاء ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا کی مختلف ثقافتیں" میں بعد حضور اکرم ﷺ کی آمد سے قبل دنیا میں موجود کی تہذیب و ثقافت کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس وقت پورا عرب ظلم و جہالت اور اندھیر نگری کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ انسانیت، آمریت اور شہنشاہیت کے ظلم کا شکار تھی۔ شرفِ انسانی کی ہر قدر پامال ہو چکی تھی۔

اس فصل میں تہذیب و ثقافت کی شناخت اور بے شمار تہذیبوں کا ذکر کرتے ہوئے ہزاروں سالوں پر مشتمل کے نام بھی شامل کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ عالمی منظر نامہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں قبل از اسلام معروف تہذیبوں کا بھی تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم: تہذیب کے تقاضے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تہذیب وہ معاشرتی ترتیب ہے جو ثقافتی تخلیق کو فروغ دیتی ہے۔ چار عناصر مل کر تہذیب کو متشکل کرتے ہیں۔ معاشی بہم رسائی، سیاسی تنظیم، اخلاقی روایات اور علم و فن کی جستجو، تہذیب ابتری اور بد نظمی کے خاتمے سے شروع ہوتی ہے کیونکہ جب خوف پر قابو پالیا جاتا ہے تو تجسس اور تعمیری اُپج آزاد ہو جاتے ہیں اور انسان قدرتی طور پر زندگی کی تفہیم و تزئین کی طرف بڑھتا ہے۔

بعض عوامل تہذیب کو متعین کرتے ہیں۔ وہ یا تو اس کے لیے باعثِ تقویت ہوتے ہیں یا اس کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ ان میں سے پہلا عامل ارضیاتی حالات ہیں۔ تہذیب برفانی ادوار کا درمیانی وقفہ ہے۔ کسی بھی وقت یخ بستگی کی یہ لہر دوبارہ کھڑی ہو کر انسانی کارناموں کو برف سے ڈھانپ کر زندگی کو زمین کے کسی چھوٹے سے ٹکڑے تک محدود کر سکتی ہے یا زلزلے کا دیوتا بے نیازی سے اپنے شانے ہلا کر ہمیں ہمیشہ کے لیے تباہ کر سکتا ہے۔

دوسرا عامل جغرافیائی حالات ہیں۔ خطوطِ سرطان وجدی کی گرمی اور اس علاقے میں پائی جانے والی ان گنت طفیلی مخلوق تہذیب کی دشمن ہے۔ کاہلی، بیماری، قبل از وقت بلوغت اور موت زندگی کے ان لوازمات سے، جو تہذیب کی تشکیل کرتے ہیں۔ توانائیاں چھین کر انہیں بھوک اور تولید میں ضم کر دیتی ہیں۔ فنون اور ذہن کے کرنے کو کچھ باقی نہیں رہتا۔ بارش لازمی ہے کیونکہ پانی زندگی کا ذریعہ ہے اور سورج کی روشنی سے زیادہ اہم ہے۔ عناصر کی ناقابلِ فہم لہر نینوا اور بابل جیسے علاقوں کی توڑ پھوڑ کر سکتی ہے۔ جہاں کبھی بادشاہت اور صنعت ہوتی تھی یا برطانیہ اور بگٹ ساؤنڈ جیسے شہروں کی طاقت اور دولت بڑھانے میں مدد کر سکتی ہے۔ جو نقل و حمل اور خبر رسانی کی مین لائن سے دور رہے ہوں۔ اگر زمین فصلوں اور معدنیات کے لیے زرخیز ہے۔ اگر دریا تبادلے کے آسان ذرائع مہیا کرتے ہیں اور اگر ساحل سمندر تجارتی جہازوں کے لیے قدرتی بندرگاہیں موجود ہیں۔ اگر کوئی قوم عالمی تجارت کی شاہراہ پر واقع ہے۔ مثلاً ایتھنز، کارتھیج، فلورنس یا وینس تو جغرافیائی حالات تہذیب کی ترقی میں مدد کرتے ہیں۔ اگرچہ اس کی تخلیق نہیں کر سکتے۔[1]

معاشی حالات زیادہ اہم ہیں۔ کوئی قوم امریکی انڈینز کی طرح باقاعدہ ادارے ایک عالمی ضابطۂ اخلاق اور فنون کی معمولی قسموں کی حامل ہوتے ہوئے بھی اگر شکار کے مرحلے تک محدود رہے اور اپنے وجود کی بقاء کے لیے

1۔ ول ڈیورانٹ، انسانی تہذیب کا ارتقاء، مترجمہ: تنویر جہاں، فکشن ہاؤس، ۱۸-مزنگ روڈ لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانوروں کا پیچھا کرنے پر انحصار کرے تو یہ بربریت سے تہذیب تک کا سفر طے نہیں کر سکے گی۔ ایک عربی بدو جیسا خانہ بدوش بہت زیادہ ذہین اور طاقتور ہو سکتا ہے۔ وہ کردار کی اعلیٰ خوبیوں جرأت، فیاضی اور نیکی کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ لیکن کلچر کی لازمی شرط، غذا کی مسلسل فراہمی کے بغیر اس کی ذہانت شکار کے خطرات اور تجارت کی چالاکیوں میں ضائع ہو جائے گی اور تمدن کی تزئین وزیبائش، تہذیب وتسلیمات اور فنون و آسائش کے لیے کچھ بھی باقی نہ بچے گا۔

کلچر کی پہلی شکل زراعت ہے۔ اس کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب انسان زمین کاشت کرنے کے لیے ایک جگہ ٹھہر جاتا ہے اور غیر یقینی مستقبل کے لیے اشیاء بچا کر رکھ لیتا ہے۔ تحفظ کے اس چھوٹے سے دائرے میں پانی اور غذا کی معقول فراہمی کے سبب وہ اپنے جھونپڑے، معبد، اسکول بناتا، پیداواری آلات ایجاد کرتا اور کتے، گدھے، سؤر اور آخر میں اپنے آپ کو سدھاتا ہے۔ وہ نظم وضبط اور باقاعدگی سے کام کرنا سیکھتا ہے۔ زیادہ طویل عرصے تک زندہ رہتا اور اپنی نسل کے ذہنی اور اخلاقی ورثے کو پہلے سے زیادہ بھرپور انداز میں اگلی نسل تک منتقل کرتا ہے۔[1]

کلچر زراعت کا تقاضا کرتا ہے جبکہ تہذیب شہر کا، ایک پہلو سے تہذیب شائستگی کا لباس ہے اور شائستگی وہ نفاست ہے جو شہر میں بسنے والوں نے صرف شہر ہی میں ممکن سمجھی کیونکہ دولت اور ذہانت جو دیہی علاقوں میں پیدا ہوتی ہے۔ شہر میں جمع ہو جاتی ہیں۔ شہروں میں ایجادات اور صنعت۔ سہولیات تعیشات اور فراغت کو بہت بڑھا دیتی ہے۔ شہروں میں تاجر ملتے اور اشیاء اور خیالات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ تجارت کے ان مقامات پر ذہن ایک دوسرے کے اثرات قبول کرتے ہیں۔ ذہانت تیز ہوتی ہے اور تخلیقی قوت میں ڈھل جاتی ہے۔ شہروں میں کچھ لوگ مادی کاروبار سے علیحدہ ہو کر سائنس، فلسفہ، ادب اور آرٹ تخلیق کرتے ہیں۔ تہذیب کسانوں کے جھونپڑوں سے شروع ہوتی ہے لیکن اس کی افزائش شہروں میں ہوتی ہے۔[2]

تہذیب کے لیے کوئی نسل شرائط نہیں۔ یہ کسی بھی براعظم اور کسی بھی رنگ ونسل پیکن یا دہلی، میمفس یا بابل، ردینا یا لندن، پیرو یا پاکستان میں پیدا ہو سکتی ہے۔ کوئی بڑی نسل تہذیب کو پیدا نہیں کرتی بلکہ یہ بڑی تہذیب ہی

1۔ ول ڈیورانٹ، انسانی تہذیب کا ارتقاء، ص7

2۔ ایضاً، ص۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جو قوموں کو پیدا کرتی ہے۔ جغرافیائی اور معاشی کلچر کو بیدار کرتے ہیں اور کلچر ایک نمونہ (Type) تخلیق کرتا ہے۔ انگریزوں نے انگریزی تہذیب کو تخلیق نہیں کیا ہے۔ اگر وہ اسے اپنے ساتھ ساتھ لئے پھرتا ہے اور مخصوص لباس پہن کر کھانا کھاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس وقت نئی تہذیب تخلیق کر رہا ہے بلکہ وہ اپنی روح پر اس تہذیب کی حکمرانی تسلیم کرتا ہے۔ ایسے ہی مادی حالات کسی اور نسل کے پاس ہوں تو وہ ایسے ہی نتائج پیدا کرے گی۔ جاپان بیسویں صدی میں انگلستان کی انیسویں صدی کی تاریخ نئے سرے سے پیدا کر رہا ہے۔ تہذیب صرف اس اعتبار سے نسل سے تعلق رکھتی ہے کہ مختلف نسلوں کی سست رو باہمی شادیاں اس کی پیش رو ہوتی ہیں اور وہ بتدریج نسبتاً متجانس (Homogeneous) قوم میں رچ بس جاتی ہیں۔[1]

جسمانی یا حیاتیاتی حالات تہذیب کی فقط پیشگی ضروریات ہیں وہ اسے متشکل نہیں کرتیں۔ بعض باریک نفسیاتی عوامل اپنا کام دکھاتے ہیں۔ سیاسی نظم وضبط ہونی چاہیے خواہ یہ ابتری کے قریب ہی کیوں نہ۔ ہو جیسا کہ نشاۃِ ثانیہ کے وقت فلورنس یا روم میں تھی۔ انسانوں کو یہ احساس ہو کہ ہر قدم پر انہیں موت اور ٹیکسوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ذہنی تبادلے کے لیے کچھ نہ کچھ زبان کی وحدت کا ہونا ضروری ہے۔ خاندان، چرچ یا سکول کے ذریعے ایک متحد کرنے والا ضابطۂ اخلاق ہونا چاہیے۔ زندگی کے کھیل میں کچھ ایسے قوانین ہونے چاہیں جن کو وہ بھی تسلیم کریں جو ان کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ آخری بات یہ کہ تعلیم کوئی نہ کوئی تکنیک، خواہ کتنی ہی قدیم کیوں نہ ہو، ہونی چاہیے تاکہ کلچر کی ترسیل ہو سکے۔ نقل، تعلیم، ماں باپ، استاد یا پادری، قبیلے کی روایات اور وراثت، زبان اور علم، اخلاق اور عادات ان تمام ذرائع کے لیے اس کی ٹیکنالوجی اور فنون نئی نسل کے حوالے کرنے چاہیں، کیونکہ یہی وہ ہتھیار ہیں جن کے ذریعے وہ جانور سے انسان بنتے ہیں۔

تہذیبیں نسلی روح کی سیڑھیاں ہوتی ہیں جس طرح خاندانی افزائش اور پھر تحریر نسلوں کو آپس میں مربوط کرتی ہیں۔ مرتے ہوئے لوگوں کو روایات کو نوجوانوں کے حوالے کرتی ہیں۔ اسی طرح طباعت، تجارت اور خبر رسانی کے ہزاروں طریقے تہذیبوں کو یکجا اور مستقبل کی تہذیبوں کے لیے جو کچھ اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اُسے محفوظ رکھتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ مرنے سے پہلے اپنی تہذیبی وراثت کو اپنے بچوں کے سپرد کر دیں۔

1۔ ول ڈیورانٹ، انسانی تہذیب کا ارتقاء، ص ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تہذیب و ثقافتی تبدیلیوں کے اچھے برے اثرات

تاریخ انسانی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں تہذیبی اقدار اور سماجی روایات عام رہیں۔ معاشرے ان کے اثر و رسوخ سے متاثر ہوتے رہے۔ اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ زندگی کے ہر دور میں کسی نہ کسی تہذیب و ثقافت کا عروج رہا۔ یونانی، ایرانی، رومی، اسلامی اور مغربی تہذیبوں نے اپنے اپنے دور عروج میں عالم انسانیت کے ایک خاصے حصے کو متاثر کیا۔ ہر تہذیب اپنے مذہب و ثقافت کی روشنی میں خوبیوں اور خامیوں کے حوالے سے مخصوص خد و خال رکھتی ہے۔ بعض اوقات ایک نکتہ نظر سے کوئی چیز خوبی شمار ہوتی ہے لیکن دوسرے اسے خامی گردانتے ہیں۔ اسی بنیاد پر کبھی کبھار تہذیبوں کا ٹکراؤ بھی عمل میں آجاتا ہے۔ جس دور میں اسلامی تہذیب و ثقافت کا عروج تھا تو اس نے عالم انسانیت پر دور رس نتائج مرتب کیے۔ جہاں جہاں تک وہ روشنی پہنچی لوگوں نے دل و جان سے نہ صرف اسے قبول کیا بلکہ اپنی آبائی تہذیبوں کو خیر آباد کہہ کے اسے اختیار کیا۔ مصر، الجزائر، مراکش، الجیریا، لیبیا، ٹونیشیا، موریطانیہ اور صومالیہ افریقی ممالک ہیں لیکن وہاں کے باسیوں نے اپنی آبائی زبانوں، روایات اور لباس کو چھوڑ کر اسلام کی زبان عربی کو اختیار کیا اور تہذیب اسلامی کے فرزند بن گئے۔ کئی حوادثات زمانہ وقوع پذیر ہوئے لیکن آج بھی وہاں عربی زبان اور اسلامی لباس کو اہمیت حاصل ہے۔

پروفیسر مسعود اختر ہزاروی روزنامہ اوصاف کے ایک آرٹیکل میں لکھتے ہیں:

> "چند سال پہلے مجھے ویسٹ افریقہ جانے کا موقع ملا تو وہاں بھی دیکھا کہ سینیگال، گھنبیا اور نائجا میں پچانوے فیصد لوگ مسلمان ہیں۔ ابھی تک اپنی مقامی زبانوں کے علاوہ عربی سمجھتے اور بولتے ہیں۔ جمعہ کی تقاریر عربی میں ہوتی ہیں۔ سپین میں ایک عرصہ تک اسلامی تہذیب کے عروج کے بعد وہاں سے مسلمانوں کا دیس نکالا ہوئے بھی عرصہ دراز گزر گیا لیکن ابھی تک وہاں کے لباس اور رہن سہن سے اسلامی تہذیب کے نقوش ملتے ہیں۔"[1]

---

1 - https://dailyausaf.com/urdu-columns/news-202011-76877.html

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامی مغربی تہذیب وثقافت میں تضاد و تفاوت

آج کا دور مغربی تہذیب و ثقافت کے عروج کا دور ہے۔ ایک طویل جد وجہد اور علمی کاوشوں کے بعد اس تہذیب نے یہ مقام پایا۔ جہاں سے بھی اچھی روایات ملیں انہوں نے انہیں اپنایا۔ معاشرے میں علم کو عام کیا۔ وقت حالات اور ماحول کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے ممالک میں جدید علوم کی یونیورسٹیز کے جال پھیلا دیئے۔ ہر طرح کی ایجادات اور انکشافات کے ذریعے زندگی کو آسان بنا دیا۔ یہاں تک کہ سخت ترین گرم ممالک میں رہنے والے لوگ بھی فرج، فریزر اور ائرکنڈیشنڈ بنانے کا فن برف میں ڈھکے ان سرد ترین ممالک سے سیکھنے پر مجبور ہیں۔ اگر منصفانہ تجزیہ کیا جائے تو اس حقیقت کو ماننا پڑتا ہے کہ اس تہذیب میں بے شمار خوبیاں ہیں۔ اپنے رویوں میں دیانتداری اور سچائی کو رواج دیا۔ ملاوٹ اور دھوکہ دہی سے باز رہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کی منڈیوں میں ان کی بنائی ہوئی مصنوعات کو اعتماد اور برتری حاصل ہے۔

دوسری طرف دیکھا جائے تو ہمارے ممالک میں ابھی تک صرف گھی اور انڈہ ہی رہ گئے جو دیسی ہو تو پسند کیے جاتے ہیں، باقی ہر چیز جو دل سے پسند کی جاتی ہے وہ ولائتی ہی ہے۔ اگر بغور جائزہ لیا جائے تو وہ تمام خوبیاں جو اس تہذیب میں پائی جاتی ہیں آج سے پندرہ سو سال پہلے ہمارے پیارے نبی ﷺ نے ہمیں ان کی تعلیم دے دی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ سچائی نجات دینے والی اور جھوٹ ہلاک کرنے والا ہے لیکن ہمارے ہاں ارباب اقتدار سے لے کر ایک عام آدمی تک ہر ایک نے شاید یہ ذہن بنا لیا ہے کہ جھوٹ کی بیساکھی کے بغیر ہمیں زندگی میں کامیابی نہیں مل سکتی۔ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں بتا دیا تھا کہ جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں لیکن ہمارے ہاں کیا کوئی چیز ہے جو ملاوٹ کے بغیر ہو۔ دودھ میں پانی اور غذائی اجناس میں نقصان دہ اشیا کی ملاوٹ سے بھی ہم باز نہ آئیں اور دعوی کریں حب رسول ﷺ کا۔ یہ قول و فعل کی تفاوت اور علم و عمل کا تضاد نہیں تو اور کیا ہے؟

قابل تقلید کلچر

مغرب کے کلچر میں ٹریفک کا عمدہ نظام بھی ایک بڑی خوبی ہے جو یقیناً ہمارے ممالک کیلئے قابل تقلید ہے۔ ڈرائیونگ ٹیسٹ اور ٹریفک کے قواعد وضوابط پر عمل درآمد اس لئے بھی بہت اہم ہے کہ اس میں انسانی جانوں کے تلف ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ بیرونِ ملک مقام افراد کے مطابق پاکستان کا ٹریفک کا نظام ایک بہت بڑی دہشت گردی ہے۔ جو ہر روز کئی جانیں نگل جاتی ہے۔ اس کے بھیانک نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ ہر روز کے حادثات میں بلا شبہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سینکڑوں قیمتی جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔ لیکن ارباب اقتدار اور عوام الناس کی طرف سے اس پر کوئی خاطر خواہ توجہ نہیں دی جارہی۔ تہذیب مغرب کی ہر روایت ہمارے ارباب حل و عقد اور اصحاب ثروت یہاں سے اٹھا کے وہاں لے گئے۔ نیو ائیر نائٹ، ویلنٹائن ڈے، نیو برانڈ کی شراب اور رقص و سرود کی محافل مغرب سے بڑھ کر ہمارے ہاں ہیں۔ کیا ممکن نہ تھا کہ کوئی اچھی روایات بھی یہاں سے لے جاتے۔ ان میں سے ایک ٹریفک کا نظام ہے۔ لیکن لگتا یوں ہے کہ شاید خاندانی منصوبہ بندی کے محکمہ کے تحت اسے بھی آبادی میں کمی کیلئے بطور ہتھیار استعمال کر رہے ہیں۔ الامان والحفیظ

مغربی تہذیب کی خامیاں

جہاں تک تہذیبِ مغرب کی خامیوں کا تعلق ہے اس میں فحاشی و عریانی اور جنسی بے راہ روی صف اول میں آتی ہیں۔ خاندانی نظام کا تقدس مجروح ہو چکا ہے۔ رشتوں کا احترام آخری سانسیں لے رہا ہے۔ ہمارے مشاہدے اور دانست کے مطابق ان کی اس فکری بے اعتدالی کا سبب یہ ہے کہ اس حوالے سے ان کے پاس کوئی رول ماڈل نہیں۔ مذہباً عیسائی ہونے کی وجہ سے اہل مغرب کے ہاں دو شخصیات اہمیت کی حامل ہیں حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام۔ ان دونوں ہستیوں کی زندگی کے احوال قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔ ان دونوں ہستیوں کا احترام ہمارے دین کا حصہ ہے۔ لیکن اس تاریخی حقیقت کو ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے بطن پاک سے معجزانہ طور پر بغیر باپ حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے لیکن حضرت مریم علیہا السلام نے زندگی بھر شادی نہیں کی۔ حضرت عیسی علیہ السلام کو بھی 33 سال کی عمر میں زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا گیا اور ان کی شادی بھی ثابت نہیں۔ اس طرح جب نکاح اور شادی کے حوالے سے انہیں کوئی رول ماڈل نظر نہیں آتا تو عقل و خرد کا سہارا لے کر جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں۔ لیکن بحیثیت مسلمان ہم خوش قسمت ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں عفت و عصمت اور خوشگوار ازدواجی زندگی کی مکمل راہنمائی موجود ہے۔ اس کے باوجود اگر ہم بے راہ روی کو اپنائیں تو شومی قسمت کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔ بقول کسے

میں نے دیکھا ہے کہ فیشن میں الجھ کر اکثر
ہم نے اسلاف کی عظمت کے کفن بیچ دیے
نئی تہذیب کی بے روح بہاروں کے عوض
اپنی تہذیب کے شاداب چمن بیچ دیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ بحث

اس فصل میں تہذیبوں اور ثقافتوں کے اچھے بُرے اثرات اور ان کی ضرورت واہمیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس فصل میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح کی تہذیبیں قابل تقلید ہیں اور کس طرح تہذیبوں کو بہتر بنایا جاتا ہے۔ اسلامی اور مغربی میں تضاد وتفاوت کو واضح کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مغربی تہذیبی خامیاں بیان کی گئیں ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب سوم: ماہنامہ محدث میں شائع شدہ تہذیب و ثقافت کے متعلقہ مضامین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول: ماہنامہ محدث میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے متعلق شائع شدہ مضامین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلامی تہذیب کیا ہے؟

اپنے تمام جذبات، افعال، عادات، طرز رہائش، معاشرت، معیشت، سیاست غرض تمام طریق ہائے زیست کو دینِ اسلام کے تابع بنانے کا نام اسلامی تہذیب ہے۔ مثلاً اسلامی تہذیب کے پہلو پر آپ کو توحیدی فکر ہر جگہ جلوہ گر ہوتی نظر آئے گی، جو انسان کی انسانوں اور دیگر ذوات کی بندگی و غلامی سے آزادی اور معبودِ برحق کی بندگی میں میں جانے کا نام ہے۔

اسلامی تہذیب نے بنیادی اسلامی عقائد و نظریات کی کوکھ سے جنم لیا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے انقلابی و حکیمانہ تعلیمات کے ذریعے اس فکری و عملی تہذیب کی بنیاد ڈالی۔ عہد نبوی ﷺ اور خلافتِ راشدہ میں یہ تہذیب پوری آب و تاب کے ساتھ نظر آتی ہے۔ اس کے بعد تاریخ اسلام کے اوراق میں اکثر اوقات، تہذیب اسلامی پوری شان سے ظاہر و باہر نظر آتی ہے۔ فطری قاعدے کے مطابق ہر قسم کے آب و ہوا اور موسم کا انسانی زندگی پر لامحالہ ایک اثر ہوتا ہے۔ اسی طرح اسلامی تہذیب و تمدن نے بھی فصلِ بہار کی مانند انسانیت کے گلشن کو سینچا، کہیں محسوس انداز میں تو کہیں غیر محسوس طریقے پر انسانوں کی طبیعات اور فکر و خیال کو متاثر کیا۔

ثقافت کے مفہوم سے متعارف ہونے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ تہذیب و ثقافت انفرادی اور اجتماعی زندگی کی ایک ایسی بنیادی اکائی ہے جس کے بغیر معاشرہ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات تسلیم کرتے ہیں۔ تو لامحالہ "اسلامی ثقافت" یا ثقافت کے اسلامی تصور کا وجود بھی تسلیم کرنا لازمی امر ہے۔ اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے اور اس پوری نظام زندگی کا فکری حصہ اسلامی ثقافت ہے۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کو ہمارے نامور مصنفین نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

زبیر صدیقی نے اسلامی ثقافت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> Islamic culture, therefore, so far as I have been able to understand it, indicates that particular attitude of mind which arises out of the basic Islamic teachings, the belief in the Unity of God and in the dignity of man and in the Unity of mankind.[1]

---

1 .International Islamic Colloquium Papers, University of the Punjab, Lahore, 1958, P-26

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اسلامی ثقافت، جہاں تک میں سمجھا ہوں، ایک مخصوص ذہنی مسلک کی نشاندہی کرتی ہے جو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے مرتب ہوتا ہے، مثلاً وحدت ربانی، عظمت انسانی اور وحدت نسل انسانی کا عقیدہ۔"

سید قطب شہیدؒ نے اسلامی تصور ثقافت کی وضاحت یوں کی ہے:

الثقافة الاسلامية القائمة على قواعد التصور الاسلامی... شاملة لكل حقول النشاط الفكری والواقعی الانسانی، وفیها من القواعد والمناهج والخصائص مایکفل نمو هذا النشاط وحیوبته دائما۔[1]

"اسلامی ثقافت جو اسلامی نظریہ حیات پر قائم ہے...انسان کی تمام فکری اور عملی سرگرمیوں پر محیط ہے اور اس کا دامن ایسے اصول و قواعد اور نتائج وخصائص سے مالا مال ہے جو نہ صرف ان سرگرمیوں کی مزید نشوونما کی ضمانت دیتے ہیں بلکہ ان کو حیات ابدی اور حسن بھی عطا کرتے ہیں۔"

اسلامی تہذیب کے نمایاں اوصاف

اِسلامی تہذیب کے نمایاں اَوصاف

اسلام کے ظہور کے وقت عالمی منظر نامے کو گھٹاٹوپ اندھیروں نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ تہذیبی اور ثقافتی انحطاط ابنِ آدم کا مقدر بن چکا تھا۔ مجلسی زندگی شائستگی اور سنجیدگی کے اوصاف حمیدہ سے یکسر محروم ہو چکی تھی۔ زوال آمادہ تہذیبیں قصر مذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں دفن ہو رہی تھیں، مصطفوی انقلاب کا سورج طلوع ہوا تو تہذیبی، ثقافتی اور مجلسی سطح پر بھی انقلاب آفریں تہذیب کا آغاز ہوا کیونکہ صدیوں کی انسانی تہذیبی آرزو اب تعبیر آشنا ہو رہی تھی:

1۔ قطب شہید، سید، معالم فی الطریق، دارالشروق، بیروت، ۱۹۸۳ء، ص ۱۴۱-۱۴۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

> In the creative soul of Muhammad the radiation of Judaism and Christianity was transmuted into a spiritual force which discharged itself in the new 'higher religion' of Islam[1].

> "یہودیت اور عیسائیت کی روشنی محمد ﷺ کی خلاق روح میں یوں جمع ہوگئی کہ یہ ایک روحانی قوت میں بدل گئی۔ جو ایک بلند تر مذہب یعنی اسلام کی صورت میں ظاہر ہوئی۔"

ماہنامہ محدث میں اسلامی تعلیمات کی وضاحت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

"داعیانِ اسلام کو ایسے اصل الاصول سے اپنی دعوت کا آغاز کرنا چاہیے جو انبیاؑ کی دعوت کا مرکزی نکتہ رہا ہے اور ہر مسلمان پر اوّلین فرض ہے یعنی توحید اور اس پر ایمان کے تقاضے۔ نیز ہر مسلمان کو اسلامی عقائد کو واضح طور پر سمجھ اور جان لینے کے بعد، حکمرانوں سے پہلے اسلام کی اس حکومت کو اپنی ذات اور خاندان پر قائم کرنا چاہیے۔ اپنی دعوتی ترجیحات کو سیاست وحاکمیت اور غلبہ دین پر قائم کرنا اُسوہ رسل کے خلاف، دینی ترجیحات کے منافی ہے اور یہ مسلمانوں پر تکلیف مالا یطاق بھی ہے۔ "[2]

ماہنامہ محدث کے ایک مضمون دعوت و تبلیغ میں علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

> " پورا دین اسلام ایک اکائی ہے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے نہیں کیا جاسکتا اور دین کے تمام پہلو اہم ہیں اور وہ اُن کی اہمیت کم نہیں کرنا چاہتے لیکن داعیان کی ترجیحات اور مدعوین کا اوّلین فرض، اُسوۂ نبوی ﷺ اور دعوتی حکمتِ عملی کے حوالے سے واضح رہنا چاہیے۔ عرب ممالک میں میسّر آزادی اور درپیش حالات کے تناظر میں اُن کا یہ موقف قابل مطالعہ واستفادہ ہے۔"[3]

---

1. Arnold J. Toynbee, A Study of History, Abridgement of Volumes I-VI By D. C. Somervell, Oxford University Press, 1947, p. 411

2۔ ماہنامہ محدث، شمارہ ۳۶۲، ستمبر ۲۰۱۳ء

3۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنے والے زمانے میں مسلمانوں نے بھی دعوت کے کام کو آگے بڑھایا اور دنیا کے دور دراز گوشوں میں ہدایت آسمانی کے نور کو پھیلایا اور پوری دنیا میں دعوت کا یہ کام انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر مطلوبہ نتائج حاصل کرنے لگا۔ دنیا کے کچلے ہوئے انسانوں کے لئے اسلامی تعلیمات میں بڑی کشش تھی، وہ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے، مسلمان جہاں گئے اپنی توانا ثقافتی روایات اپنے ساتھ لے کر گئے۔ جہاں بھی تہذیبوں کا آمنا سامنا ہوا، اسلامی تہذیب اپنی تخلیقی توانائیوں کی بدولت قدیم تہذیبوں پر نہ صرف غالب رہی بلکہ واحد عالمی تہذیب کے طور پر سامنے آئی:

> The next living society that we have to examine is Islam; and when we scan the background of the Islamic Society we discern there a universal state, a universal church and a Völkerwanderung.[1]

> "دوسرا زندہ معاشرہ جس کا ہم نے مطالعہ کرنا ہے وہ اسلام ہے اور جب ہم اسلامی معاشرے کے پس منظر کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم بڑے واضح طور پر ایک بین الاقوامی اور آفاقی ریاست اور ایک بین الاقوامی اور آفاقی مذہبی ادارے اور ہمہ گیر نظریہ حیات کو موجود پاتے ہیں۔"

اب یہاں اسلامی تہذیب کے ان خصائص کو بیان کیا جاتا ہے جو سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں مرتب ہوئے اور آئندہ ایک نئی اور بے مثل تہذیب کی بنیاد بنے۔

(1) عقیدہ توحید

اسلامی تہذیب و ثقافت کا اولین عنصر ترکیبی توحید ہے۔ توحید ہی وہ بنیادی تعلیم ہے جس کا ابلاغ اسلام کا اولین مقصد تھا۔ اگر اسلامی ثقافت کی ہمہ جہت نشو و نما اور عالم گیر ارتقاء کا جائزہ لیا جائے تو باوجود علاقائی، جغرافیائی، نسلی اور لسانیاتی تنوع کے جو عنصر ایک قدر مشترک کے طور پر موجود ہے وہ عقیدہ توحید ہے۔

> "انسان سب سے پہلے توحید کا مکلف ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد کی باری بعد میں آتی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے عقیدہ کو درست کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا

---

1 -Arnold J. Toynbee, A Study of History, Abridgement of Volumes I-VI By D. C. Somervell, Oxford University Press, 1947, p. 15

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشرک کو نماز سے محض ٹکریں مارنے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے ۲۳ سال میں سے ۱۳ سال عقیدے کی درستگی پر لگائے اور باقی سارا دین مدینہ منورہ میں ۱۰ سال میں پورا ہو گیا۔"[1]

توحید ہی اسلامی تہذیب و ثقافت کی وہ قوت ہے جس کا مقابلہ کوئی بھی عقیدہ، آئیڈیالوجی یا نظام زندگی نہیں کر سکا۔ ماہنامہ محدث میں توحید کے عنوان مختلف شمارہ جات میں مضامین شائع ہوتے رہے ہیں جن کو اجمالی صورت میں ذیل میں پیش کرنے جا رہی ہوں۔

علم توحید کا معنی مفہوم:

علم التوحید ایک 'مرکبِ اضافی' ہے۔ علم کے دو معانی ہیں:

(i) الاعتقاد الجازم المطابق للواقع عن دليل

"ایسا پختہ اعتقاد جو حقیقت حال کے مطابق اور مبنی بر دلیل ہو۔"

(ii)إدراك الشيء على حقيقته

"کسی شے کا مبنی بر حقیقت اِدراک"

(iii)إدراكه كما هو عليه مثلاً: فاعلم أنه لا إله إلا الله

"کسی امر کا ایسا اِدراک جیسا کہ در حقیقت وہ ہے۔" جیسا کہ اللہ کی وحدانیت کا علم"[2]

چنانچہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ ایک ہے اور یہ عقیدہ پختہ بھی ہے جو نفسِ امر کے موافق بھی ہے۔ کیونکہ خارج میں اللہ ایک ہی ہے، زیادہ نہیں اور یہ عقیدہ دلیل کی بنیاد پر بھی ہے جس کے متعدد عقلی و نقلی دلائل موجود ہیں۔

جو عقیدہ پختہ ہو، لیکن نفسِ امر کے مخالف ہو، وہ عقیدہ فاسد ہے جیسے عیسائیوں کا عقیدۂ تثلیث۔ یہ عقیدہ عیسائیوں کا پختہ عقیدہ تو ہے، لیکن یہ نفسِ امر کے مطابق نہیں چنانچہ ارشادِ باری ہے:

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۳۶، مارچ ۲۰۱۰ء

2۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ [1]

"مسیح بن مریم صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے بھی بہت سے رسول ہو چکے ہیں اور اس کی والدہ نہایت سچی عورت تھیں دونوں (ماں بیٹا) کھانا کھانے والے تھے، لہٰذا عقیدۂ تثلیث عیسائیوں کے ہاں اگرچہ پختہ عقیدہ ہے، لیکن امرِ واقع کے خلاف ہونے کی وجہ سے نہایت باطل اور فاسد عقیدہ ہے۔"[2]

توحید: واحد کے ہم معنی ہے یعنی اللہ کو ایک ماننا اور کسی کو اس کا شریک نہ بنانا۔

علم التوحید:

مذکورہ بالا تفصیلات کے پیش نظر اس کی تعریف یوں ہوئی:

هو إثبات ذات الله سبحانه وتعالىٰ مع نفي مشابهتها للذوات وعدم تعطيلها عن الصفات ووجوب إفرادها بالعبادات[3]

تعریف میں شامل ہر نکتے کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

اثبات ذات الله:

یعنی وجودِ باری تعالیٰ کا اقرار کرنا۔

نفي مشابهتها للذوات:

یعنی اللہ خالق ہے باقی سب مخلوقات، اور خالق مخلوق کے مشابہ نہیں ہو سکتا۔

وعدم تعطيلها عن الصفات:

صفات کو اسی طرح ماننا جیسے قرآن و سنت میں وارد ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی سے بچنا۔

ووجوب إفرادها بالعبادات:

کسی بھی قسم کی عبادت خواہ وہ قولی ہو جیسے دعا، خواہ بدنی ہو جیسے کسی کے لیے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا خواہ مالی عبادات مثلاً نذر و نیاز، ان کو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے لئے ہی خاص ماننا۔[4]

1۔ المائدۃ:۷۵/۶

2۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۳۶، مارچ ۲۰۱۰ء، علم التوحید، محمد رمضان سلفی

3۔ ایضاً

4۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علم التوحید کو 'عقیدہ'، 'علم اُصول الدین' یا 'الفقہ الاکبر' بھی کہتے ہیں۔[1]

اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو پیدا کیا اور جنت و جہنم کو وجود بخشا، جہاد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو مشروع قرار دیا، اسی طرح توحید کے قیام کے لئے حلال چیزوں کی حلت اور حرام کاموں کی حرمت کو واضح کیا۔[2]

حافظ ابن قیمؒ نے فرمایا:

"یہ کلمہ توحید ایسا کلمہ ہے جس کی خاطر ہی اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمانوں کو قائم کیا اور اسی کلمہ پر ہی تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے، اسی پر ملت (دین) کی اساس ہے اور قبلہ کو مقرر کیا گیا، اور یہ (کلمہ توحید) محض اللہ تعالیٰ کا تمام بندوں پر حق ہے ، اور اسی کلمہ کی وجہ سے ہی مسلمانوں کے خون، مال اور اولاد محفوظ ہیں اور یہی عذابِ قبر اور جہنم سے نجات کا باعث ہے۔ اور یہ ایسا منشور ہے جس کے بغیر کوئی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، اور ایسی رسّی ہے جس کے ساتھ تعلق قائم کئے بغیر اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ اور یہی کلمہ اسلام اور دارالسلام (سلامتی والے گھر) کی چابی ہے۔ اسی کے ذریعے نیک وبد (شقی وسعید) اور مقبول ومردود لوگوں کی تقسیم ہوتی ہے، اسی کے ساتھ دارالکفر، دارالایمان سے جدا (منفصل) اور دارالنعیم، دارِ شقاوت وذلت سے ممتاز ہوتا ہے۔ اور یہ ایسا عمود (ستون) ہے جو فرائض وسنن کا حامل ہے، اور جس شخص کا آخری کلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ ہوا، وہ جنت میں داخل ہو گا۔"[3]

توحید اور علم توحید کا باہمی تعلق

توحید اور علم توحید تھوڑا سا فرق ہے جس کو امام بخاری نے اپنے صحیح البخاری کی ترتیب میں رکھا ہے، جس کے بارے میں ماہنامہ محدث اکتوبر ۲۰۲۱ء کے شمارہ میں کچھ یوں پیش کیا گیا ہے۔

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۳۶، مارچ ۲۰۱۰ء، علم التوحید، محمد رمضان سلفی

2۔ ایضاً، جون ۲۰۱۸ء، لا الہ الا اللہ کے ذریعے تجدید عہد کے مواقع، ص ۳۵

3۔ ایضاً، ص ۳۵ بحوالہ حافظ ابن قیم، الداء والدواء: ص 301

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام بخاریؒ نے اس کتاب کا نام التوحید رکھا، علم التوحید نہیں، کیونکہ توحید اور علم توحید میں فرق ہے، جس طرح حدیث اور علم حدیث میں فرق ہے۔ حدیث سیکھنے سے مراد ہوتا ہے کہ انسان حدیثوں کے ساتھ وابستہ ہو، ان سے استفادہ کرے اور انھیں اپنی زندگی میں داخل کرے۔ اور علم حدیث سے مراد 'فن حدیث' ہے، یعنی ان علوم و فنون کا علم حاصل کرنا جو ثبوت حدیث اور اس کے افہام و تفہیم میں معاون ہوتے ہیں، اسے علم الروایۃ والدرایۃ بھی کہتے ہیں۔ یہاں امام بخاریؒ نے کتاب التوحید کا جو عنوان قائم کیا ہے، اس سے ان کا مقصد ذات باری تعالیٰ اور اس کے اسماء و صفات سے متعلق بحثیں ہیں، یعنی توحید کیا ہے؟ اسلام میں اس کا مقام کیا ہے؟ اس کی اقسام کونسی ہیں؟ اسے کیسے اپنانا ہے؟ اس کی دعوت کیونکر دینی ہے؟ چنانچہ امام بخاریؒ سب سے پہلے دعوت توحید کا باب باندھ کر یہ حدیث لائے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب یمن بھیجا تو انہیں سب سے پہلے توحید کی دعوت دینے کا حکم دیا۔[1]

توحید کا مکلف ہونا

انسان سب سے پہلے توحید کا مکلف ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد کی باری بعد میں آتی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے عقیدہ کو درست کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا مشرک کو نماز سے محض ٹکریں مارنے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے ۲۳ سال میں سے ۱۳ سال عقیدے کی درستگی پر لگائے اور باقی سارا دین مدینہ منورہ میں ۱۰ سال میں پورا ہو گیا۔

چار شرطوں کے پائے جانے سے انسان مکلف بنتا ہے:

1) عقل
2) بلوغت: اور بلوغت کا علم مندرجہ ذیل چیزوں سے حاصل ہوتا ہے، احتلام، عمر اور زیر ناف بالوں کا اگنا، اسی طرح عورت کے لیے حیض آنا۔
3) بلوغِ دعوت یعنی دعوتِ توحید کا پہنچنا
4) سلامة إحدى الحاستين یعنی کان اور آنکھوں میں سے کسی ایک کے صحیح اور کارآمد ہونے سے بھی انسان توحید کا مکلف بن جاتا ہے۔[2]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۱۹۳، اکتوبر، ۲۰۲۱ء کتاب التوحید (صحیح بخاری)

2۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۳۳۶، مارچ ۲۰۱۰ء، علم التوحید، محمد رمضان سلفی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان شروط کے پائے جانے سے انسان علم التوحید کا مکلف بن جاتا ہے۔

اس علم کی فضیلت

1. موضوع کے اعتبار سے یہ علم اَفضل العلوم ہے، کیونکہ اس کا موضوع اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، اسمائے، اُلوہیت اور عبودیت وغیرہ ہے۔

2. غرض وغایت کے اعتبار سے بھی یہ علم سب سے افضل علم ہے، کیونکہ علم التوحید کی غرض وغایت یہ ہے:

معرفة الحق بالأدلة القطعية والفوز بالسعادة الأبدية[1]

یعنی حق تعالیٰ کو یقینی اور قطعی دلائل سے پہچاننا اور آخرت کی دائمی سعادت حاصل کرنا۔"

3. بندوں پر سب سے پہلا فریضہ عقیدۂ توحید کی معرفت ہے جیسا کہ مسند احمد، سنن دارمی، موطأ، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی وغیرہ میں مروی ہے کہ جب معاذؓ کو نبی اکرم ﷺ نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا:

"إنك تأتي قومًا من أهل الكتاب، فادعهم إلى شهادة أن لا إله إلا الله وأني رسول الله، فإن هم أطاعوا لذلك، فأعلمهم أن الله تعالى افترض عليهم خمس صلوات في كل يوم وليلة......[2]

تم اہل کتاب میں سے ایک قوم کے پاس آرہے ہو، تو انہیں اس بات کی گواہی دینے کی دعوت دو کہ لا إله إلا الله اور میں اللہ کا رسول ہوں، تو وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات پانچ نمازیں فرض کی ہیں......"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوتِ توحید کو مقدم رکھنے کا حکم اس کی اَفضلیت پر دالّ ہے۔

4. جتنے بھی رسول آئے، جتنی بھی آسمانی کتابیں ہیں، سب کا اصل مقصد توحید کو قائم کرنا ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ کی تمام نصوص پانچ مضامین سے خارج نہیں اور ان پانچوں کا تعلق توحید سے ہے۔ وہ پانچ چیزیں درج ذیل ہیں:

1۔ ایضاً

2 ۔ ریاض الصالحین، کتاب الفضائل، باب الأمر بالمحافظة على الصلوات المكتوبات والنهي الأكيد والوعيد الشديد في تركهن، متفق علیہ، رقم الحدیث ۱۰۷۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

1. بعض آیات واَحادیث اللہ تعالیٰ کی ذات اور اَسماء وصفات کو بیان کرتی ہیں اور یہ توحید نظری ہے۔
2. بعض نصوص اللہ کی عبادت اور اہمیت کو بیان کرتی ہیں یعنی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہئے اور یہ توحیدِ عملی ہے۔
3. بعض نصوص اَوامر و نواہی پر مشتمل ہیں مثلاً أقیموا الصلوٰۃ، اٰتوا الزکوٰۃ، لاتقربوا الزنا وغیرہ۔ یہ لوازمِ توحید اور مقتضیاتِ توحید ہیں یعنی جب تم توحید باری تعالیٰ کو مانتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے اَوامر و نواہی کو بھی مانو۔
4. بعض نصوص جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر کرتی ہیں۔ اس کا تعلق بھی توحید سے ہے، کیونکہ جنت میں صرف توحید والے ہی جائیں گے مشرک تو جنت میں جائے گا نہیں۔ جیسا کہ قرآنِ میں ہے:

انَّهُ مَن يُشرِك بِاللهِ فَقَد حَرَّمَ اللهُ عَلَيهِ الجَنَّةَ...[1]

"یقین مانو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے۔"

5. بعض نصوص میں جہنم اور دیگر سزاؤں کا ذکر ہے۔ ان نصوص کا تعلق بھی توحید سے ہے، کیونکہ یہ سزائیں توحید سے انحراف کرنے والے مشرکوں کے لیے ہیں۔[2]

اس علم کا حکم

اس کی دو صورتیں ہیں:

1) اس کو علی الاجمال سیکھنا سب مسلمانوں پر فرض ہے یعنی ہر شخص کو علم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے اور وہ ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔
2) تفصیلی طور پر اس علم کو سیکھنا فرضِ کفایہ ہے۔ یعنی مسلمانوں میں سے اگر اتنے لوگ اس علم کو سیکھ لیں کہ مسلم معاشرے کی ضرورت پوری ہو جائے تو یہ فرض دیگر مسلمانوں سے ساقط ہو جائے گا۔

1۔ المائدۃ:۵/۷۲

2۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۳۶، مارچ ۲۰۱۰ء، علم التوحید، محمد رمضان سلفی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ حقیقت کہ اللہ کا تصور انسان کے قیاس میں آسکتا ہے؛ بجائے خود ایک بے نظیر ثبوت ہے۔ خدا کا تصور انسان کی ایک روحانی قوتِ ذہنی میں سے اُبھرتا ہے: وہ قوت جسے ہم قیاس کہتے ہیں۔ اس کی طاقت سے انسان اور صرف انسان ہی اَن دیکھی اشیا کا ثبوت پا سکتا ہے۔ یہ طاقت جس راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے، وہ لامحدود ہے۔ بلا شبہ انسان کا تکمیل یافتہ تصور ایک روحانی حقیقت بن جاتا ہے۔ پھر وہ اس تدبیر اور مقصد کے حق میں تمام شہادتوں کو شناخت کر سکتا ہے اور ہر جگہ اور ہر شے میں اس عظیم آسمانی سچائی کو دیکھ سکتا ہے اور یہ کہ اللہ ہر جگہ ہے اور ہر شے میں اس کی کارہ گری جھلکتی ہے۔ لیکن کہیں بھی وہ ہم سے اتنا قریب نہیں ہے جتنا اس کا تصور ہمارے دل میں پائے جانے سے ہے۔[1]

توحید کی اَقسام

توحید کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

۱۔ توحید في الإثبات والمعرفة ۲۔ توحید في القصد والطلب

توحید في الأثبات والمعرفة (توحیدِ نظری) کی مزید دو اقسام ہیں:

(i) توحیدِ ربوبیت (ii) توحیدِ اسماء وصفات

توحید في القصد والطلب (توحیدِ عملی وطلبی) توحیدِ اُلوہیت اور توحید في العبادۃ بھی اس کے نام ہیں۔

الغرض توحید کی کل تین قسمیں ہوگئیں:

۱۔ توحیدِ ربوبیت ۲۔ توحیدِ اسماء وصفات ۳۔ توحیدِ اُلوہیت

سلف صالحین نے جب قرآن وسنت میں غور کیا تو یہ بات سامنے آئی کہ قرآن وسنت میں تین طرح کی توحید کا بیان ہے:

توحیدِ ربوبیت توحیدِ اُلوہیت یا توحیدِ عبادت توحیدِ اسماء وصفات[2]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۳۸، جون ۲۰۱۰ء، وجود باری تعالیٰ، آباد شاہ پوری، ص ۲۶

2۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۳۳۳، دسمبر ۲۰۰۹ء، توحید حاکمیت اور سلفی علماء کے اقوال، محمد زبیر، ص ۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

1۔ توحیدِ ربوبیت

الإعتقاد الجازم بوجود الله سبحانه وتعالیٰ وأنه خالق كل شيء ومدبره والمتصرف فيه

"یعنی اس بات کا پختہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ موجود اور وہ ہر چیز کا خالق ومالک اور تدبیر کرنے والا اور ہر چیز میں تصرف کرنے والا ہے۔"

وفي كل شيء له أية تدل على أنه واحد[1]

"ہر چیز اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرتی ہے۔"

چند دہریوں کے سوا توحیدِ ربوبیت کو سب مانتے ہیں، حتیٰ کہ مشرکین مکہ بھی مانتے تھے:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ[2]

"اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں وزمین کا خالق کون ہے تو یہ بھی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے۔"

"گویا توحیدِ ربوبیت تو انسانی فطرت میں داخل ہے، اس لیے پیغمبروں کی بعثت سے اصل مقصود توحیدِ ربوبیت نہ تھی بلکہ توحید اُلوہیت اَصل مقصود تھی۔ اور مشرک اسی کو کہا جاتا ہے جو اللہ کو تو مانتا ہو، لیکن ساتھ ہی دوسروں کو بھی شریک کرتا ہو۔"[3]

دوسرے شمارے میں یوں ذکر کیا گیا ہے:

"توحیدِ ربوبیت سے مراد اللہ تعالیٰ کو اس کے افعال میں یکتا قرار دینا مثلاً اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے، وہی رزق دیتا ہے، وہی زندہ کرتا اور وہی مارتا ہے، وہی اسی کائنات کی تدبیر کر رہا ہے وغیرہ۔"[4]

1۔ مدارج السالکین از ابن القیم: ۱/ ۴۰۷

2۔ الزمر: ۳۹/ ۳۸

3۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۳۶، مارچ ۲۰۱۰ء، علم التوحید، محمد رمضان سلفی

4۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۳۳۳، دسمبر ۲۰۰۹ء، توحید حاکمیت اور سلفی علماء کے اقوال، محمد زبیر، ص ۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ محدث کے شمارہ نمبر ۱۹۳، اکتوبر ۲۰۲۱ء میں عبد الرحمٰن عزیز صاحب نے توحید کی اقسام بیان کرتے ہوئے اپنا موقف کچھ یوں پیش کیا ہے:

"توحید کی دو قسمیں ہیں: ایک اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا علم یا معرفت الٰہی، اسے 'توحید علمی خبری' کہتے ہیں، دوسری قسم توحید ارادی طلبی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت کے بعد رب العالمین سے وہ معاملہ رکھنا جو علم اور معرفت کے مطابق ہو، اسے 'توحید ارادی طلبی' کہتے ہیں۔ علم النحو میں خبر و انشاء کا فرق معروف ہے، اسی کو سامنے رکھ لیں۔ اسی لیے 'توحید ارادی طلبی' کو 'توحید انشائی' بھی کہہ دیتے ہیں۔ توحید علمی خبری دراصل 'توحید انشائی' کی تمہید ہوتی ہے، جبکہ اصل مقصود توحیدِ انشائی ہے۔ ایمان کے بارے میں ہمارے اسلاف کا مقولہ الأیمان قول و فعل ویزید وینقص معروف ہے۔"[1]

2۔ توحیدِ اسماء وصفات

اللہ تعالیٰ کی صفات کی ماہیت، کیفیت، حقیقت صرف اللہ جل جلالہ کے علم میں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات کی ماہیت، کیفیت اور حقیقت بھی صرف اللہ ہی کے علم میں ہے۔

لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ[2]

"اللہ کے مثل کوئی نہیں، اور وہ سمیع و بصیر ہے۔"

اس آیت میں تمثیل و تشبیہ اور تعطیل دونوں کی نفی ہو گئی، مثلاً بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرتا تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ میں نقص ہے۔ معاذ اللہ وہ تو ہر نقص سے پاک ہے۔

دوسرے شمارے میں یوں بیان کیا گیا ہے:

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۱۹۳، اکتوبر، ۲۰۲۱ء کتاب التوحید (صحیح بخاری

2۔ الشوریٰ: ۴۲/۱۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"توحید اسماء وصفات سے مراد قرآن و سنت میں جن اسماء وصفات کا اثبات ہے،
ان کا اثبات کرنا اور جن عیوب و نقائص سے اللہ کی ذات کو پاک قرار دیا گیا ہے
ان سے پاک قرار دینا ہے۔"[1]

3۔ توحید قصد وطلب

اس سے مراد توحیدِ الوہیت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔ اور ہر قسم کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کرنا توحید اُلوہیت (توحید القصد والطلب) کہلاتا ہے۔[2]

اور توحیدِ اُلوہیت سے مراد صرف اللہ ہی کی ذات کو عبادت کے لیے خاص کرنا یعنی اللہ کی محبت، اس کے خوف، اس سے اُمید، اس کی اطاعت وغیرہ کے جذبات کے ساتھ اس کی عبادت کرنا، نذر و نیاز، سجدہ، رکوع، طواف اور دعا وغیرہ جیسی عبادات میں کسی کو بھی اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا۔[3]

کلمہ توحید کے دو رکن ہیں جن کے بغیر اس کا قیام ممکن نہیں، وہ دونوں رکن: نفی اور اثبات ہیں، لا إله نفی ہے اور إلا الله اثبات ہے، اس لیے صرف لا إله کہنا کافی نہیں کیونکہ اس میں مطلق اُلوہیت کی نفی ہے جیسا کہ إلا الله کہنا کافی نہیں کیونکہ اس جملہ میں غیر اللہ کے الٰہ ہونے کی نفی نہیں ہے۔ لیکن جب ہم لَآ إِلٰهَ إِلَّا الله کہتے ہیں تو اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کی اُلوہیت سے نفی اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کی اُلوہیت کا اثبات کرتے ہیں۔[4]

اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے، جان لیں کہ لَآ إِلٰهَ إِلَّا الله کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدعونَ مِن دونِهِ البٰطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ العَلِيُّ الكَبيرُ[1]

1۔ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۳۳، دسمبر ۲۰۰۹ء، توحید حاکمیت اور سلفی علماء کے اقوال، محمد زبیر، ص ۲۹

2۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۳۳۶، مارچ ۲۰۱۰ء، علم التوحید، محمد رمضان سلفی

3۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۳۳۳، دسمبر ۲۰۰۹ء، توحید حاکمیت اور سلفی علماء کے اقوال، محمد زبیر، ص ۲۹

4۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۳۸۲، جون ۲۰۱۸ء، لا الہ الا اللہ کے ذریعے تجدید عہد کے مواقع، ص ۳۵

1۔ لقمان: ۳۱/ ۳۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"یہ سب اس وجہ سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کے سوا جن کو لوگ پکارتے ہیں سب باطل ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ بلندیوں والا اور بڑی شان والا ہے۔"

اور توحیدِ اُلوہیت سے مراد صرف اللہ ہی کی ذات کو عبادت کے لیے خاص کرنا یعنی اللہ کی محبت، اس کے خوف، اس سے اُمید، اس کی اطاعت وغیرہ کے جذبات کے ساتھ اس کی عبادت کرنا، نذرو نیاز، سجدہ، رکوع، طواف اور دعا وغیرہ جیسی عبادات میں کسی کو بھی اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا۔[1]

مصادرِ توحید

یہ تین ہیں:

.1 قرآنِ کریم 2. سنتِ مطہرہ 3. اجماعِ اُمت (اجماعِ سلف)[2]

کلمہ توحید لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی عظیم فضیلت

اس کلمہ کی سب سے عظیم فضیلت یہ ہے کہ اس کے قائل کے لیے جنت میں داخلہ واجب اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہنے سے نجات واجب ہو جاتی ہے یعنی جو لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے عقیدہ پر فوت ہوا، اگرچہ وہ اپنے اعمال بد کی وجہ سے جہنم میں گیا لیکن پھر اسے نکال لیا جائے گا، وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا الله، ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذٰلِكَ إِلَّا دَخَلَ الجَنَّةَ قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ. قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ. قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ[3]

"جو کوئی لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہے اور اسی عقیدے پر فوت ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔" میں نے عرض کی: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور اس نے چوری کی ہو،

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۳۳، دسمبر ۲۰۰۹ء، توحید حاکمیت اور سلفی علماء کے اقوال، محمد زبیر، ص ۲۹

2۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۳۳۶، مارچ ۲۰۱۰ء، علم التوحید، محمد رمضان سلفی

3۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۳۸۲، جون ۲۰۱۸ء؛ صحیح البخاري، کِتَابُ اللِّبَاسِ، بَابُ الثِّیَابِ البِیضِ، رقم الحدیث: ۵۸۲۷؛ صحیح مسلم، کِتَابُ الْإِیمَانِ، بَابُ الدَّلِیلِ عَلٰی مَنْ مَاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللهِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ... رقم الحدیث، ۲۷۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگرچہ اس نے زنا بھی کیا ہو اور چوری بھی کی ہو۔ میں نے پھر عرض کی: چاہے اس نے زنا کیا ہو۔ چاہے اس نے چوری کی ہو؟ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: "چاہے اس نے زنا کیا ہو چاہے اس نے چوری کی ہو۔" میں نے پھر کہا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور اگرچہ چوری کی ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: ابوذر کی ناک خاک آلود ہونے کے باوجود اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور اس نے چوری کی ہو۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جب حدیث بیان کرتے تو فرماتے: اگرچہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو جائے۔" اور رسول ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کہا، آخر کار اسے نجات مل جائے گی خواہ وہ اس سے قبل کیسے ہی عذاب میں مبتلا رہا۔"

اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس بات کی رغبت دلائی ہے کہ ہمارا آخری کلام (موت سے پہلے) لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ ہو جیسا کہ معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ»[1]

"جس کی آخری بات لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ ہو، وہ جنت میں داخل ہو گا۔"

توحیدِ اسماء وصفات میں خرابی کرنیوالے فرقے

اسماء وصفات میں مشہور گمراہ فرقے پانچ ہیں:

۱۔ قدریہ ۲۔ رافضہ ۳۔ جہمیہ ۴۔ خوارج ۵۔ کرامیہ[2]

۱۔ قدریہ

اس کا بانی ایک عیسائی 'سوسن' تھا۔ وہ معبد جہنی سے ملا اور اسے یہ عقیدہ دیا کہ کسی بھی چیز کے وجود میں آنے سے پہلے اللہ کو اس کا علم نہیں ہوتا اور تقدیر کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ بصرہ کا رہنے والا تھا۔ معبد جہنی پہلا شخص ہے جس نے بصرہ میں تقدیر کا قول اختیار کیا۔

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۸۲، جون ۲۰۱۸ء؛ سنن أبي داود، كِتَابُ الْجَنَائِزِ، بَابٌ فِي التَّلْقِينِ، رقم الحدیث: ۳۱۲۹، حکمہ: صحیح

2۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۳۳۶، مارچ ۲۰۱۰ء، علم التوحید، محمد رمضان سلفی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حجاج بن یوسف کو جب پتہ چلا تو اُس نے معبد کو گرفتار کر کے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور سولی دے دی، لیکن اس کے بعد غیلان دمشقی نے یہ عقیدہ پھیلانا شروع کر دیا۔ اس کو عبدالملک بن مروان نے گرفتار کر کے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی چڑھا دیا اور پھر آگ میں جلا دیا۔ لیکن اس کے بعد اس نظریہ کا عَلَم واصل بن عطا غزال نے اٹھایا، لیکن اس نے تھوڑی سی ترمیم کر لی کہ اللہ تعالیٰ اشیا کو ان کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے جانتا ہے اور یہ بھی کہ خیر کا خالق تو اللہ ہے، لیکن شر کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں۔ گویا قدریہ دو طرح کے ہو گئے:

1۔ قدریہ غلاۃ: یہ غیلان دمشقی کی ہلاکت سے ختم ہو گئے۔

2۔ قدریہ معتزلہ: واصل بن عطا سے اس فرقہ کی ابتدا ہوئی جو معتزلہ کا بانی ہے۔ اس کے نظریات کو عمرو بن عبید معتزلی نے بڑے زور و شور سے پھیلایا۔

۲۔ رافضہ

تشیع میں غلو کرنے والوں کو 'روافض' کہا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ: روافض کی وجہ تسمیہ کے بارے میں درج ذیل تین اَقوال ہیں:

پہلا قول:

حضرت ابو بکر و عمر کی خلافت کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے اُنہیں روافض (انکار کرنے والے) کہا جاتا ہے۔

لرفضهم خلافة الشيخين

دوسرا قول:

دین چھوڑ دینے کی وجہ سے یہ روافض کہلاتے ہیں۔ لرفضهم الدين یعنی یہ بظاہر تو دین کے دعوے دار ہیں، لیکن در حقیقت حقیقی اسلام سے بہت دور ہیں۔ روافض نے خود ساختہ دین بنایا ہوا ہے اور توحید کو نظر انداز کر کے یہ شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

تیسرا قول:

زیدؒ بن علیؒ بن حسینؓ بن علیؓ دوسری صدی ہجری میں بنو اُمیہ کے خلاف لڑنے کے لیے نکلے تو اُنہوں نے کہا اگر آپ شیخین کو گالیاں دیں گے اور ان سے براءت کا اظہار کریں گے تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ معاذ اللہ میں ایسا نہیں کر سکتا تو یہ الگ ہو گئے تو زید نے فرمایا: أرفضتموني

"کیا تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا" اس سے انہیں 'رافضہ' کہا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ الجهمية

یہ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہیں جس کو سلم بن اَحوز نے گرفتار کر کے قتل کر دیا تھا اور جہم نے یہ نظریات جعد بن درہم سے حاصل کئے تھے۔ گویا اصل میں یہ نظریات جعد کے تھے، لیکن جہمیہ کی نسبت جہم کی طرف اس لیے ہے کہ اس نے ان نظریات کا پرچار کیا۔

۴۔ الکرّامية

یہ محمد بن کرام سجستانی کی طرف منسوب ہیں۔ محمد بن کرام کو حکومتِ وقت نے آٹھ سال تک قید رکھا۔ اس نے بظاہر توبہ کرلی، لیکن جب آزاد ہوا تو پھر وہی نظریات پھیلانے شروع کر دیئے۔

۵۔ خوارج

جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے بیعت لینے کی کوشش کی، لیکن ناکامی ہوئی، لہٰذا آپ نے بزورِ طاقت بیعت لینے کا ارادہ کیا اور اسی ہزار کا لشکر لے کر کوفہ سے شام چلے اور نخلیہ کے مقام پر مقیم ہو گئے۔ امیر معاویہ کو اس کا علم ہوا تو ساٹھ ہزار شامیوں کے ساتھ مقابلے کے لیے نکلے اور صفین کے میدان میں دریائے فرات کے ساحل پر ڈیرے لگا لیے، دونوں فوجوں میں امت کے خیر خواہ، علما، صلحا اور حفاظِ قرآن کی کافی تعداد تھی۔ انہوں نے مصالحت کی کوشش کی۔ شامی لشکر نے عمرو بن عاص کے مشورے سے ایک عجیب کام کیا۔ صبح جب دونوں فوجیں مقابلے کے لیے نکلیں تو شامی نیزوں پر قرآن کریم اٹھائے ہوئے نکلے اور بلند آوز سے کہنے لگے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ ہے آؤ مل کر اس کا فیصلہ قبول کر لیں۔ یہ تجویز کارگر ثابت ہوئی جس پر عراقیوں نے لڑائی سے ہاتھ روک لیے۔

اب تجویز یہ ٹھہری کہ طرفین سے ایک ایک نمائندہ بطورِ ثالث مقرر کیا جائے جو قرآن کریم کی رو سے اس جھگڑے کا فیصلہ کریں اور تا فیصلہ جنگ بند رہے گی اور یہ فیصلہ فریقین کے لیے واجب العمل ہو گا۔ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے عمرو بن عاص اور حضرت علیؓ کی طرف سے ابو موسی اشعری ثالث مقرر ہوئے۔ اس موقع پر ایک گروہ نے حضرت علیؓ کی مخالفت شروع کر دی اور یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے حضرت علیؓ کو بڑے اصرار کے ساتھ ثالثی کے لیے آمادہ کیا تھا جب کہ حضرت علیؓ شروع میں ثالثی کے حق میں نہ تھے، لیکن ان لوگوں کے زور دینے پر وہ ایسا کرنے پر مجبور ہو گئے، مگر اب یہی لوگ "إن الحکم إلا للہ "فیصلہ تو صرف اللہ ہی کر سکتا ہے کا نعرہ لگا کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت علیؓ کی فوج سے الگ ہو گئے۔ اس گروہ کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی اور انہیں 'خارجی' کہا جاتا ہے، بعد میں ان لوگوں نے زور پکڑ لیا اور منظم تحریک کی صورت اختیار کر لی۔

(2) عقیدہ رِسالت

اسلامی معاشرے اور تہذیب کی تشکیل میں رسالت کو مرکزی اور محوری حیثیت حاصل ہے۔ دین کی پوری عمارت کی بنیاد ایمان، اسلام اور احسان پر استوار ہے۔ اگر دین کے ان عناصر ترکیبی کے اجتماعی اور سماجی سطح پر اثرات کو دیکھیں تو ایمان دین کے مذہبی پہلو کا احاطہ کرتا ہے جو عقائد پر مشتمل ہے جبکہ اسلام ان عقائد کی روشنی میں عملی زندگی بسر کرنے کا نام ہے یعنی زندگی کا وہ ضابطہ عمل اور نظام قانون جو دین کے بنیادی عقائد کے خلاف نہ ہو بلکہ انہی عقائد کی تائید و توثیق کرے اسلام ہے۔ اسی طرح احسان معاشرے کی اخلاقی اور روحانی بالیدگی کا ایسا منہج ہے جس سے معاشرے کا جسد روحانی زندہ اور بحال رہتا ہے۔ دین کے یہ تینوں شعبے اس وقت ہی موثر اور معاشرے کے لیے نتیجہ خیز ہو سکتے ہیں جب ان کا کامل اور قابل تقلید نمونہ موجود ہو۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ ہی وہ کامل نمونہ ہے جو ایک مثالی معاشرے کی تشکیل کے لیے ان تینوں جہات کا کامل و اکمل نمونہ ہیں۔

تاریخ میں اُلوہی ضابطہ یہی رہا ہے کہ جب بھی کوئی معاشرہ انحطاط کا شکار ہوا تو اس کے زوال اور انحطاط کا ازالہ وحی سے کیا گیا۔ یعنی اس زوال زدہ معاشرے میں انبیاے کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے جنھوں نے اللہ کی تائید اور اپنے یقین و عمل کی قوت سے معاشرے کے تن مردہ میں پھر سے روح پھونک دی۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ہر خطے اور نسل انسانی کے ہر طبقے کی طرف اپنے رسول اور پیغمبر بھیجے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ[1]

"اور کوئی اُمت (ایسی) نہیں مگر اُس میں کوئی (نہ کوئی) ڈر سنانے والا (ضرور) گزرا ہے۔"

1۔ فاطر: ۳۵/۲۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی ٔعربی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے بغیر اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کو اختیار کئے بغیر بنی نوعِ انسان کی نجات ممکن نہیں۔ اور اس نجات سے صرف اُخروی نجات ہی مراد نہیں بلکہ حقیقت میں دنیا کی تلخیوں اور مشکلات سے نجات بھی دامن رسالتِ محمدیہ سے وابستہ ہونے ہی میں ہے۔ یعنی آپ کی رسالت پر ایمان رکھنے والے ہی آخرت میں فوز و فلاح سے ہم کنار ہوں گے۔ قرآنِ کریم نے اسی اُخروی سعادت کو "وَذٰلِكَ الفَوزُ العَظيمُ"[1] سے اور ان اہل ایمان و اہل سعادت کو "وَأُولـٰئِكَ هُمُ المُفلِحونَ"[2] سے تعبیر کیا ہے۔ اور دنیوی زندگی میں بھی خوش بختی و کامرانی، امن و سکون اور عافیت و بھلائی انہی لوگوں کے حصے میں آئے گی جو شریعتِ محمدیہ کے صحیح پیروکار اور دین اسلام کو مکمل طور پر اپنانے والے ہوں گے۔[3]

رسالتِ محمدیہ کے دلائل و براہین

حضرت نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ آپ کی نبوت کی واضح دلیل ہے۔ آپ کے اخلاقِ جمیلہ اور اقوال و افعالِ حمیدہ اور آپ کی روشن شریعت بھی آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ہے، آپ کی اُمت، اس کا علم اور اس کا دین سب آپ کی نبوت و رسالت کے براہین ہیں اور آپ کی امت کے صلحاء کرام کی کرامات بھی آپ کی صداقت کے دلائل سے ہیں اور یہ حقیقت اسی حقیقت جو پر ظاہر ہو گی جو آپ کی پیدائش سے لے کر آپ کی بعثت تک اور آپ کی بعثت سے لے کر آپ کی وفات تک آپ کی سیرتِ طیبہ کا غور سے مطالعہ کرے گا اور آپ کے نسب، شہر، آپ کے اصل اور فصل پر تدبر کرے گا کیونکہ آپ عالم انسانیت میں نسب کے اعتبار سے اَشرف ہیں اور آپ کا تعلق خالصتاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس لڑی سے ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نبوت اور کتاب نازل فرمائی۔

ماہنامہ محدث، مئی ۲۰۰۲ء کے شمارہ میں علامہ ابن تیمیہؒ کے مضمون میں لکھا ہے:

> "حضرت ابراہیمؑ کے بعد جتنے بھی انبیاء کرام مبعوث ہوئے، وہ انہی کی اولاد میں سے تھے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو دو بیٹے عطا فرمائے: حضرت اسماعیلؑ اور

1۔ النساء:۴/۱۳

2۔ البقرۃ:۲/۵

3۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۶۱، جون ۲۰۰۲ء، رسالتِ محمدی پر ایمان... مدارِ نجات، صلاح الدین یوسف،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت اسحٰقؑ؛ توراۃ میں بھی دونوں کا ذکر ہے اور توراۃ میں اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے نبی مبعوث ہونے کی بشارت دی گئی ہے اور اولادِ اسماعیل میں آپ ﷺ کے علاوہ کوئی شخص نبوت کی بشارتوں کا حامل نہ تھا۔"[1]

اللہ رب العزت قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

ءامَنَ الرَّسولُ بِما أُنزِلَ إِلَيهِ مِن رَبِّهِ وَالمُؤمِنونَ ۚ كُلٌّ ءامَنَ بِاللَّهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لا نُفَرِّقُ بَينَ أَحَدٍ مِن رُسُلِهِ ۚ وَقالوا سَمِعنا وَأَطَعنا ۖ غُفرانَكَ رَبَّنا وَإِلَيكَ المَصيرُ[2]

"رسول اس چیز پر ایمان لایا جو اس پر اس کے ربّ کی طرف سے نازل ہوا او رمؤمنین بھی، وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے، اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، اے ہمارے ربّ ہم تجھ سے مغفرت کے طلبگار ہیں اور تیری طرف لوٹنا ہے"

اطاعت رسول ﷺ

اطاعت رسول ﷺ کے بارے میں ستمبر ۲۰۰۲ء کے شمارہ میں کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

"جس طرح ختم رسالت کے معنی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ محمد رسول ﷺ پر بعثتِ انبیا ختم ہوگئی اور وہ آخری نبی تھے۔ اسی طرح اطاعتِ رسول اللہ ﷺ کے معنی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ حضورؐ کے ارشادات کی اطاعت کی جائے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اطاعت ممکن ہی جب ہے کہ جس کی اطاعت کی جائے، اس کا حکم و ارشاد یا اس کی رہنمائی و ہدایت موجود ہو۔ اگر کوئی حکم یا ہدایت

---

1 ۔ ماہنامہ محدث، مئی، ۲۰۰۲ء، نبوت محمد کے دلائل و براہین، امام ابن تیمیہ، ماخوذ از الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح... امام ابو العباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ

2۔ البقرۃ:۲/ ۲۸۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موجود ہی نہ ہو تو اس کی اطاعت کے کیا معنی یا اگر ہدایت اور حکم تو ہو لیکن کوئی شخص اس پر عمل کرنا ضروری نہ سمجھتا ہو تو پھر اطاعت کیوں کرے گا؟"[1]

اطاعت رسول ﷺ کے بارے میں قرآنِ حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ[2]

"یعنی اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔"

تمام قرآن میں عبادت کا مستحق اللہ کے سوا کسی اور کو قرار نہیں دیا گیا۔ لیکن اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم یکجا طور پر بھی ہے اور آنحضرت ﷺ کی اطاعت کا حکم انفرادی طور پر بھی ہے:

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ[3]

"رسول کی اطاعت کرو کہ تم پر اللہ کا فضل ہو۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا[4]

"رسول جو (حکم / رہنمائی) دے، اسے اختیار کرو اور جس سے منع کرے، اس سے باز ماہنامہ محدث رہو۔"

دوسری آیات سے 'اطاعت' کے معنی بھی ظاہر ہو گئے کہ اطاعت نام ہے اوامر پر عمل کرنے اور نواہی سے بچنے کا۔ غرض جو حکم بھی رسول دے، اس پر عمل پیرا ہونا اسی طرح واجب ہے جس طرح اس حکم پر عمل پیرا ہونا جو اللہ نے دیا اور چونکہ اطاعتِ رسولؐ کا یہ حکم بھی اللہ کا ہے، اس لئے جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ فی الواقع اللہ کے حکم کی اطاعت کرتا ہے اور یہ توجیہ خود ساختہ نہیں ہے بلکہ قرآنی صراحت موجود ہے: مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ[5] "جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"[6]

1۔ ماہنامہ محدث، اشاعت خاص: فتنہ انکار حدیث، ستمبر ۲۰۰۲ء، اطاعتِ رسول ﷺ اور پرویز، منظور احسن عباسی

2۔ الانفال: ۸/ ۲۰

3۔ النور: ۲۴/ ۵۶

4۔ الحشر: ۵۹/ ۷

5۔ النساء: ۴/ ۸۰

6۔ ماہنامہ محدث، اشاعت خاص: فتنہ انکار حدیث، ستمبر ۲۰۰۲ء، اطاعتِ رسول ﷺ اور پرویز، منظور احسن عباسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبوتِ محمدی کے امتیازات

اور جب یہ واقعہ ہے تو اس کی روشنی میں پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی حیثیت اور آپ کی شان واضح اور متعین ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ آپ کی رسالت و نبوت، سابقہ تمام انبیاء و رسل کے مقابلے میں ایک امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔

1. پچھلے تمام انبیا ایک محدود علاقے یا مخصوص قوم کے لئے مبعوث ہوتے رہے، اسی لئے ان کے مخاطب صرف ان کی قوم ہی ہوتی تھی۔
2. ان کا زمانۂ نبوت بھی محدود ہوتا تھا، کچھ عرصہ گزر جانے پر ایک نیا نبی اور نیا رسول آجاتا تھا۔
3. جب ان کے مخاطبین بھی مخصوص ہوتے تھے اور ان کا عرصۂ نبوت بھی محدود، تو ان کو جو شریعت ملتی تھی، اس کی تعلیمات میں بھی وسعت و عالم گیریت کی بجائے محدودیت ہوتی تھی۔[1]

(3) ان کے مقابلے میں پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ عظمتِ شان عطا فرمائی کہ آپ کو کسی مخصوص علاقے یا قوم کے لئے نبی نہیں بنایا، بلکہ آپ کو تمام انسانوں کا ہادی اور رہنما بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱) وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا[2]

"ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔"

(۲) تَبٰرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِينَ نَذِيرًا[3]

"بابرکت ہے وہ ذات جس نے فرقان اپنے بندے پر نازل کی تاکہ وہ جہانوں کو ڈرانے والا ہو"

اپنے پیغمبر کی زبان مبارک سے کہلوایا:

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۶۱، جون ۲۰۰۲ء، رسالتِ محمدی پر ایمان ... مدارِ نجات، صلاح الدین یوسف،

2۔ سورۃ سبا: ۳۴/ ۲۸

3۔ الفرقان: ۲۵/ ۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳) قُل يٰأَيُّهَا النّاسُ إِنّي رَسولُ اللَّهِ إِلَيكُم جَميعًا الَّذى لَهُ مُلكُ السَّمٰوٰتِ وَالأَرضِ ۖ لا إِلٰهَ إِلّا هُوَ يُحيۦ وَيُميتُ ۖ فَـٔامِنوا بِاللَّهِ وَرَسولِهِ النَّبِىِّ الأُمِّىِّ الَّذى يُؤمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمٰتِهِ وَاتَّبِعوهُ لَعَلَّكُم تَهتَدونَ[1]

"کہہ دیجئے، اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا او رمارتا ہے۔ پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی اُمی پر ایمان لاؤ، وہ جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔"

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

كان النبي يبعث إلى قومه خاصة وبعثت إلى الناس عامة[2]

"پہلے نبی صرف اپنی قوم ہی کی طرف مبعوث ہوتا تھا، اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں"

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

كان كل نبي يبعث إلى قومه خاصة وبعثت إلى كل أحمر وأسود[3]

"ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے ہر احمر و اسود کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے"

(4) آپ کا دوسرا اشرف و امتیاز یہ ہے کہ آپ پر نبوت کا خاتمہ فرما دیا گیا ہے، یعنی جس طرح آپ کی بعثت بعثتِ خاصہ نہیں، بلکہ بعثتِ عامہ ہے، اسی طرح آپ کی نبوت کا عرصہ بھی محدود نہیں، بلکہ

1۔ الاعراف:۷/ ۱۵۸

2۔ صحیح بخاری، کتاب التیمم، حدیث نمبر ۳۳۵

3۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، حدیث ۵۲۱، بہ تحقیق فواد عبد الباقی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیامت تک ہے اور یہ آپ کی بعثتِ عامہ کا لازمی تقاضا ہے۔[1] قرآن میں اس بات کو یوں بیان کیا گیا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِن رِجَالِكُم وَلَكِن رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ[2]

"محمد (ﷺ) تمہارے مردوں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں"

خاتَم مہر کو کہتے ہیں اور مہر آخری عمل ہی ہوتا ہے یعنی آپ پر نبوت ورسالت کا خاتمہ فرما دیا گیا ہے، آپ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ نبی نہیں، دجال وکذاب ہوگا۔ احادیث میں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس پر پوری امتِ مسلمہ کا اجماع واتفاق ہے۔[3]

نبی ﷺ نے اپنے فرمان میں خاتم النّبیین کے معنی واضح فرما دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

وإنه سيكون في أمتي ثلاثون كذابون، كلهم يزعم أنه نبي وأنا خاتم النبيين، لانبي بعدي[4]

"میری اُمت میں ۳۰ (بڑے) کذاب ہوں گے۔ وہ سب کے سب دعویٰ کریں گے کہ وہ نبی ہیں۔ (لیکن یاد رکھو!) میں خاتم النّبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں!"

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا:

إن مثلي ومثل الأنبياء من قبلي، كمثل رجل بنى بيتا فأحسنه وأجمله إلا موضع لَبِنَةٍ من زاوية فجعل الناس يطوفون به

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۶۱، جون ۲۰۰۲ء، رسالتِ محمدی پر ایمان ... مدارِ نجات، صلاح الدین یوسف،

2۔ الاحزاب: ۳۳/۴۰

3۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۶۱، جون ۲۰۰۲ء، رسالتِ محمدی پر ایمان ... مدارِ نجات، صلاح الدین یوسف،

4۔ ترمذی: کتاب الفتن، باب ۴۳، رقم الحدیث ۲۲۱۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ويعجبون له ويقولون، هلا وضعت هذه اللبنة؟ قال فأنا اللبنة وأنا خاتم النبيين[1]

"میری اور مجھ سے پہلے (ہو گزرنے والے) انبیا کی مثال ایسے ہے جیسے ایک آدمی نے ایک گھر بنایا، بڑا خوبصورت اور نہایت جمیل۔ لیکن ایک گوشے میں اس نے ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی، پس لوگ آتے اور گھوم پھر کر اسے دیکھتے اور اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہتے: یہ اینٹ کی جگہ کیوں خالی چھوڑ دی گئی ہے؟ پس میں ہی وہ اینٹ ہوں (جس سے نبوت کی عمارت کی تکمیل ہو گئی) اور میں خاتم النّبیین ہوں۔"

(5) آپ کا ایک تیسرا شرف و امتیاز یہ بھی ہے اور یہ آپ پر ختم نبوت کا لازمی تقاضا بھی ہے کہ آپ پر دین اسلام کی تکمیل فرمادی گئی، اور اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا[2]

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔"

اور یہ ایک واضح اور منطقی بات ہے کہ جب آپ کی نبوت کسی مخصوص قوم یا مخصوص علاقے کے لئے نہیں، بلکہ پورے بنی نوع انسان کے لئے ہے، علاوہ ازیں آپ نبوت کے سلسلة الذهب کی آخری کڑی ہیں، آپ کے بعد کسی اور نبی نے بھی نہیں آنا تھا، تو آپ کو دین بھی وہ عطا کیا جاتا جو ہر لحاظ سے مکمل ہوتا جس میں عالم گیریت کی شان بھی ہوتی اور اَبدیت کی خوبی بھی۔ الحمد للہ اسلام میں یہ شان اور خوبی ہے۔ اس میں تمام انسانوں کی ہدایت کا سامان ہے، چاہے وہ دنیا کے کسی بھی علاقے میں آباد ہوں اور اس کے اصول بھی ابدی اور ناقابل تغیر ہیں لیکن وہ احوال و حوادث کے تغیرات کے باوجود قابل عمل ہیں، ان میں تبدیلی کی ضرورت نہیں۔[3]

1۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النّبیین، حدیث نمبر ۳۵۳۵

2۔ المائدۃ:۶/۳

3۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۶۱، جون ۲۰۰۲ء، رسالتِ محمدی پر ایمان... مدارِ نجات، صلاح الدین یوسف،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حب رسول ﷺ اور اس کے عملی تقاضے

محبت ایک فطری کشش کا نام ہے، ایک ایسا میلانِ نفس جو ہمیشہ پسندیدہ اور مرغوب چیزوں کی جانب ہوا کرتا ہے۔ یہ محبت اگر قرابت داری کی بنیاد پر ہو تو 'طبعی محبت' کہلاتی ہے اور اگر کسی کے جمال و کمال یا احسان کی وجہ سے ہو تو 'عقلی محبت' اور اگر یہ محبت مذہب کے رشتے کی بنیاد پر ہو تو 'روحانی محبت' یا 'ایمان کی محبت' کہلاتی ہے۔[1]

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ 'محبتِ طبعی' بھی ہے جیسی اولاد کی محبت باپ سے ہوتی ہے کیونکہ آنحضور ﷺ اُمت کے روحانی باپ ہیں اور آپ کی ازواجِ مطہرات ؓ 'روحانی مائیں' جیسا کہ سورۃ الاحزاب میں فرمایا گیا: ﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[2] بعض شاذ قراءتوں میں هو أبوهم کا لفظ بھی آیا ہے کہ نبی کریمؐ تمہارے والد کی جگہ پر ہیں۔ تو جس طرح حقیقی باپ سے محبت طبعی ہے اسی طرح آپؐ سے محبت ایک مسلمان کے لئے بالکل فطری امر ہے۔[3]

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ[4]

"نبی مؤمنوں کے لئے ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ مقدم ہیں۔"

فرمانِ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے:

"من أحب سنتي فقد أحبني ومن أحبني كان معي في الجنة"[5]

"جس نے میری سنت سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی، وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔"

فرمانِ رسول اللہ علیہ والصلوٰۃ والسلام ہے:

"لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به"[6]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۶۹، مئی ۲۰۰۳ء، عطیہ انعام الٰہی، حب رسول ﷺ اور اس کے عملی تقاضے

2۔ الاحزاب: ۶/۳۳

3۔ ایضاً

4۔ ایضاً

5۔ تاریخ ابن عساکر: ۱۴۵/۳

6۔ مشکوٰۃ للالبانی: ۱۶۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنی خواہشات کو میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ کر دے۔"

یعنی کافر اور مؤمن میں تمیز ہی یہی ہے کہ جو اللہ کے رسولؐ کی تابعداری کرے گا وہ مؤمن ہو گا اور جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کرے گا، وہ کافر ہو گا جیسا کہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبى قالوا يارسول الله ! ومن يأبى قال: من أطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد أبى[1]

"میری اُمت کا ہر شخص جنت میں داخل ہو گا، سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ صحابہؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ وہ کون شخص ہے جس نے (جنت میں جانے سے) انکار کیا؟ آپؐ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے انکار کیا۔"

درود... صلوٰۃ وسلام

حبِ رسولؐ کے اظہار واثبات کے لئے لازم ہے کہ جب آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نامی پڑھنے، سننے یا بولنے میں آئے تو فوراً صلوٰۃ و سلام ورد زبان ہو جائے۔ خود اللہ اور اس کے فرشتے بھی آنحضورؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ سورۃ احزاب میں ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَٰأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا[2]

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر درود وسلام بھیجو۔"

1۔ بخاری، الصحیح البخاری، كِتَابُ الاِعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ, بَابُ الاِقْتِدَاءِ بِسُنَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رقم الحدیث ۷۲۸۰

2۔ الاحزاب: ۳۳/۵۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں: "جب تک تو اپنے نبیؐ پر درود نہ بھیجے، دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے، اوپر نہیں چڑھتی۔"[1]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وہ شخص بڑا بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔"[2]

درود و سلام در حقیقت ایک دعائے رحمت و برکت ہے اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے سب سے بڑے محسن ہیں جن کے ذریعے ایمان و اسلام کی عظیم نعمت سے ہم سرفراز ہوئے۔ اس احسان کا بدلہ مسلمان کبھی بھی اُتار نہیں سکتے۔ تاہم اتنا ضرور ہونا چاہئے کہ اس عظیم ہستی کی محبت سے سرشار ہو کر ان کے حق میں دعائے رحمت و برکت کیا کریں۔ مگر اللہ کی رحمت کی انتہا دیکھئے کہ اس عمل کو ہمارے لئے بھی انتہا درجہ باعث اجر و ثواب بنا دیا۔[3]

(3) عبادات

اسلام کا تصورِ عبادت

اسلام نے عبادت کا جو تصور دیا ہے وہ بہت جامع اور وسیع ہے۔ محبت الٰہی کے بعد ایمان کامل کا تقاضا اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جب ایمان کے دوسرے تقاضے یعنی اطاعت الٰہی پر پوری طرح توجہ دی جائے، کیونکہ محبت در حقیقت اطاعت الٰہی کا تقاضا کرتی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی منقول ہے:

"حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے محبت کی اور اللہ کے لئے بغض رکھا، اللہ تعالیٰ کے لئے (کسی کو) کچھ دیا اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی روک لیا (نہ دیا) تو اس نے ایمان مکمل کر لیا۔"[1]

1۔ صحیح ترمذی للالبانی: ۴۰۳

2۔ مسند احمد: ۱/۲۰۱

3۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۶۹، مئی ۲۰۰۳ء حب رسول ﷺ اور اس کے عملی تقاضے، عطیہ انعام الٰہی

1۔ سنن ابی داؤد، جلد سوئم کتاب السنۃ، رقم الحدیث ۴۶۸۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے کہ قرآن نازل کرنے کا سب سے بڑا مقصد یہ قرار دیا گیا ہے کہ بندوں کو خدائے تعالیٰ کی مرضی اور ناپسندیدگی سے واقف کر دیا جائے۔ اسی بناپر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ[1]

"اور یہ کتاب بھی ہمی نے اتاری ہے جو برکت والی ہے۔ تم اس کی پیروی کرو اور خدا سے ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔"

عبادت کے اس وسیع مفہوم سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے در حقیقت عبادت کا ایک انوکھا اور اچھوتا فلسفہ پیش کیا ہے جس کا محض مان لینا کافی نہیں بلکہ اسے ہر طرح مان کر عملی حقیقت کے طور پر اپنا لیا جائے تو ایمان مکمل ہوتا ہے۔

قرآنِ کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ[2]

"اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو سب سجدے میں گر پڑے۔ مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آکر کافر بن گیا۔"

قرآن حکیم نے عبادت کے اس جامع تصور کو یوں بیان کیا ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيّٖنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ فِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ[1]

1۔ الانعام:۶/۱۵۵

2۔ البقرۃ:۲/۳۴

1۔ البقرۃ: ۲/۱۷۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب (قبلہ سمجھ کر) کی طرف منہ کرو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور خدا کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور مال عزیز رکھنے کے باوجود رشتہ داروں، یتیموں محتاجوں، اور مسکینوں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں کے چھڑانے میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جو عہد کریں، اس کو پورا کریں اور سختی اور تکلیف اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو ایمان میں سچے ہیں اور یہی ہیں جو خدا سے ڈرنے والے ہیں۔"

ماہنامہ محدث میں عبادات کے بارے میں بڑے تفصیلی مضامین شائع ہوئے ہیں۔ ان کو میں اپنے مقالہ میں لکھنے کی کوشش کرتی ہوں۔

(4) نماز

نماز کی فرضیت واہمیت

نماز اسلام کا ایک اہم بنیادی رکن ہے۔ اسلامی نظامِ عبادات میں اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآنِ حکیم میں کم و بیش سات سو مقامات پر نماز قائم کرنے کا ذکر آیا ہے۔ جن میں سے اسی (80) مقامات پر صریحاً نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ گویا اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے جس فرض کی ادائیگی کا حکم زیادہ تاکید کے ساتھ آیا ہے، وہ نماز ہی ہے۔

نماز وہ امتیازی عمل ہے جو ایک مومن کو کافر سے جدا کرتا ہے، قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق فریضہً نماز کی بجاآوری میں دین کی تعمیر اور اس کے ترک کر دینے میں دین کی بربادی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا واضح ارشادِ گرامی ہے:

من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر[1]

1۔ طبرانی، سلمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (260-360ھ)، المعجم الاوسط، ریاض، سعودی عرب، مکتبۃ المعارف، 1405ھ رقم حدیث: ۳۳۷۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی اس نے (گویا) کفر کیا۔"

یہ بات ذہن نشین رہے کہ توحید و رسالت کی شہادت اور اس کی عملی تصدیق کی طرف پہلا قدم نماز ہی ہے۔ نماز کا عمل ہی بندۂ مومن کو ایمان کے اعلیٰ درجے پر فائز کرتا ہے۔ جو بندہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد احکامِ خداوندی کی بجا آوری میں نماز ادا کرنے سے فراہم کرتا ہے۔ تارک صلوٰۃ کا ایمان بارگاہِ خداوندی میں نامقبول اور غیر معتبر ہے۔ حضور ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی بھی اسی مفہوم کو بیان کرتا ہے۔

"آدمی اور شرک و کفر کے درمیان نماز ہی حد فاصل ہے۔"[1]

"بندے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فاصلہ ہے۔"[2]

آداب نماز

ماہنامہ محدث اکتوبر ۲۰۰۰ء کے ایک مضمون "آداب نماز (اردو ترجمہ تلخیص صفۃ صلاۃ النبی ﷺ)" جو کہ علامہ ناصر الدین البانی کے حوالے سے شائع ہوا ہے۔ محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ آپ کی مشہور زمانہ تالیف صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس میں آپ نے احادیث مبارکہ کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مکمل نقشہ فرمایا ہے یہ کتاب تمام مسلمانوں کے لیے انمول تحفہ ہے اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے اور مارکیٹ میں بھی دستیاب ہے۔ علامہ موصوف نے اپنی اس کتاب کی تلخیص بھی شائع کی تھی جس میں انتہائی اختصار مگر حد درجہ جامعیت کے ساتھ نماز کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ الحمد اللہ اس مختصر کتاب کا ترجمہ کرنے کی سعادت راقم الحروف کے حصہ میں آئی۔[3]

کعبہ کی طرف متوجہ ہونا

نمازی جب نماز کے لیے کھڑا ہو وہ جہاں کہیں بھی ہو، قبلہ کی طرف منہ کرے، نماز فرضی ہو یا نفلی قبلہ رو ہونا نماز کا رکن ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

1۔ صحیح المسلم، 1: 88، کتاب الایمان، رقم حدیث: ۸۲

2۔ سنن نسائی، 1: 81، کتاب الصلوۃ، رقم حدیث: ۴۶۳

3۔ ماہنامہ محدث، اکتوبر ۲۰۰۰ء، آداب نماز (اردو ترجمہ تلخیص صفۃ صلاۃ النبی ﷺ)، ناصر الدین البانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی شخص بادل وغیرہ کی صورت میں انتہائی کوشش کے باوجود قبلہ کے علاوہ کسی دوسری جانب منہ کرکے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز درست ہوگیا اور اس پر نماز کا اعادہ ضروری نہیں۔کوئی شخص قبلہ کے علاوہ کسی دوسری جانب منہ کرکے نماز پڑھ رہا ہو۔اس دوران کوئی معتبر شخص اسے قبلہ کی جہت بتلادے تو تو اس پر لازم ہے کہ اُدھر کو منہ کرلے اس کی نماز درست ہوگی۔[1]

کشتی اور جہاز میں نماز پڑھنا

کشتی اور ہوائی جہاز میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے۔ان میں نماز پڑھتے ہوئے اگر گرنے کا خطرہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ لے۔[2]

ایک ہی نماز میں کھڑا ہونا اور بیٹھ رہنا

رات کی نفلی نماز کھڑے ہو کر یا بغیر کسی وجہ کے بیٹھ کر پڑھ لینا بھی جائز ہے۔بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں آلتی پالتی مار کر یا جس طرح بیٹھنے میں نمازی کو سہولت ہو،بیٹھ سکتا ہے۔[3]

جوتوں سمیت نماز پڑھنا

جیسا کہ نمازی کے لیے جوتے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے اسی طرح ننگے پاؤں بھی جائز ہے۔افضل یہ ہے کہ وقتاً فوقتاً دونوں طرح جیسے آسانی ہو نماز پڑھے۔نماز کے لیے جوتے پہننے یا اترنے کا تکلف نہ کرے بلکہ وہ ننگے پاؤں ہو تو اسی طرح پڑھ لے اور اگر جوتے پہنے ہوئے ہو تو جوتوں سمیت پڑھ لے الا یہ کہ کوئی دوسری مجبوری لاحق ہو۔[4]

جوتے اتار کر اپنی دائیں طرف رکھنے کی بجائے بائیں جانب رکھے بشرطیکہ ادھر کوئی دوسرا شخص نماز نہ پڑھ رہا ہو۔اگر اس کی بائیں جانب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے پاؤں کے درمیان رکھ لے۔آنحضرت ﷺ سے یہی حکم ثابت ہے۔[1]

1۔ماہنامہ محدث،اکتوبر ۲۰۰۰ء،آداب نماز (اردو ترجمہ تلخیص صفۃ صلاۃ النبی ﷺ)،ناصر الدین البانی،ص ۲۴

2۔ایضاً

3۔ایضاً،ص ۲۵

4۔ ماہنامہ محدث،اکتوبر ۲۰۰۰ء،آداب نماز (اردو ترجمہ تلخیص صفۃ صلاۃ النبی ﷺ)،ناصر الدین البانی،ص ۲۵

1۔ایضاً؛فائدہ:اس میں لطیف اشارہ ہے کہ نماز کی حالت میں نمازی جوتے اپنے سامنے نہ رکھے اکثر نمازی اس کی پرواہ نہیں کرتے اپنے سامنے جوتے رکھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سترہ کی طرف منہ کرکے اور اس کے قریب نماز پڑھنا واجب ہے

نمازی پر لازم ہے کہ وہ سترہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھے وہ مسجد میں ہو یا کسی دوسری جگہ نمازی چھوٹا ہو یا بڑا یہ حکم سب کے لیے برابر ہے اس لیے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد عام ہے کہ

"سترہ کے بغیر نماز نہ پڑھو اور نہ ہی کسی کو سامنے سے گزرنے کی اجازت دو۔ اگر سامنے سے گزرنے والا ضد اور اصرار کرے تو اس سے لڑپڑو کیونکہ اس کے ہمراہ شیطان ہوتا ہے۔"[1]

قبروں کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کی حرمت

قبروں کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا قطعاً جائز نہیں قبریں انبیاء کی ہوں یا کسی اور کی۔

نمازی کے سامنے سے گزرنے کی حرمت خواہ مسجد حرام ہی ہو

نمازی کے سامنے سترہ ہو تو نمازی کے آگے سے گزرنا جائز نہیں اس بارہ میں مسجد حرام اور دیگر مساجد کا کوئی فرق نہیں عدم جواز میں تمام مساجد برابر ہیں اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عام ہے۔

"لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ"[2]

کہ "نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو اگر اپنے اس عمل کے گناہ کا علم ہو تو وہ گزرنے کی بجائے چالیس برس انتظار کرنا برداشت کرے"

مسئلہ نیت

نمازی کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس نماز کے لیے کھڑا ہو وہ دل میں اس کی نیت اور تعین کرے مثلاً یہ کہ نماز ظہر کے فرض ہیں یا عصر کے یا ان کی سنتیں ہیں۔ نیت کرنا نماز کے لیے یا تو شرط ہے یا رکن۔ زبان سے نماز کی نیت کے الفاظ ادا کرنا بدعت اور خلاف سنت ہے اور ان مقلدین کے آئمہ میں سے کسی بھی امام نے یہ نہیں کہا۔[1]

1۔۔ماہنامہ محدث، شمارہ:۲۴۲، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص:۲۶

2۔مسلم، الصحيح المسلم، كِتَاب الصَّلَاةِ، باب مَنْعِ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي، رقم الحدیث ۱۱۳۲؛ بخاری، الصحیح البخاری، كِتَاب الصَّلَاةِ، بَابُ إِثْمِ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي، رقم الحدیث ۵۱۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تکبیر

پھر اللہ اکبر، کہہ کر نماز شروع کرے۔ یہ تکبیر نماز کا رکن ہے اس کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان مبارک ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مِفْتَاحُ الصَّلاةِ الطُّهُورُ وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ [2]

"وضو نماز کی چابی ہے تکبیر نماز میں داخل کرنے والی اور سلام نماز سے خارج کرنے والا ہے۔"

تکبیر تحریمہ کے بعد دعا

سوال: تکبیر تحریمہ کے بعد نبی ﷺ سے کئی دعائیں ثابت ہیں۔ کیا بیک وقت دو یا تین دعائیں پڑھی جا سکتی ہیں یا صرف ایک وقت میں ایک دعا پڑھنی چاہیے؟

جواب: افتتاحِ صلوٰۃ میں صرف کسی ایک دعا کو اختیار کیا جائے، متعدد اَدعیہ کو جمع کرنا ثابت نہیں [3]

رفع الیدین اور اس کی کیفیت

نمازی تکبیر کے ساتھ ہی یا اس سے پہلے یا بعد ہاتھ اٹھائے یہ تینوں طریقے سنت سے ثابت ہیں۔

نمازی اپنے ہاتھوں کو انگلیاں کھول پھیلا کر اٹھائے۔ رفع الیدین کے موقعہ پر اپنی ہتھیلیاں کندھوں کے برابر اٹھائے اور وقتاً فوقتاً ان کے اٹھانے میں اس قدر مبالغہ کرے کہ وہ کانوں کے نچلے حصہ کے برابر پہنچ جائیں۔

فائدہ: انگوٹھوں کا کانوں کی لوؤں کو لگانا۔ اس کا سنت میں کوئی اصل اور بنیاد نہیں بلکہ میرے نزدیک یہ عمل وسوسہ کا نتیجہ ہے۔[1]

ہاتھوں کو باندھنا اور اس کی کیفیت

پھر تکبیر کہنے کے بعد نمازی اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے، یہ عمل جملہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی سنتوں میں سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کو اس کا حکم دیا۔ لہٰذا ہاتھوں کو لٹکائے رکھنا جائز نہیں۔[1]

1۔ماہنامہ محدث، شمارہ:۲۴۲، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص:۲۸

2۔سنن ابی داؤد، كِتَاب الطَّهَارَةِ، بَاب فَرْضِ الْوُضُوءِ، رقم الحدیث ۶۱

3۔ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر۲۳۳، جنوری ۲۰۰۰ء ص ۲۴

1۔ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر۲۳۳، جنوری ۲۰۰۰ء ص ۲۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ باندھنے کی جگہ

نمازی اپنے ہاتھوں کو فقط سینے پر رکھے اس بارے میں مرد اور عورت کا حکم ایک ہی ہے۔

(سینہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ ہاتھ باندھنے کے دلائل یا تو ضعیف ہیں یا بے بنیاد۔)[2]

خشوع اور سجدہ کی جگہ دیکھنا

نمازی پر لازم ہے کہ نماز میں خشوع اور عاجزی کا ظہار کرے اور اس قسم کی زینتوں اور نقش و نگار سے اجتناب کرے جو اسے نماز سے غافل کریں۔ کھانے کی طلب شدید ہو تو کھانے کی موجودگی میں نماز نہ پڑھے اسی طرح اگر پیشاب، پاخانہ روکا ہو تو اس حالت میں بھی نماز پڑھنا منع ہے۔

قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے۔ دائیں بائیں متوجہ نہ ہو ادھر اُدھر کی توجہ سے شیطان انسان کی نماز کو اُچک لیتا ہے۔ (دوران نماز) آسمان کی طرف نظر اٹھانا جائز نہیں۔[3]

مقتدی کا فاتحہ پڑھنا

سری اور جہری تمام نمازوں میں مقتدی پر امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا ضروری ہے خواہ وہ امام کی قرآءت نہ بھی سن پا رہا ہو یا جب امام فاتحہ پڑھ چکنے کے بعد اتنا سکتہ کرے کہ مقتدی اور وقفہ میں فاتحہ پڑھ سکے۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ یہ لمبا سکوت سنت سے ثابت نہیں۔[4]

حافظ ثناء اللہ مدنی سے ماہنامہ محدث میں فقہ و فتاویٰ کے تحت سورۃ فاتحہ کو خلف الامام پڑھنے کے بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کا جواب دیا:

سوال: اَحناف سورۃ اعراف کی آیت ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرءانُ﴾ سے فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنے کی دلیل لیتے تھے، اسی طرح سورۃ الاحقاف کی آیت ﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرءانَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصِتُوا...﴾... سورۃ الاحقاف" اور سورۃ القیامہ کی آیت ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾... سورۃ

1۔ ایضاً ص:۲۹

2۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۳۳، جنوری ۲۰۰۰ء ص ۲۹

3۔ سینہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ ہاتھ باندھنے کے دلائل یا تو ضعیف ہیں یا بے بنیاد۔

4۔ ماہنامہ محدث، شمارہ: ۲۴۲، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص: ۲۹، تفصیل کے لیے ملاحظہ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ حدیث 54، 547

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

القیامۃ" سے بھی کچھ حنفی مولوی یہی دلیل لینے لگے ہیں۔ کیا نبی کریم ﷺ، صحابہؓ، تابعینؒ یا کسی مفسر نے ان آیات کی اس طرح تفسیر کی ہے؟

جواب: مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی کا تعلق سورۂ فاتحہ کے علاوہ سے ہے کیونکہ نبی کرم ﷺ کی ذاتِ گرامی قرآن کی مُبیّن (وضاحت کرنے والی) ہے۔ صحیح احادیث میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "سورۃ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں" اور قرآن میں ہے ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ...٧﴾ سورۃ الحشر "تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ بہترین نمونہ ہیں" کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان کے سامنے سر جھکا دیا جائے اور اپنی عقل وفکر کو نبوت کی روشنی کے تابع کر دیا جائے، سلامتی اسی میں ہے۔ تفسیر بالرائے کے بارے میں عذاب کی سخت تہدید اور وعید وارد ہے۔[1]

فاتحہ کے بعد قرآءت

عام نمازوں کی پہلی دو رکعتوں حتیٰ کہ نماز جنازہ میں بھی فاتحہ کے بعد کوئی دوسری سورت یا چند آیات پڑھنا مسنون ہے۔ کبھی قرآءت طویل کرے اور کبھی سفر کھانسی، بیماری یا بچوں کے رونے وغیرہ کے سبب قرآءت مختصر کرے۔ مختلف نمازوں میں قرآءت مختلف ہوتی ہے۔ باقی نمازوں کی نسبت صبح کی نماز میں قرآءت زیادہ طویل ہو اس سے مختصر ظہر کی نماز میں اس کے بعد بالترتیب عصر اور پھر عشاء کی نماز میں اسی طرح مغرب کی نماز میں عموماً قرآءت مختصر ہو۔[2]

رات کی نماز (تہجد) میں قرآءت ان سب نمازوں سے زیادہ لمبی ہو۔ دوسری رکعت کی نسبت پہلی رکعت میں زیادہ قرآءت کرنا مسنون ہے۔ نمازی آخری دو رکعتوں کی نسبت تقریباً آدھی قرآءت کرے۔[1]

امام کو نماز میں بھول پر مطلع کرنا

جب امام قرآءت میں بھول جائے تو مقتدی کے لیے جائز ہے کہ وہ امام کو غلطی پر مطلع کرے۔[1]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۳۳، جنوری ۲۰۰۰ء ص ۲۴

2۔ ایضاً، ص:۳۰

1۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۲۳۳، جنوری ۲۰۰۰ء، ص:۳۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکوع اور رکوع کی کیفیت

قرآءت سے فارغ ہو کر مناسب سکتہ کرے تاکہ سانس واپس آسکے۔ پھر تکبیر تحریمہ میں بیان کردہ طریقہ کے مطابق رفع الیدین کرے۔ اور تکبیر کہے، یہ واجب ہے۔ پھر رکوع کرے یہاں تک کہ اس کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر آجائے رکوع نماز کارکن ہے۔

اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے اور گھٹنوں کو خوب پکڑے انگلیاں یوں کھلی ہوئی گویا کہ گھٹنوں کو پکڑے ہوئے ہے یہ سب واجب ہے۔ اپنی پشت کو پھیلائے اور اس حد تک کشادہ رکھے کہ اگر اس پر پانی ڈالا جائے تو ٹھہر سکے یہ بھی واجب ہے۔ سر کو نہ تو جھکائے اور نہ اوپر کو اٹھائے بلکہ پشت کے برابر رکھے۔ اپنی کہنیوں کو پہلوؤں سے دور رکھے۔ رکوع اور سجدوں میں قرآن کریم پڑھنا جائز نہیں۔[2]

سجدوں میں اطمینان

نمازی پر لازم ہے کہ وہ سجدوں میں خوب اطمینان کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سجدہ کے تمام اعضاء کو برابر زمین پر ٹکائے وہ اعضاء یہ ہیں۔ پیشانی اور ناک دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنے دونوں پاؤں کے نیچے۔ سجدہ میں کثرت سے دعائیں کرنا مستحب ہے کیونکہ سجدہ میں دعا کی قبولیت یقینی ہوتی ہے۔[3]

جلسہ استراحت

دوسرے سجدہ سے سر اٹھا کر جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو تکبیر وجوباً کہے۔ کھڑا ہونے سے پہلے دائیں پاؤں پر اطمینان اور سکون سے بیٹھ رہے۔ یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ واپس آجائے۔[1]

تشہد کے لیے بیٹھنا

دوسری رکعت سے فارغ ہو کر تشہد کے لیے بیٹھے، یہ تشہد واجب ہے۔ اس طرح پاؤں بچھا کر بیٹھے جیسے سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا ذکر ہوا۔[2]

1۔ماہنامہ محدث، ص:۳۰

2۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۲۴۲، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص:۳۱

3۔ ایضاً، ص:۳۱

1 ۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۲۴۲، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص:۳۱

2۔ ایضاً، ص:۳۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قنوت نازلہ اور اس کا موقع

مسلمانوں پر جب کوئی مشکل آفت یا مصیبت آپڑے تو نمازی کے لیے مسنون ہے کہ وہ قنوت پڑھ کر مسلمانوں کے لیے دعائیں کرے۔ رکوع کے بعد جب دعا (ربناولک الحمد) پڑھ چکے تو یہ وقت قنوت پڑھنے کا ہے۔[1]

وتر کی دعاء قنوت اس کا موقعہ اور الفاظ

وتروں میں دعائے قنوت کبھی کبھار پڑھنا مسنون ہے۔ قنوت نازلہ کے بر خلاف اس کا موقع رکوع سے قبل ہے۔ وتر کے قنوت میں دعا پڑھے۔

"اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّمَا قَضَيْتَ، إِنَّهُ لا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ"[2]

یہ دعا آنحضرت ﷺ کی تعلیم کردہ ہے اس پر اضافہ نہ کیا جائے سوائے آنحضرت ﷺ پر درود کے وہ بھی اس لیے کہ اس دعا پر درود کا اضافہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین سے ثابت ہے۔[3]

آخری تشہد اور چوتڑ پر بیٹھنا

پھر آخری تشہد کے لیے بیٹھے یہ دونوں (بیٹھنا اور تشہد پڑھنا) واجب ہیں۔ اس تشہد میں بھی پہلے تشہد کی طرح سارے کام کرے۔ سوائے اس کے کہ اپنا بایاں چوتڑ زمین پر رکھ لے اور دونوں قدم ایک طرف نکال لے بایاں پاؤں دائیں پنڈلی کے نیچے رکھے۔ دایاں پاؤں کھڑا رکھے۔ دائیں پاؤں کو کبھی زمین پر بچھا لینا بھی جائز ہے۔ (بایاں) گھٹنا بائیں ہتھیلی میں دے کر زور دے رکھے۔[1]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ: ۲۴۲، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص: ۳۳

2۔ الجامع الترمذی، أَبْوَابُ الْوِتْرِ، باب مَا جَاءَ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ، رقم الحدیث ۴۶۴؛ سنن نسائی، رقم الحدیث ۱۷۴۵

3۔ ماہنامہ محدث، شمارہ: ۲۴۲، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص: ۳۸

1۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کا وجوب اور چار چیزوں سے پناہ مانگنا

(نمازی پر) اس تشہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا واجب ہے ہم پہلے تشہد کے بیان میں درود کے کچھ الفاظ ذکر کر چکے ہیں۔ (اس تشہد میں) چار چیزوں سے پناہ مانگے اور یوں کہے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ[1]

"یا اللہ میں تجھ سے جہنم کے عذاب، قبر کے عذاب، زندگی اور موت کے فتنوں اور دجال مسیح کے فتنہ کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں۔"

سلام سے پہلے دعا

پھر کتاب و سنت سے ثابت شدہ دعاؤں میں سے جو چاہے دعا کرے۔ یہ دعائیں بہت سی ہیں اگر ان میں سے کوئی یاد نہ ہو تو ایسی دعا کرے جو اس کے لیے دینی اور بنیادی لحاظ سے نفع مند اور مفید ہو۔[2]

سلام

پھر دائیں طرف سلام کہے یہاں تک کہ دائیں رخسار کی سفیدی (مقتدیوں کو) نظر آنے لگے۔ پھر بائیں طرف بھی اسی طرح سلام کہے۔ یہاں تک کہ بائیں رخسار کی سفیدی (مقتدیوں کو) نظر آنے لگے۔ نماز جنازہ میں بھی ایسے ہی کرے۔

علامہ نصر الدین البانی فرماتے ہیں:

" میرے مسلمان بھائی!:۔

یہ ہے نبی ﷺ کی نماز کا مختصر طریقہ جس کے بیان کرنے کی مجھے توفیق ملی اور میں نے اسے آپ کے قریب تر کرنا چاہا تا کہ آپ پر یہ خوب واضح ہو جائے اور ذہن میں خوب راسخ ہو جائے۔ گویا آپ اسے خود ملاحظہ کر رہے ہیں جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کیا ہے۔"[1]

1۔ صحیح. رواہ مسلم، کتاب الصلاۃ، رقم الحدیث ۵۸۸

2۔ ماہنامہ محدث، شمارہ: ۲۴۲، اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص: ۲۸

1۔ ایضاً، شمارہ: ۲۴۲، اکتوبر ۲۰۰۰ء ص: ۳۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) نمازِ جنازہ

ماہنامہ محدث میں نماز جنازے کے آداب کے بارے میں متعدد مضامین میں سوالات کے جوابات دے کر اسلامی تہذیبی رکن کی اصلاح کی گئی ہے۔ ذیل میں اس کا ذکر کیا جارہا ہے۔

فقہ و فتاویٰ کے تحت سوالات کے نشست میں حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب جنازے کے بارے ایک سوال کا جواب دیتے ہیں:

سوال: نماز جنازہ سے فارغ ہو چکنے کے بعد میت کے لئے دعا مانگنا شرعاً کیسا ہے؟ کیا حدیث «إذا صلیتم علیٰ المیت فأخلصوا له الدعاء» (جب تم میت کی نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لئے خصوصی طور پر دعائیں کرو)اور ابن شیبہ کی حضرت علیؓ سے روایت کہ "انہوں نے نماز جنازہ پڑھی پھر میت کے لئے دعا" کی، سے اس کا جواز نکلتا ہے؟

جواب:

حافظ صاحب اس کا جواب یوں دیتے ہیں:

"بحث طلب مسئلہ یہ ہے کہ آیا نماز جنازہ سے فارغ ہو چکنے کے فوراً بعد میت کے لئے دعا کی دعا کا جواز ہے یا نہیں؟... نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنے کی دلیل کے طور پر، سوال میں مذکور دو روایات پیش کی جاتی ہیں لیکن درست بات یہ ہے کہ میت کے لئے دعا نماز جنازہ کے دوران مانگی جائے۔ پہلی حدیث کی تشریح بقول علامہ مناویؒ یوں ہے:

> "میت کیلئے اخلاص کے ساتھ دعا کرو کیونکہ اس نماز سے مقصود صرف میت کیلئے سفارش کرنا ہے جب دعا میں اِخلاص اور عاجزی ہو گی تو اسکے قبول ہونے کی امید ہے"[1]

اور مستدرک حاکم میں حضرت ابوامامہ کی روایت میں ہے: «ویخلص الصلاة في التکبیرات الثلاث» یعنی جنازہ کی تین تکبیروں کے دوران اِخلاص سے دعا کرے۔ مستدرک حاکم کی اس حدیث سے اس امر کی وضاحت ہو گئی کہ دعا کا تعلق خالصۃً حالتِ نماز کے ساتھ ہے نہ کہ بعد از نماز سے۔[2]

---

1 ۔ علامہ مناوی، عون المعبود: ۱۸۸/۳

2 ۔ ماہنامہ محدث،، فقہ و فتاویٰ، حافظ ثناء اللہ مدنی، شمارہ نمبر ۲۴۴، جنوری ۲۰۰۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصولِ فقہ کا معروف قاعدہ ہے کہ «الأحاديث يفسر بعضها بعضا» "احادیث ایک دوسری کی تفسیر کرتی ہیں"، اس بنا پر اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم نمازِ جنازہ پڑھنا چاہو تو میت کے لئے خلوص کے ساتھ دعا کرو۔ یہ إقامة المسبب مقام السبب (سبب بول کر مسبّب مراد لینا) کی قبیل سے ہے، ارادہ سبب اور نماز مسبّب ہے۔ حدیث کے الفاظ فَأَخۡلِصُوا میں 'فاء' کے ترتیب و تعقیب بلا مہلت ہونے کا یہی مطلب ہے... اگر مقصود یہاں نماز جنازہ سے فراغت کے بعد دعا ہوتی تو پھر فاء کی بجائے لفظ ثُمَّ ہونا چاہئے تھا جو عام حالات میں ترتیب اور تراخی کا فائدہ دیتا ہے۔ احناف کی یہ توجیہ غلط ہے کہ فاء تعقیب کا یہ مطلب ہے کہ نماز کے بعد دعا کی جائے۔[1]

علاوہ ازیں یہ حدیث سنن ابوداود اور سنن ابن ماجہ وغیرہ میں ہے اور امام ابوداود نے اس حدیث کو جنازہ کے دوران دعا پڑھنے کے ضمن میں ذکر کیا ہے انہوں نے اس پر عنوان یوں قائم کیا ہے: باب الدعا للميت اور اس حدیث پر امام ابن ماجہ کی تبویب بھی ملاحظہ فرمائیں اور بار بار غور سے پڑھیں:

«باب ماجاء في الدعاء في الصلاة على الجنازة» یعنی نمازِ جنازہ میں دعا کے بارے میں جو کچھ آیا ہے، اس کا بیان... اس سے معلوم ہوا کہ محدثین اور احناف کے فہم میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا اس تحریف پر انہیں ندامت کا اظہار کر کے حق کی طرف رجوع کی فکر کرنی چاہئے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے "مراجعة الحق خير من التمادي في الباطل" باطل پر اصرار سے بہتر ہے کہ آدمی حق کی طرف رجوع کرلے۔ (إعلام الموقعين)[2]

بلاشبہ شرع میں دعا کی بالعموم تاکید ہے۔ غالباً اس بنا پر فقہاء حنفیہ نے جنازہ میں قراءت سے استغنائی پہلو اختیار کر کے اس کا نام دعاء و ثناء وغیرہ رکھا ہے۔ موطأ امام محمد میں ہے «لا قراءة على الجنازة وهو قول أبي حنيفة» اور یہ قول المبسوط للسرخسیؒ میں بھی ہے (۲/۶۴) ... البتہ محقق ابن الہمام فتح القدیر (۱/۴۸۹) میں فرماتے ہیں:

"فاتحہ نہ پڑھے تاہم بہ نیتِ ثنا پڑھی جاسکتی ہے۔ کیونکہ قراءت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں"[1]

علامہ ابن الہمام جیسے محقق کی یہ بات انتہائی مضحکہ خیز ہے، اس لئے کہ فاتحہ کی قراءت کا اثبات تو صحیح بخاری میں موجود ہے: باب قراءة فاتحة الكتاب على الجنازة۔ تو پھر کیا یہ بات معقول ہے کہ اثناء جنازہ میں اخلاصِ

---

1 ۔ ماہنامہ محدث، فقہ و فتاویٰ، حافظ ثناء اللہ مدنی، شمارہ نمبر ۲۴۴، جنوری ۲۰۰۱ء

2 ۔ ایضاً

1 ۔ السیواسی، کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف ابن الہمام، علامہ، فتح القدیر، ج ۱، ص ۴۸۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعا کی تاکید تو نہ ہو، لیکن سلام پھیرنے کے بعد کہا جائے کہ اب اِخلاص سے دعا کرو۔ غالباً اس دھوکہ کے پیش نظر حنفی بھائی نمازِ جنازہ کا توجھٹکا کرتے ہیں، بعد میں لمبی لمبی دعائیں کی جاتی ہیں جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔[1]

اصولِ فقہ کا قاعدہ معروف ہے کہ "عبادات میں اصل حظر (ممانعت) ہے، جواز کے لئے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے"۔ عہدِ نبوت میں کتنے جنازے پڑھے گئے، کسی ایک موقع پر بھی ثابت نہیں ہیکہ نبی ﷺ نے نماز جنازہ کے بعد دعا کی ہو۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے

رہا حضرت علیؓ کا اَثر (فعل صحابی) تو اس کا تعلق نمازِ جنازہ کے متصل بعد سے نہیں بلکہ اس کا تعلق دفن میت کے بعد سے ہے کیونکہ مصنف نے اس اثر پر جو عنوان قائم کیا ہے اور اس کے تحت مذکورہ جملہ آثار اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس دعا کا تعلق تدفین میت کے بعد سے ہے، عنوان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے"...«في الدعاء للميت بعد ما يدفن ويسوى عليه» "قبر پر مٹی برابر کرکے میت کے لئے دعا کرنے کا بیان۔ اور تدفین کے بعد میت کے لئے دعا کرنا ثابت شدہ امر ہے جس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت میں ہے:

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو عبد اللہ ذی نجادین کی قبر پر دیکھا، جب دفن سے فارغ ہوئے تو قبلہ رُخ ہاتھ اٹھا کر دعا کی" [1]

تمام خیر سنت نبوی کی پیروی میں ہے، اور بدعت میں شر ہی شر ہے۔ اللہ ربّ العزت جملہ مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین!"[2]

مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم

محقق علماء کے نزدیک کسی مسلمان میت کو مسجد کے اندر لا کر اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا نہ شرعاً منع ہے اور نہ ہی مکروہ۔ جمہور فقہا یعنی امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، (ایک روایت کے مطابق) امام مالکؒ، امام اسحٰقؒ، امام ابو ثورؒ، امام

---

1 ۔ ماہنامہ محدث،، فقہ و فتاویٰ، حافظ ثناء اللہ مدنی، شمارہ نمبر ۲۴۴، جنوری ۲۰۰۱ء

1 ۔ عسقلانی، ابو الفضل أحمد بن علي بن حجر العسقلاني الشافعي (773-852ھ)، فتح الباري شرح صحيح البخاري، دار المعرفة، بيروت، لبنان، 1379ھ، ۱۱/۱۴۴

2۔ ماہنامہ محدث، فقہ و فتاویٰ، حافظ ثناء اللہ مدنی، شمارہ نمبر ۲۴۴، جنوری ۲۰۰۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

داودؒ اور تمام محدثین اسی بات کے قائل ہیں، اگرچہ بعض فقہا، مثلاً امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، ابن ابی ذئبؒ اور ہادویہ وغیرہ، سے اس کی کراہت منقول ہے۔

مسجد میں نمازِ جنازہ کے جواز کے دلائل

عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أن عائشة، لما تُوُفِّي سعد بن أبي وقاص قالت: ادخلوا به في المسجد حتى أصلي عليه، فأنكر ذلك عليها، فقالت: والله لقد صلى رسول الله ﷺ على ابني بيضاء في المسجد سهيل وأخيه[1]

"ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ان کی میت کو مسجد میں لاؤ تاکہ میں ان پر نماز جنازہ پڑھ لوں۔ اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے بیضا کے دو بیٹوں حضرت سہلؓ اور ان کے بھائی حضرت سہیل[1] کے جنازوں کی نماز مسجد میں پڑھی تھی۔"

1۔ صحیح مسلم ۳/۶۳ (۹۷۳)، شرح السنہ ۵/۳۵۱، سنن ابی داود مع عون ۳/ ۱۸۲، جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی ۲/ ۱۴۵، مسند احمد ۶/ ۷۹، سنن النسائی ۴/ ۶۸، سنن ابن ماجہ (۱۵۱۸)، سنن الکبریٰ للبیہقی ۴/ ۵۱، الطحاوی ۱/ ۲۸۴، الاصابہ ۲/ ۸۴، ۹۱، الاستیعاب ۲/ ۱۰۷، ۹۲

1 . حضرات سہلؓ اور سہیل القرشی بن بیضاء رسول اللہ اکے صحابی تھے۔ ان کے والد کا نام وہب بن ربیعہ بن ہلال ابن مالک بن ضبہ بن الحرث بن فہر القرشی ہے۔ بیضاء ان کی ماں ہیں جنکا اصل نام دعد ہے۔ یہ دونوں بھائی بدری صحابی ہیں۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں: حضرت سہلؓ ان صحابیوں میں سے ہیں جنہوں نے قبل از ہجرت نبوی مکہ ہی میں اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا تھا، لیکن حضرت سہیلؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے پہلے ہجرت حبشہ کی لیکن جب اسلام پھیل گیا تو آپؓ رسول اللہ اکی خدمت میں مکہ حاضر ہوئے اور آپؐ کے ساتھ ہی رہے حتیٰ کہ جب نبی انے ہجرت فرمائی تو انہوں نے بھی ہجرت کی۔ اس طرح حضرت سہیلؓ نے دوبار ہجرت کی تھی۔ ان دونوں بھائیوں کی وفات مدینہ میں ۹/ ہجری میں ہوئی تھی۔ ابن اسحاقؒ اور ابن سعدؒ وغیرہ نے ان دونوں صحابیوں کا سنہ وفات یہی بیان کیا ہے۔ گویا آں انے ان دونوں صحابیوں کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں اپنی عمر مبارک کے تقریباً آخری دور میں پڑھائی تھی۔ انس بن مالک کا قول ہے کہ نبی اکے بزرگ صحابیوں میں حضرت ابوبکر اور سہل بن بیضاء رضی اللہ عنہما تھے۔ (الإصابة في تمييز الصحابة ۹۰، ۸۴-۹۱، الاستیعاب في أسماء الأصحاب ۲/ ۱۰۶، ۹۲-۱۰۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ترمذیؒ نے حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کو اپنی سند سے روایت کرنے کے بعد 'حسن' قرار دیا ہے۔
شارح ترمذی علامہ شیخ عبدالرحمن محدث مبارکپوریؒ (م ۱۳۵۲ھ) امام ترمذی کی مذکورہ تحسین کی شرح میں فرماتے ہیں: "اس حدیث کو امام بخاریؒ کے سوا محدثین کی ایک جماعت (یعنی اصحابِ سنن وغیرہ) نے روایت کیا ہے۔"[1]

وعن نافع ابن عمر قال: "صلي على عمر في المسجد[2]

"حضرت عمرؓ کے فرزندؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی گئی تھی۔"

وعن عروة قال: "صلي على أبي بكر في المسجد[3]

"عروہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ "حضرت ابو بکرؓ کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی گئی تھی۔"

مسجد میں نمازِ جنازہ کے مانعین کے دلائل

جو حضرات مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع کرتے ہیں، ان کے پاس دو طرح کے دلائل موجود ہیں:

1. نقلی دلیل 2. عقلی دلائل...

جہاں تک نقلی دلیل کا تعلق ہے تو جاننا چاہئے کہ اس فریق کے پاس اس بارے میں وارد صرف ایک ہی حدیث ہے اور وہ بھی ایسی کہ جس کی صحت پر متقدمین نے بہت کچھ کلام کیا ہے۔
امام بغویؒ (م ۵۱۶ھ) فرماتے ہیں کہ: "بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ مسجد میں میت پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ یہ قول امام مالکؒ کا ہے کیونکہ صالح مولی التوأمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ

من صلى على الجنازة في المسجد فلا شيء له[1]

1۔ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۶۶، جنوری ۲۰۰۳ء بحوالہ تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی ۲/۱۴۶

2۔ ایضاً، بحوالہ الموطأ ۱/ ۲۳۰، مصنف عبدالرزاق (۶۵۷۷)، نصب الرایہ ۲/ ۲۷۷

3۔ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۶۶، جنوری ۲۰۰۳، بحوالہ نیل الأوطار ۲/ ۷۴/ ۱۰، نصب الرایہ ۲/ ۲۷۷ (۱۱) نفس مصدر

1 ۔ شرح السنہ ۵/ ۳۵۲، سنن ابی داود مع العون ۳/ ۱۸۲، سنن ابن ماجہ ۱/ ۴۶۲ (۱۵۱۷) سنن الکبریٰ للبیہقی ۴/ ۵۱، الطیالسی ۱/ ۱۶۵، مسند احمد ۲/ ۴۴۵، ۴۴۴، مصنف عبدالرزاق (۶۵۷۹)، مصنف ابن ابی شیبہ ۳/ ۳۶۴-۳۶۵، الکامل لابن عدی ۲/ ۱۹۸، شرح المعانی للطحاوی ۱/ ۲۸۴، التحقیق لابن الجوزی ۲/ ۱۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"جس نے مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی، اس کے لئے کچھ نہیں ہے۔"

حدیث کے الفاظ میں اختلاف: مخرجین نے مختلف الفاظ کے ساتھ اس حدیث کی تخریج کی ہے، چنانچہ امام ابن قیم الجوزیہؒ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں :

> "حدیث کے الفاظ میں اختلاف ہے۔ امام خطیب بغدادیؒ نے اپنی کتاب 'السنن' میں فرمایا ہے کہ اصل الفاظ «فلا شيء عليه» ہیں، لیکن ان کے علاوہ یعنی دوسروں نے «فلا شيء له» کے الفاظ بھی روایت کئے ہیں۔ امام ابن ماجہؒ نے اپنی 'سنن' میں «فليس له شيء» کے الفاظ روایت کئے ہیں۔"[1]

خلاصہ

رسول اللہ ﷺ، خلفاے راشدین، ازواجِ مطہرات اور صحابہ کرام کے عمل نیز صحابہ کرامؓ کے اجماع، اُمت کے متواتر عمل، محدثین، جمہور فقہا اور علماے سلف و خلف کی بے شمار آرا اس بات کی متقاضی ہیں کہ مسجد کے اندر بلاعذر نمازِ جنازہ پڑھنے میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ ایسا کرنا بہر صورت شرعاً درست و جائز ہے۔ نہ اس امر میں کسی قسم کی کوئی کراہت ہے اور نہ قباحت، نیز یہ کہ مانعین کے پاس اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے ٹھوس دلیل موجود نہیں ہے۔[1]

لیکن اس کے ساتھ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ مسجد کے باہر کسی مقام کو جنائز کے لئے مخصوص و مقرر کر لیا جائے تو اس جگہ ہی نمازِ جنازہ پڑھنا افضل ہے کہ یہی رسول اللہ ﷺ کا عام معمول تھا، لیکن اگر کوئی شخص کبھی کبھار تعلیم اُمت کی نظر سے یا اس مردہ سنت کو زندہ کرنے کی نیت سے یا اس عمل کو بھی سنتِ نبوی سمجھ کر مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرے تو اس کا یہ عمل مستحسن ہے اور ان شاء اللہ اس کے لئے وہ ماجور ہو گا، واللہ اعلم بالصواب![2]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۶۶، جنوری ۲۰۰۳ء؛ بحوالہ زاد المعاد ۱/ ۴۸۱-۴۸۲ ۲۴) شرح السنہ ۵/ ۳۵۲ ۲۵) عون المعبود ۳/ ۱۸۲

1۔۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۲۶۷، فروری ۲۰۰۳ء

2۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)عیدین

عید... دوسری اقوام میں!

عہد قدیم سے یہ روایت چلی آرہی ہے کہ سال بھر میں ایک یا ایک سے زیادہ دن ایسے ہونے چاہئیں جن میں لوگ روز مرہ کاروبارِ حیات کو معطل کر کے عمدہ لباس پہن کر کسی مرکزی جگہ اکٹھے ہوں اور مختلف تقریبات منعقد کر کے اپنی حیثیت و شوکت کی نمائش کریں۔ ایسے تہواروں کو مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے اور تاریخ و دن کا تعین قوموں نے اپنی تاریخ کے اہم واقعات کی یاد تازہ رکھنے کے لئے کیا ہے۔ مثلاً ایرانیوں کی ایک عید یا تہوار کا نام مہرجان ہے جو فریدون بادشاہ نے اپنی ایک فتح عظیم کی یادگار کے طور پر منانے کا حکم دیا تھا۔ اہل عرب بھی ایرانیوں کے زیر اثر یہ عید منایا کرتے تھے۔[1]

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ ؑ کی ہدایت پر فرعون کے مظالم سے یومِ نجات کو یومِ عید قرار دیا۔ حضرت موسیٰ ؑ اس دن روزہ رکھتے اور عبادت میں مصروف رہے۔ رات کو عید کے دوسرے تقاضے یعنی خوشی و مسرت وغیرہ پورے کرتے۔ اَکل و شرب میں توسع فرماتے۔ آنحضرت ﷺ کی مدینہ منورہ میں آمد تک یہ عید منائی جاتی تھی۔ قریش بھی اس دن کی عزت کرتے اور کعبہ پر غلاف چڑھاتے۔ لیکن جس طرح حضرت موسیٰ ؑ کی اُمت نے ان کی شریعت کا ستیاناس کر دیا تھا، اسی طرح اس عید کی حقیقی روح کو ختم کر دیا تھا۔[1]

غیر مسلم اور قدیم اقوام چونکہ اپنے سامنے کوئی نظریہ نہ رکھتی تھیں۔ اس لئے ان کی یہ عیدیں سوائے لہو ولعب کے اور کچھ نہ ہوتیں۔ مثال کے طور پر اہل مصر جو عہد قدیم سے عیدیں مناتے چلے آرہے تھے، ان کی عید نو روز جسے قرآن نے یوم الزینۃ سے تعبیر کیا ہے، ہمارے اس دعویٰ کا ثبوت ہے۔ اس موقع پر بہت بڑا میلہ لگتا، دور دور سے لوگ رقص و تماشا میں حصہ لینے کے لئے آتے۔ عورتیں بن سنور کر خوشبوئیں لگا کر اور بھڑکیلے لباس زیب تن کر کے میلے میں شریک ہوتیں اور مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے اپنے جسم کے بعض حصوں کو عریاں رکھتیں۔[2]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ ۲۴۴، جنوری ۲۰۰۱ء

1۔ ایضاً، شمارہ ۲۴۴، جنوری ۲۰۰۱ء

2۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام دین فطرت ہے لہٰذا اس نے بھی اپنے نام لیواؤں کے فطری تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے خوشی و مسرت کے دو تہوار عنایت کئے ہیں جن کو عربی میں عید کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وہ ہیں عید الفطر اور عید الاضحی۔ ان اسلامی تہواروں کی اپنی جداگانہ اور امتیازی شان ہے۔ غیر مسلم اَقوام اپنے ایامِ عید میں اعتدال کی حدوں کو پھاند کر لہو ولعب، عیش وطرب، اَکل وشرب میں مشغول ہو جاتی تھیں کیونکہ ان کے نزدیک حاصل زندگی بس یہ کچھ ہے۔ اس کے برعکس اسلامی تہوار، اسلامی فلسفہ حیات کی عملی تفسیر پیش کر کے ہمیں اس ضابطے کے ساتھ پوری زندگی وابستہ رہنے کا سبق دیتے ہیں۔[1]

عید... عہدِ نبوت میں !

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت عرب کے اس خطہ میں وہ ساری برائیاں موجود تھیں جو کسی مٹنے والی قوم میں ہو سکتی ہیں۔ ان میں بت پرستی موجود تھی، وہ شرک پر مصر تھے۔ ان کی بداخلاقیاں اس قدر بڑھ چکی تھیں کہ وہ خود ان سے تنگ آ چکے تھے۔

آنحضرت ﷺ فداہ ابی وامی کی بعثت نے عرب میں ایک ایسا انقلاب برپا فرمایا جس سے زندگی کے تمام گوشے متاثر ہوئے۔ شرک کی جگہ توحید نے لے لی۔ بت پرستی کی جگہ ایک اللہ کی عبادت کا ذوق پیدا ہوا۔ غلامی کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹنے لگیں۔ آنحضرت ﷺ کے ارشادِ گرامی کے ایک ایک فقرہ پر غور فرمائیے کہ آپ نے صنادیدِ عرب کو کس قدر استقلال بخشا اور انہیں ذہنی استقلال سے کس قدر اونچا کر دیا کہ جن کے وہ نقال تھے، ان کے مقتدا بن گئے۔

عن أنس بن مالك قال كان لأهل الجاهلية يومان في كل سنة يلعبون فيهما فلما قدم النبي ﷺ المدينة قال كان لكم يومان تلعبون فيهما وقدأ بدلكم الله بهما غيرا منهما يوم الفطر ويوم الأضحى[1]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ ۲۴۴، جنوری ۲۰۰۱ء

1۔ سنن نسائی، کتاب الصلاۃ العیدین: ص۱۸۶ ج۱، رقم الحدیث ۱۵۵۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عرب نے سال میں عید کے دو دن مقرر کر رکھے تھے جن میں کھیلتے اور خوشی کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ان دو دنوں کی بجائے، جن میں تم عید سمجھ کر کھیلتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دوسرے دو دن بدل دیئے: عید الفطر اور عید الاضحی"

اس حدیث سے کئی مسائل ثابت ہوتے ہیں:

ایک عید بھوک کی یادگار ہے۔ رمضان المبارک خوراک کے عادت سے ہٹ کر جاری نظام کے ساتھ ختم ہوا۔ اس امتحان میں کامیابی کے بعد ایک دن مسرتوں کے لئے وقف ہوگیا۔ دوسری عید میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت ہاجرہؓ کی جفاکشی اور ہجرت اور ان مصائب میں کامیابی پر مسرت فرمائی گئی۔ اس پاکیزہ خاندان کی وفاداریوں، اور صبر آزمایوں کو تاریخی حیثیت عنایت فرما کر بقاءِ دوام عطا فرمایا گیا۔[1]

(7) روزہ (رمضان المبارک)

صوم کا لغوی اور شرعی معنی

صَوم جسے اُردو زبان میں روزہ سے تعبیر کرتے ہیں، کا لغوی معنی رک جانا ہے اور اس کا شرعی معنی طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک تمام مُفطرات (روزہ توڑنے والی چیزوں) سے بحالتِ ایمان اجر وثواب کی نیت سے رُک جانا ہے۔[2]

روزہ کا مقام

اسلام کی عمارت جن پانچ ستونوں پر استوار کی گئی ہے، ان میں ایک روزہ ہے جو مرتبہ کے اعتبار سے چوتھے درجہ پر ہے جیسا کہ عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۴۴، جنوری ۲۰۰۱ء

2۔ ایضاً، ص: ۱۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلٰـهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ[1]

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔"

فضائل روزہ

- تمام اعمالِ صالحہ میں صرف روزہ ایسا مبارک عمل ہے جس کی جزا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بنفس نفیس عطا فرمائیں گے (احمد، مسلم، نسائی از ابو ہریرہ مرفوعاً)
- روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔
- روزہ دار کو دو وجہ سے دو فرحتیں حاصل ہوتی ہے: ایک تو افطار کے وقت روزہ، چھوڑنے سے اور دوسرے ربّ سے ملاقات کے وقت جزاءِ روزہ کی وجہ سے (احمد، مسلم، نسائی از ابو ہریرہؓ مرفوعاً)[1]

رمضان کے روزہ کا حکم

- رمضان کا روزہ فرض ہے، چنانچہ قرآنِ کریم اور حدیث نبوی میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهرَ فَليَصُمهُ.....١٨٥﴾.....سورۃ البقرۃ

"تم میں سے جو شخص رمضان کا مہینہ پالے تو وہ اس کے روزے رکھے"

- نبی ﷺ نے فرمایا: «جعل الله صيامه فريضة» (بیہقی، شعب الایمان از سلمان فارسی مرفوعاً)

"اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض قرار دیئے ہیں۔"

- رمضان کے روزے بروز سوموار ۲/ شعبان المعظم ۲ھ کو فرض ہوئے۔[2]

1۔1. بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی الله علیه وآله وسلم : بنی الإسلام علی خمس، 1 : 12، رقم:8؛2. مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان أرکان الإسلام و دعائمه العظام، 1 : 45، رقم:16

1۔ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۴۴، جنوری ۲۰۰۱ء، ص:۱۴

2۔ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8)زکوٰۃ

'زکوٰۃ' اسلام کے ارکان خمسہ میں شامل ایک اہم رکن ہے جس کا تارک ومنکر بلاشبہ کافرومرتد ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں کافرومشرک لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ فَإِن تابوا وَأَقامُوا الصَّلوٰةَ وَءاتَوُا الزَّكوٰةَ فَإِخوٰنُكُم فِي الدّينِ[1] "اگر وہ (کفر و شرک سے) توبہ کرلیں اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔" گویا اُمتِ مسلمہ میں شمولیت اور مسلم برادری کا حصہ بننے کے لئے ضروری ہے کہ (i) کفرو شرک سے توبہ کی جائے، (ii) نماز ادا کی جائے اور (iii) زکوٰۃ ادا کی جائے۔[2]

زکوٰۃ ایسا اہم دینی فریضہ ہے کہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے اگر کوئی صاحبِ نصاب شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے تو حکومت وقت جبراً اس سے زکوٰۃ وصول کرنے کی مجاز ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں جب بعض قبائل نے محض زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو آپؓ نے ان کے خلاف قتال کیا اور بعض صحابہؓ کے شبہات پر آپؓ نے فرمایا:

> واللّٰهِ لأُقَاتِلَنَّ مَن فَرَّقَ بيْنَ الصَّلاَةِ والزَّكَاةِ. فإنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ المَالِ، واللّٰهِ لو مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إلى رَسولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ علَى مَنْعِهَا[1]
>
> "اللہ کی قسم! جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے، میں اس کے خلاف ضرور قتال کروں گا۔ بلاشبہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اور اللہ کی قسم! اگر (بالفرض) لوگ بکری کا چھوٹا بچہ جو وہ بطورِ زکوٰۃ اللہ کے رسول کو دیا کرتے تھے، مجھے دینے سے انکار کردیں تو ان کے انکار پر میں نے ان کے خلاف جنگ کروں گا۔"

1۔ التوبۃ:۹/ ۱۱

2۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۷۴، نومبر ۲۰۰۳ء، ص ۲۶

1۔ صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، رقم الحدیث: ۱۳۹۹، ومسلم ۲۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زکوٰۃ کی فرضیت واہمیت

زکوٰۃ کی فرضیت واہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اور معاشرتی سطح پر بہت سے فوائد و مصالح کی بنیاد بھی یہی نظام زکوٰۃ ہے۔ مالداروں کے زائد از ضرورت مال میں سے جہاں ایک انتہائی معمولی اور متعین حصہ بطورِ زکوٰۃ لیا جاتا ہے، وہاں یہی جمع شدہ حصص معاشرے ہی کے ان افراد کی فلاح و بہبود اور کفالت و تربیت پر صرف ہوتے ہیں جو نہ صرف غربت وافلاس کا شکار ہوتے ہیں بلکہ بعض دیگر وجوہات کی بناپر معاشرے کے فعال رکن بننے سے قاصر ہوتے ہیں۔ معاشرے کے اس کمزور اور مستحقِ زکوٰۃ طبقہ سے اگر زکوٰۃ کی ضرورت و اہمیت کے حوالے سے دریافت کیا جائے تو یہ طبقہ اسلام کے نظامِ زکوٰۃ کو ایک بہت بڑی نعمت قرار دے گا۔ جبکہ اس کے برعکس وہ طبقہ جو زکوٰۃ دینے کا اہل قرار پاتا ہے اس کا نکتہ نظر اوّل الذکر سے کہیں مختلف ہوتا ہے۔ اس لئے کہ زکوٰۃ دینے سے ان کے مال میں کمی ہوتی ہے جسے وہ خواہ مخواہ کی چٹی اور بارِ گراں محسوس کرتے ہیں۔ اور ایسے لوگ تو آٹے میں نمک برابر ہیں جو زکوٰۃ دینے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو بھی اگر یہ کہہ دیا جائے کہ زکوٰۃ فرض نہیں بلکہ مستحب ہے تو ان کی تعداد میں بھی واضح کمی پیدا ہو جائے گی۔[1]

فطری کمزوری پر قابو پانے کے ذرائع

بنیادی طور پر انسان حریص ہے اور مال سے محبت اسکی فطری کمزوریوں میں شامل ہے۔ اسلام نے انسان کی اس فطری کمزوری پر قابو پانے کے لئے جن ذرائع کو اختیار کیا وہ یہ ہیں:

1. زکوٰۃ کو 'فرض' قرار دیا۔
2. صرف اتنے مال پر زکوٰۃ کو فرض کیا جو انسان کی ضرورت سے زائد ہو۔
3. آلات پیداوار اور ذاتی استعمال کی چیزوں کو اس سے مستثنیٰ کر دیا۔
4. صرف اتنا مال بطورِ زکوٰۃ فرض کیا جو کل مال کے مقابلے میں انتہائی معمولی (یعنی اڑھائی فیصد) ہو۔
5. زکوٰۃ فرض کرنے کے باوجود اس کی فضیلتیں بیان کیں۔
6. زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو دنیاوی سزا اور اُخروی عذاب سے متنبہ کیا۔[2]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲/۲۷۴، نومبر ۲۰۰۳ء، ص ۲۶

2۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۲/۲۷۴، نومبر ۲۰۰۳ء، ص ۲۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شروطِ زکوٰۃ

متقدم فقہا میں سے جمہور فقہانے زکوٰۃ کی فرضیت کے حوالہ سے جن شروط کو متفقہ طور پر بیان کیا ہے وہ یہ ہیں:

1. زکوٰۃ سے متعلقہ مال متعین فرد کی ملکیت ہو
2. اس مال پر اسے ملکِ تام حاصل ہو
3. وہ مال، نامی (یعنی نشوونما کا متحمل) ہو
4. وہ مال ضروریاتِ زندگی (حاجاتِ اصلیہ) سے زائد ہو
5. اس مال پر ایک سال کا وقفہ گزر چکا ہو
6. زکوٰۃ ادا کرنے میں کوئی مانع (قرض وغیرہ کی موجودگی) نہ ہو۔
7. وہ مال مقررہ نصاب کو پہنچ چکا ہو۔[1]

کیا مالِ تجارت کی زکاۃ قیمت خرید پر ہو گی یا قیمت فروخت پر؟

ماہنامہ محدث کے شمارہ نمبر ۳۵۶، جولائی ۲۰۱۲ء میں فقہ وفتاویٰ کے تحت شیخ محمد بن صالح المنجد ایک سوال کا جواب یوں دیتے ہیں:

سوال: تجارتی سامان کی زکاۃ کس طرح ادا ہو گی؟ آیا وہ قیمتِ خرید کے مطابق ہو گی یا قیمت فروخت کے مطابق؟

جواب: تجارتی سامان کی زکاۃ کا حساب اس طرح ہو گا کہ سال مکمل ہونے پر سامان کی مارکیٹ کے مطابق قیمت لگائی جائے گی۔(اور غالباً دوکان میں وہی فروخت کی قیمت ہے) چاہے یہ قیمتِ خرید کے برابر ہو یا اس سے کم یا زیادہ اور پھر اس سے اڑھائی فیصد زکاۃ ادا کی جائے گی۔[2] اور یہی کمالِ عدل ہے، کیونکہ سال مکمل ہونے کے وقت اس کی قیمت خریداری کی قیمت سے مختلف ہو سکتی ہے یا کم یا زیادہ۔[3]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۷۴، نومبر ۲۰۰۳ء، ص ۲۸

2۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۳۵۶، جولائی ۲۰۱۲ء، ص ۶۶

3۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر اگر تاجر تھوک یعنی ہول سیل کا کاروبار کرتا ہو تو وہ ہول سیل کی قیمت لگائے گا، اور اگر وہ پرچون کا کاروبار کرتا ہے تو وہ پرچون کی قیمت لگائے گا۔[1] اور اگر وہ ہول سیل اور پرچون دونوں کاروبار اکٹھا کرتا ہے تو وہ قیمت متعین کرنے میں محنت سے کام لے اور ہول سیل فروخت کرنے والے مال کا اندازہ لگا کر اس کی قیمت ہول سیل ریٹ کے مطابق لگائے اور جو پرچون فروخت کرتا ہے اس کی قیمت پرچون ریٹ کے مطابق لگائے اور اس کی زکاۃ نکالے۔ اور اگر وہ اس حالت میں احتیاط کرتے ہوئے اتنی زکاۃ نکالے جو یقینی واجب کردہ زکاۃ سے زیادہ ہو تو یہ افضل ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے وہ یہ اندازہ لگائے کہ وہ یہ سامان ہول سیل فروخت کرے گا اور پھر اسے وہ پرچون فروخت کر دے۔[2]

(9) حج عمرہ

حج کی فرضیت

حج اِسلام کا ایک بنیادی رکن ہے، اور ہر اس مرد و عورت پر فرض ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہے، فرمانِ الٰہی ہے: وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا[1] " یعنی "حج بیت اللہ کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کی طرف جانے کی طاقت رکھتے ہوں" اور جب حج کرنے کی قدرت موجود ہو تو اسے فوراً کر لینا چاہئے کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"جس کا حج کرنے کا ارادہ ہو وہ جلدی حج کر لے، کیونکہ ہو سکتا ہو وہ بیمار پڑ جائے یا اس کی کوئی چیز گم ہو جائے یا کوئی ضرورت پیش آ جائے" (احمد و ابن ماجہ)

اور حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں کچھ لوگوں کو بھیج کر معلوم کروں کہ کس کے پاس مال موجود ہے اور وہ حج پر نہیں گیا تو اس پر جزیہ لگا دیا جائے۔[2]

1۔ الشرح الممتع از شیخ محمد بن عثیمین: 6/146

2۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۵۶، جولائی ۲۰۱۲ء، ص ۶۷

1۔ ال عمران: ۳/۹۷

2۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر: ۲۴۵، فروری، ۲۰۰۱ء ص ۶۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حج کی فضیلت

ماہنامہ محدث، شمارہ ۲۴۵، میں ڈاکٹر سہیل حسن صاحب حج کی فضیلت میں وارد چند احادیثِ رسول ﷺ کا ترجمہ لکھتے ہیں؛ ملاحظہ فرمائیں :

- "حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے" (متفق علیہ) اور حج مبرور سے مراد وہ حج ہے جس میں اللہ کی نافرمانی نہ کی گئی ہو اور اس کی نشانی یہ ہے کہ حج کے بعد حاجی نیکی کے کام زیادہ کرنے لگ جائے اور دوبارہ گناہوں کی طرف نہ لوٹے۔
- رسولِ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے فرمایا: "حج پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے" (مسلم)
- "حج اور عمرہ ہمیشہ کرتے رہا کرو کیونکہ یہ دونوں غربت اور گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں جس طرح دھونی لوہے کے زنگ کو ختم کر دیتی ہے۔" (طبرانی، دار قطنی)
- "اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا، حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا یہ سب اللہ کے مہمان ہوتے ہیں، اللہ نے انہیں بلایا تو یہ چلے آئے اور اب یہ جو کچھ اللہ سے مانگیں گے، وہ انہیں عطا کرے گا" (ابن ماجہ، ابن حبان)[1]

سفر حج سے پہلے چند آداب

- عازمِ حج کو چاہئے کہ وہ حج و عمرہ کے ذریعے صرف اللہ کی رضا اور اس کا تقرب حاصل کرنے کی نیت کرے۔
- وہ حج کے اِخراجات رزقِ حلال سے کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ

  "اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاک چیز کو قبول کرتا ہے"۔
- تمام گناہوں سے سچی توبہ کرلے اور اگر اس پر لوگوں کا کوئی حق (قرضہ وغیرہ) ہے تو اسے ادا کر دے، اور اپنے گھر والوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی تلقین کرے، اور اگر کچھ حقوق وہ اَدا نہیں کر پایا تو انہیں ان کے متعلق آگاہ کر دے۔
- قرآن و سنت کی روشنی میں حج و عمرہ کے اَحکامات کو سیکھ لے، اور سنی سنائی باتوں پر اعتماد نہ کرے۔
- عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے محرم یا خاوند کے ساتھ ہی سفر حج کرے اور اکیلی روانہ نہ ہو۔[1]

---

1 ۔ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر: ۲۴۵، فروری، ۲۰۰۱ء، ص ۶۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دورانِ سفر اور دورانِ ادائیگیٔ حج چند ضروری آداب

- اِحرام کی نیت کرنے کے بعد زبان کی خصوصی طور پر حفاظت کریں اور فضول گفتگو سے پرہیز کریں، اپنے ساتھیوں کو ایذا نہ دیں اور ان سے برادرانہ سلوک رکھیں، اور اپنے تمام فارغ اوقات اللہ کی اِطاعت میں گزاریں، کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ "جس نے حج کیا اور اس دوران بے ہودگی اور اللہ کی نافرمانی سے بچا رہا، وہ اس طرح واپس لوٹا جیسے اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا"
- حجاج کے رَش میں خصوصاً حالتِ طواف و سعی میں اور کنکریاں مارتے ہوئے کوشش کریں کہ کسی کو آپ سے کوئی تکلیف نہ پہنچے، اور اگر آپ کو کسی سے کوئی تکلیف پہنچے تو اسے درگزر کر دیں اور جھگڑا نہ کریں۔
- باجماعت نماز پڑھنے کی پابندی کریں اور اس سلسلے میں کسی قسم کی سستی نہ برتیں۔

خواتین غیر مردوں کے سامنے بے پردہ نہ ہوں۔

حج تمتع کے مختصر اَحکام

عمرہ: اِحرام، تلبیہ، طواف، سعی، بالوں کو منڈوانا/کٹوانا

حج: ۸/ ذوالحج: احرامِ حج، تلبیہ، منیٰ میں ۹/ ذوالحج کی صبح تک قیام

۹/ ذوالحج: وقوفِ عرفات، دس کی رات مزدلفہ میں قیام

۱۰/ ذوالحج: بڑے جمرہ کو کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا، طوافِ افاضہ و سعی

۱۱/ ذوالحج: کی رات منیٰ میں قیام

۱۱و۱۲ / ذوالحج (جس نے جلدی کی) اور ۱۳ / ذوالحج (جس نے تاخیر کی) تینوں جمرات کو کنکریاں مارنا، منیٰ میں قیام، مکہ مکرمہ سے روانگی سے پہلے طوافِ وداع[1]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر: ۲۴۵، فروری، ۲۰۰۱ء، ص ۶۵

1۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10) قربانی

اللہ کریم کو اپنے بندوں سے بہت محبت ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ اس کا کوئی بندہ نارِ جہنم کا ایندھن بنے، اِسی لئے اس نے اپنے انبیاے کرام کے ذریعے اپنے بندوں کے لئے جنت کے راستے ہموار کئے اور ایسے ایسے عظیم اور آسان طریقے اور ذرائع مقرر کئے کہ جنہیں اپنا کر انسان اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے، دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی سے محفوظ ہو جاتا ہے اور جنت الفردوس اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ اُن طریقہ جات اور ذرائع میں سے قربانی کرنا بھی ایک ایسا عظیم الشان عمل ہے کہ جس سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی قربت نصیب ہو جاتی ہے اور اس کی دنیا و آخرت بھی سنور جاتی ہے۔

لفظِ 'قربانی' کا معنی و مفہوم

لفظ قُرْبَانِيّ قَرَبَ يَقْرُبُ سے مصدر بروزن فُعْلان ہے جبکہ بعض اقوال کے مطابق یہ لفظ صیغہ اسم فاعل بروزن ضُربان ہے اور بعد میں اس کے آخر میں یاے نسبتی لگا دینے سے لفظ قُرباني بن گیا۔[1]

اب یہ لفظ اُن جانوروں کے لئے علَم کی حیثیت اختیار کر چکا ہے جو عید الاضحی کے دن اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح کئے جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے قُربانی کا معنی یہ ہوا کہ قریب کر دینے والی۔ کیونکہ یہ عمل انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتا ہے، اس لئے اسے قربانی کہتے ہیں۔[2]

قربانی کی ابتدا

قرآنِ حکیم کی اس آیتِ مبارکہ

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا ٱسْمَ ٱللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ ٱلْأَنْعَٰمِ[3]

"اور ہم نے ہر اُمت کیلئے قربانی اس غرض کیلئے مقرر کی ہے کہ وہ اُن مویشیوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے اُنہیں عطا فرمائے ہیں۔"

1۔ الرسالة القبرصية: ۴۰، سماحة الإسلام، از حوفی: ۳۹ اور غیر المسلمین فی المجتمع الإسلامي: ۱۰

2۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۰۶، جنوری ۲۰۰۷ء، ص ۶۰

3۔ الحج: ۲۲/ ۳۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے معلوم ہوتا کہ قربانی شروع ہی سے ہر اُمت یعنی ہر قوم پر مقرر کی گئی تھی جبکہ قربانی دینے کے طریقے مختلف تھے۔ قرآنِ مجید میں یہ مذکور ہے کہ سب سے پہلے ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی پیش کی، ایک بیٹے کی قربانی قبول ہوگئی جبکہ دوسرے کی ردّ کر دی گئی۔ قربانی کا یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا، یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنے پیارے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اللہ کی راہ میں پیش کر دی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے ان کے بیٹے کی جگہ جنت سے بھیجے گئے دُنبے کو ذبح کروا دیا۔[1]

قربانیوں کا یہ سلسلہ بدستور جاری رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بذریعہ وحی قربانی دینے کا حکم فرمایا:

إِنَّآ أَعۡطَيۡنَٰكَ ٱلۡكَوۡثَرَ ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنۡحَرۡ[1]

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی، لہٰذا آپ اپنے ربّ کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی بھی دیں۔"

(11) جہاد

'جہاد' کا لفظ لغوی طور پر (مقابلہ میں) کوشش، محنت و مشقت اور تگ و دو کی مختلف شکلوں کا احاطہ کرتا ہے اور اسے دینی پس منظر میں لیا جائے تو اسلام کی سربلندی، دعوت و تبلیغ، ترویج و تنفیذ اور تحفظ و دفاع کے لئے کی جانے والی مختلف النوع عملی کوششوں کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کی حیثیت سے اپنی خواہشات پر کنٹرول اور نفس کی اصلاح کی مساعی پر بھی جہاد کا لفظ بولا گیا ہے جس کی قرآن و سنت میں بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔[2]

لیکن جہاد کا ایک خصوصی مفہوم 'جنگ' اور 'محاربہ' بھی ہے جسے قرآنِ کریم میں 'جہاد فی سبیل اللہ' اور 'قتال' کے عنوان سے تعبیر کیا گیا ہے۔[3] چنانچہ سینکڑوں آیاتِ قرآنی اور ہزاروں احادیثِ نبویہ میں اس کا تذکرہ

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۰۶، جنوری ۲۰۰۷ء، ص ۶۰

1۔ الکوثر: ۱-۲

2۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۶۱، جون ۲۰۰۲ء، ص ۶۱

3۔ قرآن وحدیث میں جس طرح بہت سے مقامات پر 'جہاد' قتال فی سبیل اللہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی کی غرض سے واقعتاً غالب آنے کی ہر کوشش 'مقدس جہاد' کی قسم ہے۔ لیکن کتاب وسنت میں 'جہاد' جنگ کے علاوہ تحفظ دین کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موجود ہے اور اس 'جہاد' کے فضائل، احکام، مسائل اور مقصدیت پر قرآن و سنت میں پورے اہتمام کے ساتھ جابجا روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ ہے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے کافروں کے خلاف میدانِ جنگ میں صف آرا ہو کر ہتھیاروں کے ساتھ ان سے معرکہ آرائی کرنا اور قتل و قتال کے ذریعے سے کفر پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا جس کی اہمیت و فضیلت پر قرآنِ کریم اور سنتِ نبوی کی سینکڑوں تصریحات گواہ ہیں اور اس کو آج کے دور میں اس وجہ سے سب سے زیادہ تنقید و اعتراض کا نشانہ بنایا جا رہا ہے کہ جدید عقل و دانش کے نزدیک عقیدہ و مذہب کے فروغ اور غلبہ کے لئے ہتھیار اُٹھانا تہذیب و تمدن کے تقاضوں کے خلاف ہے اور ایسا کرنا بنیاد پرستی، انتہا پسندی اور دہشت گردی کے دائرے میں آتا ہے۔[1]

(12) مُحرّم اور عاشوراء

محرم کی فضیلت

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ أَنْفُسَكُمْ[2]

”بے شک شریعت میں مہینوں کی تعداد ابتداءِ آفرینش سے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں بارہ ہے۔ ان میں چار حرمت (اَدب) کے مہینے ہیں۔ یہی مستقل ضابطہ ہے تو ان مہینوں میں (قتالِ ناحق) سے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو“

ماہنامہ محدث کے شمارہ نمبر ۲۴۶، مارچ ۲۰۰۱ء میں تفسیر جامع البیان کے حوالے ڈاکٹر سہیل حسن صاحب رقم طراز ہیں:

دوسری مساعی پر بھی جابجا بولا گیا ہے، بالخصوص منافقین سے جہاد کی بیشتر صورتیں بلا سیف ہیں، اسی طرح ہجرت سے پہلے مکی سورتوں میں 'جہاد' کا ذکر قطعاً جنگ کے معنی میں نہیں آیا۔ (محدث)

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۶۱، جون ۲۰۰۲ء، ص ۶۲

2۔ التوبہ: ۹/ ۳۶

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فان الظلم فیہا أعظم وزرا فیما سواہ والطاعة أعظم أجرا[1]

"ان مہینوں میں ظلم و زیادتی بہت بڑا گناہ ہے اور ان میں عبادت کا بہت اجر وثواب ہے"

"تفسیر خازن، جلد ۳ ص ۴۳ میں ہے کہ ان مہینوں کا نام حرمت والے مہینے اس لئے پڑ گیا کہ عرب دورِ جاہلیت میں ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور ان میں لڑائی جھگڑے کو حرام سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹے یا بھائی کے قاتل کو بھی پاتا تو اس پر حملہ نہ کرتا۔ اسلام نے ان کے عزت و احترام کو مزید بڑھایا۔ نیز ان مہینوں میں نیک اَعمال اور اللہ کی اطاعت ثواب کے اعتبار سے کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح ان میں برائیوں کا گناہ دوسرے دنوں کو برائیوں سے سخت ہے۔ لہٰذا ان مہینوں کی حرمت توڑنا جائز نہیں۔"[1]

ڈاکٹر سہیل حسن صاحب ماہنامہ محدث میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایامِ تشریق میں مقامِ منیٰ میں حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: لوگو! زمانہ گھوم پھر کر آج پھر اسی نقطہ پر آگیا ہے جیسا کہ اس دن تھا جب کہ اللہ نے زمین وآسمان کی تخلیق فرمائی تھی۔ سن لو، سال میں بارہ مہینے ہیں جن میں چار حرمت والے ہیں، وہ ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔"[2]

ان حرمت والے مہینوں میں کسی قسم کی برائی اور فسق و فجور سے کلی طور پر اجتناب کرنا اور ان کے احترام کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ یوں تو چاروں مہینے برکت و فضیلت سے بھرپور ہیں، لیکن ہم یہاں صرف ماہِ محرم کا تذکرہ کریں گے۔ ماہ محرم وہ مہینہ ہے جس میں دس تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کا دن قرار دیا اور اسے سال بھر کے لئے کفارہ گناہ ٹھہرایا ہے۔[3]

1۔ تھانوی، اشرف علی، بیان القرآن، ایچ۔ ایم۔ سعید، کمپنی، کراچی، ۱۳۵۳ھ، ص ۱۶۷

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۴۶، مارچ ۲۰۰۱ء ص ۴۹

2۔ ایضاً

3۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۴۶، مارچ ۲۰۰۱ء، ص ۵۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محرم کے روزے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”رمضان کے بعد سب سے افضل روزے ماہِ محرم کے روزے ہیں، جو اللہ کا مہینہ ہے اور فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔“[1]

عاشوراء محرم کا روزہ

ماہِ محرم میں روزوں کی فضیلت کے متعلق اگرچہ عمومی طور پر صحیح احادیث وارد ہیں لیکن خصوصی طور پر 'یومِ عاشوراء' یعنی دس محرم کے روزے کے متعلق کثرت سے اَحادیث آئی ہیں جن سے اس دن کے روزہ کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں وارد احادیث ملاحظہ فرمائیں:

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشوراء کے روزہ کی فضلیت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ”اس سے ایک سالِ گذشتہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔“[1]

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مشابہت سے بچنے کے لئے اس کے ساتھ نویں محرم کا روزہ رکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔“ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے، ابن عباس اس حدیث کے راوی ہیں کہ

> ”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور لوگوں کو رکھنے کا حکم دیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو ایسا دن ہے جس کی یہود و نصاریٰ بڑی تعظیم کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ آئندہ سال ان شاء اللہ ہم دس محرم کے ساتھ نو محرم کا بھی روزہ رکھیں گے۔ اگلا سال آنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔“[2]

1۔ ایضاً، بحوالہ صحیح مسلم: کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم / مشکوٰۃ ص:۱۷۸

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۴۶، مارچ ۲۰۰۱ء، بحوالہ مسلم: ج۱، ص ۳۶۸

2۔ ایضاً، بحوالہ صحیح مسلم / مشکوٰۃ: ص۱۷۹

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

حاصل یہ ہے کہ اللہ ارحم الراحمین اور نبی رحمت للعالمین نے امتِ مسلمہ کو ماہِ محرم خصوصاً یومِ عاشوراء کی فیوض وبرکات سے مطلع کر دیا ہے تاکہ ہم شریعت کی ہدایات کے مطابق عمل کر کے سعادتِ دارین حاصل کر سکیں مگر بعض بے علم لوگوں نے ان ثابت شدہ ہدایات پر قناعت نہیں کی بلکہ یومِ عاشوراء کے فضائل میں بے شمار موضوع ومہمل حدیثوں کو گھڑ لیا اور اس کے ذریعے خاص وعام سبھی کو گمراہ کیا۔[1]

ماہِ محرم کی بدعات

ہم نے ماہِ محرم سے بہت سے غلط رواج وابستہ کر لئے ہیں، اسے دکھ اور مصیبت کا مہینہ قرار دے لیا ہے جس کے اظہار کے لئے سیاہ لباس پہنا جاتا ہے۔ رونا پیٹنا، تعزیہ کا جلوس نکالنا اور مجالس عزا وغیرہ منعقد کرنا یہ سب کچھ کارِ ثواب سمجھ کر اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کے اظہار کے طور پر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ سب چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے صریح خلاف ہیں۔ شیعہ حضرات کی دیکھا دیکھی خود کو سنی کہلانے والے بھی بہت سی بدعات میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ مثلاً اس ماہ میں شادی بیاہ کو بے برکتی اور مصائب وآلام کے دور کی ابتدا کا باعث سمجھ کر اس سے احتراز کیا جاتا ہے اور لوگ اعمالِ مسنونہ کو چھوڑ کر بہت سی من گھڑت اور موضوع احادیث پر عمل کرتے ہیں مثلاً بعض لوگ خصوصیت سے عاشوراء کے روز بعض مساجد ومقابر کی زیارتیں کرتے اور خوب صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور اس دن اہل وعیال پر فراخی کرنے کو سارے سال کے لئے موجبِ برکت سمجھا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔[1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

> ”ان میں بعض روایات کے سلسلہ رواۃ میں بعض صحیح اور ثقہ راویوں کا نام بھی ملتا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ احادیث بنانے والوں نے احادیث گھڑ کر ان کو ثقہ راویوں کے نام منسوب کر دیا ہے تاکہ کچھ لوگ غلط فہمی میں ان کی صحت پر یقین کر لیں۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے کہ دسویں محرم کے دن سوائے روزہ رکھنے

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۴۶، مارچ ۲۰۰۱ء، ص ۵۳

1۔ ایضاً

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے اور کوئی کام مسنون نہیں اور دسویں محرم کی فضیلت میں یہ سب روایات خود ساختہ ہیں ...ماسوائے ان روایات کے جو مستند ذرائع سے ثابت ہیں "[1]

اسی موضوع کے مکمل مطالعہ کیلئے محدث میں شائع شدہ یہ مضامین ضرور پڑھیں :

1. محرم الحرام، غلطی ہائے مضامین مت پوچھ! از حافظ صلاح الدین یوسف، محدث: اپریل ۲۰۰۰ء
2. یومِ عاشوراء کی شرعی حیثیت از علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، محدث: اپریل ۲۰۰۰ء
3. سانحہ کربلا میں افراط و تفریط از مولانا عبدالرحمن عاجز، محدث: مئی ۱۹۹۹ء
4. محرم کی شرعی حیثیت: مارچ ۱۹۷۲ء

(13) اسلام کا قانون وراثت

قانون وراثت۔۔۔ اسلام سے قبل

انسانی تمدن کے احیاء بقا اور استحکام کا تعلق طریق وراثت کے ساتھ وابستہ ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک اور اقوام میں انتقال جائیداد یا حصول جائیداد کے مختلف طریقے رہے ہیں۔ جن میں وصیت کے ذریعے وراثت کا حصول ایک قدیم ترین طرز عمل ہے۔ وصیت کے ان طریقہ ہائے کار میں عموماً یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ جائیداد کا مالک خود بہتر سمجھتا ہے۔ کہ اس کے مرنے کے بعد اسے کس طور پر اور کن کے درمیان تقسیم ہونا چاہیے۔ یوں اس طریق کار سے ظلم اور بے انصافی کی روایت مدتوں مختلف زمانوں میں جاری وساری ہیں۔ اسلامی قانون سے قبل اہل روما کے قانون وراثت کو بہت شہرت حاصل ہے۔ اور آج بھی بہت سے یورپی ممال کے قوانین کا ماخذ یہی اہل روما کا قانون ہے۔ قانون روما میں بھی بنیادی طور پر وصیت کے طریق کار کو اپنایا گیا لیکن اگر کوئی فرد بغیر وصیت کئے دنیا سے رخصت ہو جاتا تو ایسی صورت حالات میں اس کا ترکہ جدی اشخاص کو منتقل ہو تا تھا۔[1]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۴۶، مارچ ۲۰۰۱ء، ص ۵۹

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۳۴، فروری ۲۰۰۰ء، ص ۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعثت اسلام سے قبل مختلف تہذیبوں اور اور معاشرے میں عورت کے وجود کو ناپاک اور کم تر تصور کیا جاتا تھا۔ میراث میں اس کا حصہ تو کجا بعض معاشروں میں وہ خود ترکہ کی ایک شے تصور کی جاتی تھی۔ بزرگوں کے انتقال کے وقت خاندانی عورتوں کو بھی تقسیم کر لیا جاتا تھا اور اسے وہ تہذیب یا تمدن کے لئے کوئی معیوب امر تصور نہیں کرتے تھے۔ اسلام نے نہ صرف عورت کو ہر حالت میں ترکے کا حقدار ٹھہرایا ہے۔ بلکہ ایک امتیاز یہ بھی عطا کیا کہ احکام میراث میں اس کے حصے کا تعین کر کے پھر دوسروں کے حصص کی بات کی گئی ہے۔ البتہ عورتوں کی مختلف معاشرتی حیثیتوں کے اعتبار سے ترکے میں ان کی نسبت مختلف رکھی گئی ہے جس میں حکمت اسلامی کی معاشرتی تعلیم کا ایک حسن نمایاں ہوتا ہے۔[1]

اسلام سے قبل مرنے والے کے ترکے جائیداد میں غیر مستحقین کو بھی وارث تصور کیا جاتا تھا جس سے حقیقی ورثا محروم ہو جاتے تھے۔ اسلام نے غیر وارثوں کے لیے ایک تہائی کی وصیت کو تو برقرار رکھا ہے مگر بقیہ جائیداد کے لئے کڑے شرعی قواعد مقرر کر دیے ہیں جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ اس طرح سے متبنٰی اولاد اور احباب کے لیے وصیت اور ہبہ کی شکل تو قائم کی گئی ہے مگر انہیں مستقل میراث کے حقدار نہیں ٹھہرایا گیا ہے۔[2]

بعض معاشروں، ممالک اور قوموں میں اولاد میں سے بڑے بیٹے کا حق تو تسلیم کیا گیا ہے مگر دوسرے اعزاء کو اس کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس سے خانگی اور عائلی زندگی میں کئی نوعیت کی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسلام نے تو رحم مادر میں موجود بچے کے ورثے کا حق بھی محفوظ کر دیا ہے۔ اس سے احترام آدم کی بہترین پیدا کی گئی ہے۔ قواعد میراث میں چھوٹے بڑے مرد و عورت حتیٰ کہ **مفقود الخبر ،ولد الزنا ،ولد الملاعنه** اور خنثیٰ کی میراث کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے۔

احکام میراث کے اس عمل سے صدیوں سے اسلامی معاشرہ ایک مستحکم خاندانی نظام میں پرویا ہوا دکھائی دیتا ہے اس سے کسی معاشرے اور ریاست میں معاشی حسن بھی پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ احکام میراث سے جاگیرداری نظام کے خاتمے میں مدد ملتی ہے۔ نیز ارتکاز دولت کے رجحانات بھی کمزور پڑتے ہیں۔ وراثت اور ترکے کی تقسیم سے

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۳۴، فروری ۲۰۰۰ء، ص۸

2۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھوٹے یونٹ وجود میں آتے ہیں جس سے پیدائش کے عمل میں افزائش اور تیزی پیدا ہوتی ہے۔ یہ قواعد گردش ودولت کو وجود میں لاتے ہیں جس سے قوم اور ملک کے مجموعی معاشی عمل میں قوت اور استحکام پیدا ہوتا ہے۔

اسلامی میراث کے ذریعے معاشرتی استحکام اور تہذیبی اور تمدنی عروج بھی نصیب ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں شریعت نے موانع میراث کی جو تفصیل پیش کی ہے۔ اس سے اس ضابطے کے مزید حکیمانہ پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں۔ شریعت نے جہاں حقداروں کے حصوں کا تعین کر دیا وہاں پر غلاموں، ناحق قتل عمد اور شبہ عمد کا ارتکاب کرنے والوں، اختلاف مذہب، اختلاف مملکت، ارتداد اور اشتباہ وارث و مورث کی صورت میں جائز حصہ داروں کو بھی وراثت سے محروم کر دیا ہے۔

اسلام کے ان احکام میراث کا علم ایک مسلمان اور اسلامی ریاست کے ذمہ داران کے لیے ناگزیر ہے بعض اوقات اپنی لاعلمی کے باعث ہم میراث کے شرعی حقداروں کو محروم کر دیتے ہیں۔ نافرمان اولاد کو عاق تو کیا جاسکتا ہے مگر متوفی کے ترکے سے انہیں محروم نہیں کیا جاسکتا۔ مختلف بیویوں سے اولاد کی کمی بیشی کی صورت میں بھی قواعد میراث میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ ہمارے ہاں عموماً عورتوں کی وفات پر ان کے ترکے کو تقسیم کرنے کا مزاج اور رواج نہیں ہے۔ نیز ہم ترکے میں کسی متوفی سے متعلقہ تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ گھریلو سازوسامان کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ یتیم پوتے کی وراثت کے موضوع پر ہم شریعت کے فیصلے سے مطمئن نہیں ہوتے حالانکہ دادا یا دادی ان کے لیے ہبہ یا وصیت کا پورا پورا استحقاق رکھتے ہیں۔ بعض قوموں میں نسلی تعصب کے باعث بیٹا یا بیٹی اکثر کسی دوسری قوم میں شادی کرلے تو ہم اس کو ترکے سے محروم رکھتے ہیں۔ حالانکہ اس کا کوئی شرعی جواز موجود نہیں۔[1]

(14) قرآن فہمی

الر ۚ كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَٰتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ
رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَٰطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ اللَّهِ الَّذِى لَهُۥ مَا فِى السَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى
الْأَرْضِ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْكَٰفِرِينَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيدٍ الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۳۴، فروری ۲۰۰۰ء، ص ۱۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الحَيوٰةَ الدُّنيا عَلَى الءاخِرَةِ وَيَصُدّونَ عَن سَبيلِ اللَّهِ وَيَبغونَها عِوَجًا ۚ أُولٰئِكَ فى ضَلٰلٍ بَعيدٍ[1]

" یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف اس لیے اتاری ہے کہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔ ان کے ربّ کے حکم سے غالب اور قابل حمد اللہ کی راہ کی طرف لائیں۔ وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کی تمام موجودات کا مالک ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب (کی وجہ) سے تباہی ہے جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں۔ یہی لوگ گمراہی میں دور تک نکل گئے ہیں۔"

آج کل ہمارے ملک میں چونکہ اسلامی نظام اور اسلامی قوانین کے اِجرا کا چرچا ہے، اس لئے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اسلامی قوانین یا اسلامی شریعت کا اصل سرچشمہ کیا ہے۔ اصل سرچشمہ اور اہم بنیاد قرآنِ مجید ہے۔ اس وقت سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ خواہ عوام ہوں، خواہ حکمران، ان کو سب سے پہلے قرآنِ مجید سے تعلق رکھنا چاہئے اور اس کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ پہلے قرآنِ مجید کے بارے میں بتایا جائے کہ اس کا فہم کیسے حاصل ہوتا ہے۔ ہم قرآن مجید کو کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ وہ کون سے وسائل اور کون سے ذرائع ہیں جن کے ذریعہ سے قرآن مجید کو صحیح معنی میں سمجھا جائے اور اس کا مقصدِ نزول پورا کیا جائے۔[1]

ان آیات میں قرآن کا مقصدِ نزول بیان کیا گیا ہے۔ نہایت ہی فصیح و بلیغ لیکن نہایت ہی سادہ الفاظ میں فرمایا:

كِتٰبٌ أَنزَلنٰهُ إِلَيكَ لِتُخرِجَ النّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النّورِ[2]

"اے محمد ہم نے آپ کی طرف کتاب اس لئے اُتاری ہے تا کہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالیں"

1۔ ابراہیم:۱۴/ ۳

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۴۷، اپریل، ۲۰۰۱ء، ص ۲۱

2۔ ابراہیم:۱۴/ ۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب اللہ کے نزول کا مقصد یہ ہے۔ تاریکیاں بہت سی پھیلی ہوئی ہیں اور قرآن تاریکیوں سے نکالے۔ قرآن مجید کے نزول کے وقت بھی بہت سی تاریکیاں اور اندھیرے تھے: کفر وشرک کے اندھیرے، رسم ورواج کے اندھیرے، شخصیت پرستی، بت پرستی اور زرپرستی کے اندھیرے۔ نہ معلوم قبائل پرستی اور زبان پرستی کی کتنی تاریکیاں تھیں۔ ان تمام تاریکیوں کو چھانٹنے اور نور کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے قرآنِ مجید کا نزول ہوا۔[1]

(15) رؤیتِ ہلال

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ ۖ قُلْ هِيَ مَوَٰقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ[1]

"آپ سے ہلالوں (چاند) کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دیجئے کہ وہ لوگوں کے لئے اوقات (معلوم کرنے) کا ذریعہ ہیں اور حج کے لئے۔"

ہلال اور قمر

'ہلال' واحد ہے أَہِلَّۃ کی۔ پہلی یا دوسری رات کا چاند ہو تو اسے 'ہلال' کہا جاتا ہے۔ ابو ہیثمؒ کا قول ہے کہ مہینہ کے آخری دورات کے چاند کو بھی 'ہلال' کہا جاتا ہے جبکہ نصف ماہ کے چاند پر 'قمر' کا اطلاق ہوتا ہے۔[2]

ہلال نام کی وجہ:

لہٰذا پہلی اور دوسری تاریخ کے چاند کو 'ہلال' اس لئے کہا جاتا ہے کہ چاند نظر آنے پر بغرضِ اطلاع لوگ آواز بلند کرتے ہیں۔ ہلال کا لغوی معنی آواز بلند کرنا ہے، کہا جاتا ہے:

«استهلّ الصبی حين يولد» یعنی "پیدائش کے وقت بچہ نے آواز بلند کی"[3]

رؤیت ہلال

اَحادیث میں یہ بات واضح ہے کہ روزہ رکھنے اور افطار کرنے کا انحصار رؤیتِ ہلال پر ہے۔ دیکھے بغیر نہ روزہ رکھا جائے اور نہ افطار یعنی ترک کیا جائے، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے:

1۔ماہنامہ محدث، شارہ نمبر ۲۴۷، اپریل، ۲۰۰۱ء، ص ۲۱

1۔البقرۃ: ۲/ ۱۸۹

2۔ماہنامہ محدث، شارہ نمبر ۲۵۴، نومبر ۲۰۰۱ء، ص ۲۷

3۔ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فان غُمّي عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين[1]

"چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو، اگر چاند پوشیدہ ہو جائے تو شعبان کی گنتی تیس دن پوری کرو۔"(متفق)[1]

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

«ليس المراد به أنه لا يصومه أحد حتى يراه بنفسه» یعنی اس حدیث کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ کوئی شخص خود چاند دیکھے بغیر روزہ نہ رکھے بلکہ اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ لا یصومہ أحد حتی یراہ أو یراہ غیرہ یعنی "کوئی شخص روزہ نہ رکھے جب تک خود چاند نہ دیکھ لے یا کوئی دوسرا معتبر آدمی چاند نہ دیکھ لے۔ اگر حدیث کا یہ مفہوم ہو کہ جو شخص چاند دیکھے وہی روزہ رکھے تو نابینا یا وہ شخص جو نگاہ کی کمزوری کی بنا پر چاند نہیں دیکھ سکتا، وہ روزہ رکھنے کا مکلف نہیں ہو گا جبکہ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهرَ فَلْيَصُمْهُ والی آیت کا تقاضا ہے کہ وہ روزہ رکھے۔"[2]

مختصر یہ کہ جن کو چاند نظر نہ آئے، شہادت ملنے سے روزہ اور اِفطار ان پر لازم ہو جاتا ہے۔ اگر مطلع ابر آلود ہو یا غبار کی وجہ سے چاند نظر نہیں آیا تو پھر شعبان کے تیس دن پورے کرنے کی ہدایت ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے: «فأكملوا عدة شعبان ثلاثين»[3]

(16) تعددِ ازواج

نکاح ایک مقدس بندھن ہے، اللہ نے اسے مؤمن کے لئے عفت وعصمت کو بچانے کا ذریعہ بنایا ہے، یہ لاپروائی والا کام نہیں ہے بلکہ سنجیدگی کا طالب ہے، چنانچہ شریعت نے نوجوانوں کو نکاح پر اُبھارا ہے، اور ایک مرد کو چار تک بیک وقت بیویاں رکھنے کی اجازت بھی دی ہے، اور ساتھ ہی یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ چاروں کے درمیان عدل وانصاف برتے۔ اگر خاوند انصاف نہیں کر سکتا تو اسے فقط ایک نکاح تک محدود رہنا چاہیے۔ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

1۔ الصحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۰۸۱

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۵۴، نومبر ۲۰۰۱ء، ص ۲۹

2۔ ایضاً

3۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَإِن خِفتُم أَلّا تُقسِطوا فِي اليَتٰمىٰ فَانكِحوا ما طابَ لَكُم مِنَ النِّساءِ مَثنىٰ وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۖ فَإِن خِفتُم أَلّا تَعدِلوا فَوٰحِدَةً أَو ما مَلَكَت أَيمٰنُكُم ۚ ذٰلِكَ أَدنىٰ أَلّا تَعولوا [1]

"اور اگر تم ڈرو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو تم نکاح کرو جو اچھی لگیں تمہیں عورتوں میں سے دو، دو۔ تین، تین۔ چار، چار... سو اگر تم ڈرو کہ تم انصاف نہ کرو گے تو صرف ایک ہی (کافی ہے) یا جو مالک ہیں تمہارے دائیں ہاتھ، یہ زیادہ قریب ہے کہ تم ناانصافی نہ کرو۔"

یتیم لڑکیوں کے سرپرستوں کو ان سے ناانصافی کرنے سے روکا گیا ہے اور فرمایا کہ اگر تم صاحبِ جمال لڑکی کا اتنا مہر ادا کر سکو جتنا باہر سے مل سکتا ہے تو تم اس سے نکاح کر سکتے ہو ورنہ اور تھوڑی عورتیں ہیں، ان میں سے اپنی حسبِ پسند چار تک بیویاں کر سکتے ہو۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ ان میں مساوات کا لحاظ رکھو اور اگر یہ کام نہ کر سکو تو پھر ایک بیوی پر اکتفا کرو، یا پھر ان کنیزوں پر جو تمہارے ملک میں ہوں۔ [1]

مندرجہ ذیل دو احادیث بھی ان اَحکام پر روشنی ڈالتی ہیں :

1. حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ غیلان بن سلمہ ثقفیؓ جب اسلام لائے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: "ان میں سے کوئی سی چار پسند کر لو (باقی چھوڑ دو)"۔ [2]
2. حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ جس کے نام قرعہ نکلتا، اسے اپنے ہمراہ لے جاتے اور آپ ہر بیوی کی باری ایک دن اور ایک رات مقرر کرتے تھے۔" [3]

البتہ رسول اللہ ﷺ کا معاملہ بالکل الگ ہے کیونکہ آپ کی ازواجِ مطہرات اُمت کی مائیں ہیں جو کسی دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی تھیں، لہٰذا جتنے نکاح آپ کر چکے تھے وہ سب آپ کیلئے حلال اور جائز قرار دیئے گئے۔ [4]

1۔ النساء: ۴/ ۳

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۵۵، دسمبر ۲۰۰۱ء، ص ۱۹

2۔ ابن ماجہ: کتاب النکاح، باب الرجل یسلم وعندہ أکثر من أربع نسوۃ

3۔ بخاری: کتاب الھبہ، باب ھبۃ المرأۃ لغیر زوجھا

4۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۵۵، دسمبر ۲۰۰۱ء، ص ۱۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کی سب سے عمدہ تفسیر سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے، آپؓ واضح کرتی ہیں کہ "اس آیت سے مراد وہ یتیم بچیاں ہیں، جو کسی شخص کی کفالت میں ہوتیں اوران کے مال کی رغبت میں وہ ان سے شادی کرلیتا اور ان کی صحبت کا صحیح حق ادانہ کرتا اور نہ ہی ان کے مال میں انصاف کرتا، ایسے شخص کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ یتیموں کے علاوہ دیگر عورتوں سے نکاح کرلے، دو سے تین سے یاچار سے"[1]

(17) سلام / مُصافحہ

دنیامیں بسنے والے تمام لوگ اپنے اپنے مذہب، تہذیب وتمدن اور اَطوار واخلاق کی بناپر ملاقات کے وقت ایک دوسرے کے لئے نیک جذبات کا اظہار مختلف انداز میں کرتے ہیں، اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب پر عمل پیرا افراد سے Good Morning، نمستے، ست سری اکال، ?How are you، Hello اور Hye وغیرہ کے اَلفاظ سننے کو ملتے ہیں۔

دین اسلام کی تعلیمات انتہائی اعلیٰ اور ممتاز ہیں، اسلام نے ملاقات کے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور جواباًوعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے کا حکم دیاہے۔ یہ الفاظ اتنے پیارے اور اہم ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ:

"ایک مسلمان کادوسرے پر حق ہے کہ وہ اس کے سلام کاجواب دے۔"[2]

یہ الفاظ جہاں اللہ جل شانہ کی رحمت طلب کرنے کے لئے دعائیہ کلمات ہیں، وہاں آپس میں محبت واُخوت بڑھانے کاذریعہ اور اجنبیت کو ختم کرنے کا بھی باعث ہیں۔ یہی وہ الفاظ ہیں کہ اگر ان کو سنت کے مطابق پوراپورا ادا کیا جائے تو سلام وجواب کے بدلہ میں دونوں مسلمان کم از کم تیس نیکیوں کے حقدار ٹھہرتے ہیں اور اگر ان کلمات کے ساتھ مصافحہ کا مسنون عمل وقوع پذیر ہوجائے تو دونوں کے گناہوں کی بخشش کاذریعہ بن جاتاہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیاتِ درخشاں کامطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وہ سلام اور مصافحہ کا بہت

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۶۵، دسمبر، ۲۰۰۲ء، ص ۲۷؛ بحوالہ صحیح مسلم، الجامع الصحیح البخاری، کتاب النکاح: باب لایتزوج اکثر من اربع حدیث نمبر ۵۰۹۸

2۔ صحیح بخاری؛1240

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادہ اہتمام فرماتے تھے حتیٰ کہ کتبِ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اگر ان کے درمیان درخت بھی حائل ہو جاتا تو وہ ایک دوسرے کو سلام کہتے۔[1]

عن أنس بن مالك قال قال رجل يا رسولَ الله! الرجلُ منا يلقى أخاه أوصديقه أيَنْحَنِي له؟ قال: لا، قال: فيلزمه ويُقَبِّلُه قال: لا، قال فيأخذُ بيَدِهِ ويُصَافِحه، قال: نعم[2]

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جب ہم سے کوئی اپنے بھائی سے ملے تو کیا اس کے لئے تھوڑا سا جھک جایا کرے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ کیا اس سے لپٹ جائے اور اس کا بوسہ لے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اس نے پھر عرض کیا کہ کیا اس کا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کیا کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں"

(18) سر ڈھانپنا اور عمامہ پہننا

بعض علاقوں میں عموماً عمامہ (پگڑی) پہننے کا رواج ہے اور اسے بھلے مانس اور شریف لوگوں میں عزت اور وقار کی ایک علامت سمجھا جاتا ہے جبکہ ننگے سر رہنے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ اس چیز میں اس وقت مزید شدت آجاتی ہے کہ جب کچھ لوگ ننگے سر نماز ادا کرتے ہیں اور وہ ننگے سر نماز ادا کرنے پر اصرار کرتے ہیں بلکہ ننگے سر نماز ادا کرنے کو اُنہوں نے اپنی عادت بنا رکھا ہے اور اُنہوں نے اسے سنت کا درجہ دے رکھا ہے۔ دوسرے لوگ ان کی اس عادت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اور اس طرح اس معاملہ میں محاذ آرائی کی ایک شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ کسی بھی مسئلہ میں تنازع واختلاف کی صورت میں اہل ایمان کو قرآن وحدیث کی طرف پلٹنے کا حکم دیا گیا ہے۔[3]

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ[4]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۷۶، جنوری ۲۰۰۴ء، ص ۱۵

2۔ جامع ترمذی: ۲۸۲۸

3۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۱۷، جنوری ۲۰۰۸ء، ص ۳۹

4۔ الحشر: ۵۹/ ۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اور تمہیں جو کچھ رسول ﷺ دے تو اسے لے لو اور جس سے روکے تو رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو یقینا اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر عمامہ (پگڑی) باندھا کرتے تھے اور آپؐ کے عمامہ کا رنگ سیاہ تھا۔ کبھی آپ کے سر پر چادر بھی ہوتی جس سے آپ اپنے سر کو ڈھانپ لیا کرتے تھے، اسی طرح ٹوپی کا ذکر بھی احادیث میں موجود ہے۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں:

إن رسول الله! دخل مكة وقال قتيبة دخل يوم فتح مكة وعليه عمامة سوداء بغير إحرام[1]

"رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے اور آپؐ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔"

سیدنا عمرو بن حریثؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

إن رسول الله ! خطب الناس وعليه عمامة سوداء[2]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔"

ان احادیث سے جہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عمامہ پہننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے وہاں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل عمامہ پہننا ہے، کیونکہ مکہ 8 ہجری میں فتح ہوا اور آپؐ 11 ہجری کے شروع میں وفات پاگئے اور اس عرصہ کے دوران آپؐ سے اس کے خلاف کوئی عمل ثابت نہیں ہے۔[3]

سیدنا عمرو بن امیہ ضمریؓ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں:

"رأيت النبي ﷺ يمسح على عمامته وخفيه"[4]

1۔ صحیح مسلم:1358

2۔ صحیح مسلم:1359، شمائل محمدیہ از امام ترمذی:117

3۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۱۷، جنوری ۲۰۰۸ء، ص ۳۹

4۔ بخاری:205

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"میں نے صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔"

اس حدیث سے واضح ہوا کہ آپؐ نے نماز کے لئے جب وضو فرمایا تو عمامہ پر مسح فرمایا اور عمامہ کے ساتھ نماز بھی ادا فرمائی اور حدیث کا ظاہر اسی بات کو چاہتا ہے اور اس بات سے ان لوگوں کا بھی ردّ ہو جاتا ہے کہ جو ننگے سر نماز پڑھنے پر ہی اِصرار کرتے ہیں۔ قرآنِ مجید کی آیتِ کریمہ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ[1] کا سیاق بھی اسی بات کو چاہتا ہے کہ نماز میں سر کو ڈھانکا جائے کیونکہ زینت اسی میں ہے۔[2]

(19) عدل

عدل مصدر ہے، اس کا مادہ ع د ل ہے، اس مادے میں برابری اور مساوات وانصاف کا مفہوم ہے۔ لسان العرب میں ہے:

عدل، إنه مستقيم وهو ضدّ الجور. العدل: من أسماء اللهِ هو الذي لايميل به الهوٰى. العدل الحكم بالحق[1]

"عدل، اس کا معنی سیدھا ہے اور یہ جور کی ضد ہے۔ عدل لفظ اللہ کے ناموں میں سے ہے یعنی وہ خواہشات کی طرف مائل نہیں ہوتا، عدل حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کو کہتے ہیں۔"

امام جرجانیؒ کا کہنا ہے:

"العدل الأمر المتوسط بين الإفراط والتفريط"[2]

"عدل اِفراط و تفریط کے درمیان متوسط کام کو کہتے ہیں۔"

عدل وانصاف کی اہمیت وضرورت قرآن وحدیث کی روشنی میں

معاشرے میں استحکام پیدا کرنے کے لیے عدل وانصاف اور سزا نہایت ضروری ہیں۔ اس کے بغیر معاشرہ جرائم اور منکرات سے پاک نہیں ہو سکتا۔ معاشرے کو برائیوں سے مبرا رکھنے کے لیے قانون وعدل نہایت ضروری

1۔ الاعراف:۳۱

2۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر۳۱/۷، جنوری ۲۰۰۸ء، ص۳۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ عدل کے بغیر، جس کی بنیاد قانون پر ہوتی ہے، امن وامان قائم نہیں رہ سکتا، اس لیے اسلام نے ایسے جرائم میں حد مقرر کی جس کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے جیسے چوری، زنا، قتل وغارت گری، لوٹ مار اور شراب نوشی وغیرہ اور انصاف اور سزا کا اختیار صرف ان لوگوں کو دیا جن کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور ہو۔ قانون کے نفاذ سے جرائم کا انسداد ضروری ہو جاتا ہے اور معاشرہ کسی حد تک جرائم سے پاک بھی ہو جاتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے ہر معاملے میں عدل قائم کرنے پر زور دیا ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے: وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ[2]

"مجھے تمہارے درمیان انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِٱلْعَدْلِ[3]

"اور جب بھی تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔"

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا ٱعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ

[4]

"اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث عدل کو ہرگز نہ چھوڑو، عدل کرو یہی تقویٰ کے بہت زیادہ قریب ہے۔"

(20) صلہ رحمی

اسلام جہاں معاشرے کو گناہوں سے بچانے کے لیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا وسیع نظام دیتا ہے، وہاں خاندانوں اور ان کی عمدہ روایات کو تحفظ دینے کے لیے صلہ رحمی کے اُصول کو لازم قرار دیتا ہے۔ اسلامی حکومت ہر فرد کو بنیادی ضروریات مہیا کرنے کے اسباب پیدا کرتی ہے۔ اس کے بعد رشتہ داروں اور تمام لوگوں پر یہ

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۲۴، ستمبر ۲۰۰۸ء، ص ۱۲۳، بحوالہ: مقالاتِ سیرت، حصہ اوّل (نویں قومی سیرت کانفرنس، وزارتِ اُمور مذہبی حکومت پاکستان، اسلام آباد) پروفیسر عبد اللطیف انصاری، اسلام کے قانونی نظام کے بنیادی اُصول، ص 101

2۔ شوریٰ: ۴۲/ ۱۸

3۔ النساء: ۴/ ۱۹

4۔ المائدۃ: ۵/ ۲۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ صلہ رحمی اور اسلامی اخوت کے جذبے سے محروم طبقے کا دست و بازو بنیں۔ اس طرح ایک صحت مند اور مثبت معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر محروم طبقوں کو کسی طرف سے جذبہ خیر سگالی یا تعاون کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو وہ پس کر رہ جاتے ہیں اور جرائم کی دنیا میں قدم رکھ کر معاشرے سے انتقام لیتے ہیں یا پھر مایوسی کا شکار ہو کر خودکشی کی حرام موت مرتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ ذہن نے ناگہانی حالات سے نمٹنے کے لیے انشورنس کی صورت میں حل پیش کیا ہے لیکن اس سُودی نظام سے کسی کو ریلیف تو کیا ملتا یہ تو خود بہت ساری خرابیوں کی بنیاد ہے۔[1]

صحت مند تعمیری معاشرتی سرگرمیوں کے لیے صرف مادی وسائل کا ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ایک انسان خوشی اور غمی کے مواقع کو بانٹنا چاہتا ہے۔ خوشی کے موقع پر رشتہ داروں اور دوست احباب کی شمولیت خوشی کو دوبالا کر دیتی ہے اور مصیبت و پریشانی کے وقت انہی لوگوں کا ساتھ غم کے زخم مندمل کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اسلام نے اس فطری تقاضے کے پیش نظر صلہ رحمی کو دین کا حصہ اور قطع رحمی کرنے والے کی مذمت کی ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ صلہ رحمی کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرے۔[2]

صلہ رحمی کی فضیلت

صلہ رحمی ایمان کا تقاضا ہے:

عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال صلى الله عليه وسلم: (من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه)[3]

"حضرت ابوہریرہؓ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپؐ نے فرمایا کہ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔"

صلہ رحمی سے عمر اور رزق میں اضافہ ہوتا ہے:

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۳۲، نومبر ۲۰۰۹ء، ص ۲۳۵

2۔ ایضاً، ص ۲۳۶

3۔ صحیح بخاری، رقم الحدیث: 6138

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عن أنس بن مالك أن رسول الله ﷺ قال: (من أحب أن يبسط له في رزقه وينسأله في أثره فليصل رحمه)[1]

"انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے یہ بات پسند ہے کہ اس کا رزق فراخ اور عمر دراز ہو تو اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔"

خلاصہ بحث

باب سوم ماہنامہ محدث میں شائع شدہ تہذیب وثقافت کے متعلقہ مضامین کو تفصیلی پیش کیا گیا ہے۔ اس باب کو تین فصول پر تقسیم کیا گیا ہے۔ اس کی پہلی فصل "ماہنامہ محدث میں اسلامی تہذیب وثقافت کے متعلقہ شائع شدہ مضامین" کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔

اس فصل میں سب سے پہلے اسلامی تہذیب کی مدلل تعریف کرتے ہوئے اسلامی تہذیب کے نمایاں اوصاف کے ہر مضمون کو بڑے عمدہ طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔

1۔ صحیح بخاری، رقم الحدیث: 5986

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم: ماہنامہ محدث میں غیر اسلامی تہذیب وثقافت کے متعلق شائع شدہ مضامین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(1) روشن خیال پاکستان؟

فرسودہ خیالات اور دقیانوسی روایات کی دورِ جدید میں قطعی کوئی گنجائش نہیں- عرصہ دراز میں زمانہ ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ ماضی سے اس کا رشتہ کٹ چکا ہے- سائنس، ٹیکنالوجی اور معاشی ترقی کی تیز رفتار دوڑ میں مذہب زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا- چادر، چار دیواری، حجاب، اسکارف اور داڑھی ملا کا دین اور پسماندگی کی نشانی ہے- تلوار اور آتشیں اسلحہ سے جنگ اور جہاد کا دور ختم ہو چکا، اب اس کی بجائے ڈپلومیسی سے کام لیا جاتا ہے- بدکاری، ڈکیتی وغیرہ کے خلاف اسلامی حدود کا از سر نو جائزہ لے کر نئے اجتہاد کے دروازے کھولنا پڑیں گے- چوروں کے ہاتھ کاٹ کر قوم کو ٹنڈا نہیں کیا جا سکتا...!

یہ افکار، یہ پالیسی اور فرمان یورپ یا امریکہ کے ترقی یافتہ ماڈرن ملک کے صدر کے نہیں، بلکہ اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے صدر کے ہیں- امریکہ میں تو نیو کنزرویٹو (نئی قدامت پرست عیسائی) گورنمنٹ دوبارہ بر سر اقتدار آئی ہے اور وہاں دین مسیح کی تجدید ہو رہی ہے اور کروسیڈ کے نام پر اسلامی ملکوں کے خلاف صلیبی جنگ جاری ہے- دوسری طرف روشن خیالی اور ماڈرن ازم کی بگ ٹٹ دوڑ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کی موجودہ حکومت اور اس کے سربراہ یورپ اور امریکہ کو بھی پیچھے چھوڑ گئے ہیں- ان ملکوں کے اخلاق باختہ کلچر کو ترقی پسندی اور روشن خیالی کا معاشرہ سمجھتے ہیں- سپورٹس پاکستان کا دوسرا مذہب بن چکا ہے- ہماری نوجوان نسل کو دین کے بنیادی عقائد کا اتنا علم نہیں جتنا کہ وہ ساری دنیا کے کرکٹ کھلاڑیوں کے پورے شجرۂ حسب نسب سے واقف ہیں- نیکر پوش خواتین کے مقابلے، میراتھن مخلوط ریس کو نئی تہذیب کی نشانی بنا دیا گیا ہے- ان سے اختلاف کرنے والے انتہا پسند اور 'ملا' ہیں- حکمران قوم کو ان سے ڈراتے رہتے ہیں کہ یہ لوگ جدید اسلام کے مخالف اور پاکستان کی سالمیت کے لئے خطرہ ہیں-

قرآن نے ہر مسلمان کے لئے سید کائنات رسول اکرم ﷺ کو اپنا آئیڈیل اور نمونہ عمل بنا کر اپنی اطاعت اور پیروی کا حکم دیا ہے- اتاترک جسے وہ اپنا آئیڈیل مانتے ہیں، اس نے تو اسلام کی مسلمہ روایات سے انحراف کر کے ترکوں کو نامانوس غیر اسلامی تہذیب میں ڈھالنے کے لئے جبر و تشدد سے کام لیا- دین و مذہب سے اپنا رشتہ منقطع کر کے ترکی کو سیکولر اور لادینی ریاست بنا دیا اور اس حد تک چلا گیا کہ داڑھی اس کے لئے وجہ تشویش بن گئی-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باریش مسلمانوں کی اس نے بالجبر داڑھیاں منڈوادیں اور برقعہ پوش خواتین کو زبردستی بے حجاب کر کے ان کے سروں پر اُسترے پھروادیے- یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اس نے اسلامی عبادات، اذان و نماز کے لئے عربی کی بجائے ترکی زبان کو لازمی قرار دیا تھا لیکن شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہو کہ اس نے نماز کو بھی موسیقی کی دھن پر ادا کرنے کا حکم دیا تھا جو بوجوہ کامیاب نہ ہو سکا- اصل میں اتاترک کو یہودی اور مغربی استعماری طاقتوں نے ترکی پر اس لئے مسلط کر دیا تھا کہ وہاں سے اسلام کو خارج کر دیا جائے اور وہ اس سازش میں کامیاب بھی ہو گئے- یہ بات ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے بلکہ اس حقیقت کو ہمارے موجودہ زمانے کی روشن خیال، سیکولر، خدا ناشناس (Atheist) ریسرچ سکالر، ممتاز مؤرخ اور آکسفورڈ یونیورسٹی کے شعبۂ تحقیق کی پروفیسر کرین آرمز سٹرانگ نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف 'خدا کے لئے جنگ' (The Battle for God) میں بے نقاب کیا ہے-[1]

اگر قرآن وسنت کے نور سے حاکمیت کو منور کر کے لوگوں کے دلوں اور گھروں کے اندھیرے دور نہیں کرنا چاہتے تو قدیم چین کے اس بادشاہ کو پیش نظر رکھو جس نے دانش اور کنفیوشش کے پاس خود جا کر کامیابی کے لیے گُر پوچھے۔ تو اس نے تین امور پر توجہ دینے کے لیے کہا:

ملکی سرحدوں کی حفاظت

خوراک کی یقینی فراہمی

حکمران پر عوام کا اعتماد۔ شاہ نے ترجیح پوچھی تو سرحدوں کی حفاظت اور عوامی اعتماد بتایا گیا۔

شاہ نے پھر پوچھا: ان دونوں میں سے ایک کو ترجیح دینی پڑے تو کنفیوشس نے کہا اپنے اور عوام کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچانا۔ اسی سے وہ سرحدوں کی حفاظت میں حاکم کے ساتھ ہوں گے، چاہے انہیں بھوکا رہنا پڑے۔ اس نے کہا یاد رکھو عدم اعتماد ہوا تو مضبوط ترین فوجی طاقت اور اقتصادی خوش حالی بھی حکومت کو نہیں بچا سکتی اور نہ تاریخ میں نیک نامی ہو گی، کیونکہ جغرافیہ ہی ملک کا بدل جاتا ہے۔ ہمارے وطن عزیز کا 71ء کا سانحہ مشرق پاکستان عدم اعتماد کا ہی شاخسانہ تھا۔ اللہ تعالیٰ سوچنے سمجھنے کی توفیق دے![2]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۸۸، مئی ۲۰۰۵ء، ص ۲

2۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۳۲۸، اپریل ۲۰۰۹ء، ص ۶۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ماہنامہ محدث کے جون ۲۰۰۲ء کے شمارہ میں عید میلا النبی ﷺ کے نام سے سید داؤد غزنویؒ کا ایک مضمون شائع ہوا جس سے اقتباسا س یہاں پیش کرنے جا رہی ہوں۔

"اگرچہ مجالس میلاد سال بھر میں وقتاً فوقتاً منعقد ہوتی ہی رہتی ہیں، بلکہ اس کی وسعت اور ہمہ گیری کا تو یہ عالم ہو چکا ہے کہ ہر خوشی کی تقریب میں، ہر مصیبت و تکلیف سے نجات و راحت حاصل کرنے اور ہر آرام و راحت کے میسر ہونے پر مجالس مولود منعقد کی جاتی ہیں، لیکن اس مہینے میں زیادہ اہتمام اور خصوصیت کے ساتھ یہ مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ مکانات کی زیبائش و آرائش کے ساتھ، گلی کوچوں اور بازاروں کی بھی تزئین و خوبصورتی کی جاتی ہے۔ دو کانوں کو خوبصورت، زرّین اور ریشمی کپڑوں سے سجایا جاتا ہے، درختوں کی سبز اور بابرگ ٹہنیوں سے دروازوں اور گذر گاہوں کو اس طرح مزین کیا جاتا ہے، ان میں مختلف روشنیوں کی آویزانی اور بجلی کے قمقموں کی روشنی ایک عجب بہار پیدا کر دیتی ہے۔"[1]

مولانا محمود غزنویؒ فرماتے ہیں:

"اور اگر ان مجالس کی حقیقت آپ معلوم کریں گے تو ان میں بھی آپ کو عجب مناظر دکھائی دیں گے، سبز عمامے اور لمبے لمبے چوغے پہنے ہوئے مولود خواں واعظ اور قصہ گو ملانے انواع و اقسام کے لذیذ کھانوں کی طرف توجہ قلبی کئے ہوئے ذکرِ مولد کرتے ہوئے دکھائی دیں گے۔ اس تذکارِ میلاد میں قصص و حکایات اور ضعیف موضوع روایات کا ایک افسوسناک سلسلہ آپ کو دکھائی دے گا، جو اس وقت صحیح طور پر پیغمبر اسلام کے متعلق مخالفین کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کا موجب اور باعث بنا ہوا ہے۔ ان حکایاتِ موضوعہ تک ہی اگر میلاد خوانی کو محدود رکھتے تو بھی ایک بات تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ ذکر کرتے کرتے ایک دم ان میں کا ایک قسّیس کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس خیال سے کہ نبی اکرم ﷺ کی روح حاضر ہو گئی ہے تو از راہِ ادب سب کے سب دست بستہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور جو خشوع و خضوع اور توجہ و انابت اس وقت ان لوگوں کے اعضاء و جوارح پر طاری ہوتی ہے، اس کا عشر عشیر بھی ان کی نمازوں میں نظر نہیں آتا جبکہ وہ ربّ السماوات والارض کے حضور دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۶۱، جون ۲۰۰۲ء ص ۲۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا جبکہ سر عجز و نیاز اس حی و قیوم کی بارگاہ میں رکھتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ۱۲/ ربیع الاول کو ہر جگہ اور جہاں کہیں تمام عالم اسلام میں اس قسم کی مجالس میلاد منعقد ہوتی ہیں، ہر جگہ یہی خیال کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں، اگرچہ یہ مجالس ایک ہی وقت میں ہوں اور مختلف اقطارِ ارض میں ہوں۔"[1]

حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کا اظہار بجا ہے اور آپ ﷺ کی عقیدت و احترام کا جذبہ بھی قابل تحسین ہے... مگر دیکھنا یہ ہے کہ حضور ﷺ سے محبت کا یہ طریقہ اور جشن و جلوس کا یہ سلسلہ حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین کی رو سے جائز بھی ہے یا نہیں...؟ شریعت کی عدالت میں اس کی کوئی حیثیت بھی ہے یا نہیں؟ اور اللہ کی بارگاہ میں یہ قابل قبول بھی ہے یا نہیں...؟!

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ سے سچی قلبی محبت جزوِ ایمان ہے اور وہ بندہ ایمان سے تہی دامن ہے جس کا دل آنحضرت ﷺ کی محبت سے خالی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

> "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی شخص بھی
> اس وقت تک ایماندار نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کے والد اور اولاد سے بھی
> زیادہ اس کا محبوب نہ بن جاؤں۔"[2]

۱۲/ربیع الاول کو نہ صرف آنحضرت ﷺ کے یومِ ولادت کی خوشی منائی جاتی ہے بلکہ اسے تیسری 'عید' سے بھی موسوم کیا جاتا ہے، حالانکہ اسلام میں صرف دو عیدیں (عید الفطر اور عید الاضحی) ہیں۔ ان دو عیدوں کو خوشی کا تہوار آنحضرت ﷺ نے بذاتِ خود اسی طرح مقرر فرمایا ہے جس طرح آپ ﷺ نے حلال و حرام کو متعین فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ خوشی کے دو تہوار منایا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے استفسار پر انہوں نے کہا کہ قدیم دورِ جاہلیت سے ہم اسی طرح یہ تہوار مناتے آرہے ہیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"إن الله قد أبدلكم بهما خيرا منهما يوم الأضحٰى ويوم الفطر"[3]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۶۱، جون ۲۰۰۲ء ص ۲۰

2۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۷۰، جون ۲۰۰۳ء، ص ۴۰، بحوالہ بخاری: کتاب الایمان: باب حب رسول من الایمان؛ ۱۴

3۔ أبوداود: کتاب الصلاة، باب صلاة العیدین؛ ۱۱۳۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اللہ تعالیٰ نے ان دو دنوں کے بدلے میں تمہیں ان سے بہتر دو خوشی کے دن عطا فرمائی ہیں؛ ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحی ہے۔"

ماہنامہ محدث، جون ۲۰۰۳ء کے شمارہ نمبر ۲۷۰ میں مبشر حسین نے "عید میلاد کی تاریخ وارتقا اور مجوزین کے دلائل" میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

"ان دونوں عیدوں کے موقع پر باادب طریقہ سے نمازِ عید ادا کی جاتی اور اللہ کا شکر بجالایا جاتا ہے۔ نیز عید الاضحی کے موقع پر جانور قربان کئے جاتے ہیں، مگر ۱۲/ ربیع الاول کی 'عید میلاد' کو اوّل تو آنحضرت ﷺ نے مقرر ہی نہیں فرمایا پھر اسے عید قرار دینے والے اس روز نمازِ عید کی طرح کوئی نماز ادا نہیں کرتے اور نہ ہی عید الاضحی کی طرح قربانیاں کرتے ہیں اور فی الواقع ایسا کیا بھی نہیں جاسکتا کیونکہ یہ 'عید' ہے ہی نہیں مگر اس کے باوجود اسے عید ہی قرار دینا بے جا تحکم، ہٹ دھرمی اور شریعت کی خلاف ورزی نہیں تو پھر کیا ہے؟"[1]

سید داؤد غزنویؒ نے اس مضمون میں اس عید کو استبدال نعمت کے طور پر پیش کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوۡلًا غَيۡرَ الَّذِى قِيۡلَ لَهُمۡ[2]

"پھر ان ظالموں نے وہ بات جو اُن سے کہی گئی تھی، بدل ڈالی۔"

"آج ہر جگہ عید میلاد کی مجلسیں منعقد ہو رہی ہیں اور ماہِ ربیع الاول میں تشریف لانے والے مقدس انسان کی یاد کو زندہ رکھنے کے لئے مدح وثنا کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور غناء وسرود کے نغموں میں قصائدِ مدحیہ پڑھے جارہے ہیں، کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کی جارہی ہیں، پھولوں کے گلدستے سجائے جارہے ہیں، مجلس میں گلاب کے چھینٹوں سے مشامِ روح کو معطر کیا جارہا ہے۔

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۷۰، جون ۲۰۰۳ء، ص ۴۲

2۔ البقرۃ: ۲/ ۵۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن اے کاش کہ جس کی یاد اور محبت میں ہم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہیں، اس کی جگہ ہماری خصائل حمیدہ، اخلاقِ کریمہ اور اعمالِ حسنہ کے اندر سے 'اسوئہ حسنہ نبوی' کی مدح وثنا کے ترانے اٹھتے، دنیا ہم کو، ہمارے اعمال کو، ہمارے حسن معاملات، شریفانہ عادات، مخلصانہ عبادات واطاعات و صدقِ مقالات کو دیکھ کر اعزاز و تکریم کی صداؤں میں پکار اٹھتی کہ یہ خیر الامم 'امتِ مسلمہ' ہے۔"[1]

بدعتِ عید میلاد؛ علماے کرام کی نظر میں

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ

"لم يفعله السلف الصالح مع قيام المقتضي له وعدم المانع منه ولو كان هذا خيرا محضاً أو راجحا لكان السلف أحق به منا فإنهم كانوا أشد محبة لرسول الله ﷺ وتعظيما له منا وهم على الخير أحرص وإنما كمال محبته وتعظيمه في متابعته وطاعته واتباع أمره وإحياء سنته باطنا وظاهرا ونشر ما بعث به والجهاد على ذلك بالقلب واليد واللسان فإن هذه طريقة السابقين الأولين المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان"[2]

"سلف صالحین نے محفل میلاد کا انعقاد نہیں کیا حالانکہ اس وقت اس کا تقاضا تھا اور اس کے انعقاد میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی۔ اگر یہ محض خیر و بھلائی ہی کا کام ہوتا یا اس میں خیر کا پہلو راجح ہوتا تو سلف صالحین اسے حاصل کرنے کے لئے ہم سے زیادہ حقدار تھے۔ وہ ہماری نسبت اللہ کے رسول ﷺ سے بہت زیادہ محبت اور تعظیم و تکریم کرنے والے اور نیکی کے کاموں میں ہم سے زیادہ رغبت کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ سے محبت و تکریم کا معیار یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے، آپ ﷺ کی سنت کو ظاہری اور باطنی طور پر زندہ کیا جائے اور

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۶۱، جون ۲۰۰۲ء ص ۲۲

2۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۲۷۰، جون ۲۰۰۳ء، ص ۴۳، بحوالہ اقتضاء الصراط المستقیم: ص ۲۹۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کے لائے ہوئے دین کو آگے پھیلایا جائے اور اس مقصد کے لئے دل، ہاتھ اور زبان سے جہاد کیا جائے۔ مہاجرین وانصار جیسے ایمان میں سبقت کرنے والوں اور ان کی اچھے طریقے کے ساتھ پیروی کرنے والوں کا یہی طریقہ تھا۔"

تاج الدین الفاکہانیؒ شیخ تاج الدین عمر بن علی الفاکہانیؒ رقم طراز ہیں کہ

"بہت سے لوگوں نے بار بار مجھ سے عید میلاد النبی ﷺ کے بارے میں پوچھا کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے یا یہ دین میں ایک بدعت ہے؟ تو میں نے کہا کہ کتاب وسنت سے اس میلاد کی کوئی دلیل مجھے نہیں ملی اور علمائے اُمت جو دین میں ایک نمونہ اور سلف کے آثار پر گامزن رہنے والے تھے، ان میں سے بھی کسی سے اس کی مشروعیت منقول نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بدعت ہے جسے باطل پرستوں، خواہش نفس کے پجاریوں اور پیٹ پرستوں نے گھڑا ہے۔"[1]

مجدد الفِ ثانیؒ موصوف اپنے کسی عقیدت مند کو عیدِ میلاد کے حوالہ سے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ

"بہ نظر انصاف بیینند اگر فرضا حضرت ایشاں دریں اوان در دنیا زندہ می بودند و ایں مجلس و اجتماع منعقدمے شد آیا بہ ایں راضی مے شدند وایں اجتماع رامے پسندیدند یانہ؟ یقین فقیر آں است کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نہ فرمودند بلکہ انکار مے نمودند مقصود فقیر اعلام بود قبول کنید یانہ کنید ہیچ مضائقہ نیست و گنجائش مشاجرہ نہ۔ اگر مخدوم زادگان ویاران آنجاں برہماں وضع مستقیم باشند ما فقیراں راازصحبت ایشاں غیر از حرماں چارہ نیست"[2]

"انصاف سے دیکھئے اور بتایئے کہ اگر اس زمانے میں خود حضرت (نبی اکرم ﷺ) دنیا میں زندہ ہوتے تو کیا آپ ﷺ اس مجلس میلاد کو پسند فرماتے؟ اور اس سے خوش ہوتے؟ فقیر کو یقین ہے کہ آپ ﷺ ہرگز اس کو جائز نہ سمجھتے بلکہ اس سے منع ہی فرماتے۔ فقیر کا کام تو بس مطلع کرنا ہے۔ لہٰذا

1۔ ماہنامہ محدث الحاوی للفتاوی: ج۱ ص ۱۹۱، ۱۹۰

2۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۷۰، جون ۲۰۰۳ء؛ بحوالہ مکتوب ۲۷۳، دفتر اول، حصہ پنجم ص ۲۴، نور کمپنی لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ اسے قبول کریں یا رڈ، مجھے کوئی پرواہ نہیں اور نہ اس میں لڑائی جھگڑے کی کوئی گنجائش ہے۔ لیکن اگر آپ گذشتہ روش ہی پر رہے اور اسی حالت پر آپ کو اصرار رہا تو فقیر کو سوائے ترکِ ملاقات کے کوئی چارہ نہ ہو گا۔"

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ: آپ سے سوال کیا گیا کہ ربیع الاوّل کے دنوں میں حضور ﷺ کی روحِ مبارک کو مختلف انواع کے کھانے کھلانے سے ثواب پہنچانا جائز ہے؟ تو آپ نے اس کا یہ جواب دیا کہ

"اس کام کیلئے وقت اور دن کا تعین کرنا اور مہینہ خاص کرنا بدعت ہے اور سنت کے مخالف ہے اور سنت کی مخالفت حرام ہے لہٰذا یہ بالکل جائز نہیں۔"[1]

عبدالسمیع رام پوری (خلیفہ احمد رضا خان بریلویؒ): موصوف فرماتے ہیں کہ

"یہ سامانِ فرحت و سرود اور وہ بھی مخصوص مہینے ربیع الاول کے ساتھ اور اس میں خاص وہی بارہواں دن میلاد شریف کا معین کرنا بعد میں ہوا، یعنی چھٹی صدی کے آخر میں۔"[2]

(3) سپیکری درود

بریلوی مکتب فکر کی مساجد میں عموماً 3/اوقات ایسے ہیں جن میں پڑھے جانے والے درود کو سپیکری درود کہا جاسکتا ہے:

1۔ نماز جمعہ کے بعد کھڑے ہو کر، اجتماعی شکل میں اور با آواز بلند، راگ لگا کر درود شریف پڑھا جاتا ہے۔

2۔ فرض نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد بھی مل کر اجتماعی طور پر، راگ لگا کر درود پڑھتے ہیں۔

3۔ اسی طرح مؤذن جب اذان دینے لگتا ہے تو وہ بھی اپنا گلا درود شریف کے راگ سے ہی صاف کرتے ہیں۔

ماہنامہ محدث، نومبر ۲۰۰۰ء کے شمارہ میں منیر قمر صاحب "سپیکری درود اور کبار بریلوی علماء کے فتاویٰ" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۷۰، جون ۲۰۰۳ء بحوالہ فتاویٰ عزیزیہ: ص ۹۳

2۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۲۷۰، جون ۲۰۰۳ء، بحوالہ انوارِ ساطعہ: ص ۱۵۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ان سب کے لیے باقاعدہ لاؤڈ اسپیکر استعمال کیے جاتے ہیں اور جب تک لاؤڈ سپیکر رائج نہیں ہوئے تھے۔ درود شریف کے ان اوقات ومواقع کا بھی کہیں ذکر نہیں تھا۔ اسی لیے ان مواقع پر پڑھے جانے والے درود شریف کو سپیکری درود کہا جاتا ہے اور ان کا سنت نبوی سے کہیں پتہ نہیں چلتا۔"[1]

منیر قمر صاحب مزید لکھتے ہیں:

"صلوۃ وسلام اور درود شریف کے فضائل وبرکات اپنی جگہ مگر عین اذان سے پہلے اس طرح انہیں پڑھنا کہ گویا یہ اذان کا ہی کوئی حصہ ہیں یا پھر جمعہ وجماعت کے بعد یہ انداز۔۔۔ قطعاً ناجائز اور صریحاً بدعت ہے۔ تقسیم پاک وہند کے بعد ایجاد ہونے والی بدعات سے اس کا تعلق ہے، عمر رسیدہ لوگ اس کے گواہ ہیں۔ اور خاص طور پر جب سے مساجد میں لاؤڈ اسپیکر عام ہوئے ہیں، یہ سلسلہ بھی زوروں پر آگیا ہے، اس اعتبار سے اسے سپیکری درود وسلام بھی کہا جاتا ہے جن کا شافعی، مالکی حتیٰ کہ خود احناف ودیوبندی مکتب فکر میں بھی کوئی قائل وفاعل نہیں۔"

صرف بریلوی مکتب فکر کے لوگ اس ایجاد کو اپنائے رکھنے پر مصر نظر آتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے بھی کتنے ہی علماء اس کو بدعت قرار دے چکے ہیں۔ صرف کم پڑھے لکھے لوگوں کی بھیڑ ہے جو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ آپ کو صرف احناف کے بریلوی مکتب فکر کے بعض علماء کی تصریحات بیان کرتی ہوں:

مرکز سواد اعظم اہل سنت والجماعت، آستانہ عالیہ چشتیہ صابریہ، دارالحق ٹاؤن شپ، لاہور کی طرف سے آٹھ صفحاتی پمفلٹ شائع ہوا تھا جس کا عنوان ہے "اذان سے قبل صلوٰۃ، تسمیہ (بسم اللہ) اور تعوذ (اعوذ باللہ) بلند آواز سے پڑھنا غیر مشروع، ناجائز وبدعت ہے"

یہ تو عنوان ہے، اور اسی پمفلٹ میں بریلوی مکتب فکر کے علماء اور پیر حضرات کے فتاویٰ ہیں، جن میں سے آستانہ عالیہ، علی پور کے پیر جماعت علی شاہ، مفتی محمد حسین نعیمی، مرکز اہل السنت والجماعت دارالعلوم حزب

1۔ ماہنامہ محدث، منیر قمر، تحقیق وتنقید، سپیکری درود اور کبار بریلوی علماء کے فتاویٰ، نومبر ۲۰۰۰ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الاحناف، لاہور اور اس مکتب فکر کے بانی مبانی مولانا احمد رضا خان بریلوی کے فتاویٰ درج ہی جس کا خلاصہ مذکورہ عنوان میں ہی آ گیا ہے۔

اس پمفلٹ کی عبارت درج ذیل ہے جس کو بلا تبصرہ کے شائع کیا جارہا ہے:

"(ماہنامہ انوار الصوفیہ شہر۔۔۔۔۔ترجمان آستان عالیہ علی پور شریف)

موسس اعلیٰ حضرت پیر ملت مجدد العصر قبلہ عالم

1۔ پیر جماعت علی شاہ

2۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی

3۔ امام اہل السنت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد حسین نعیمی، جامعہ نعیمیہ لاہور

4۔ مرکز اہل السنت والجماعت، دار العلوم حزب الاحناف، داتا گنج بخش روڈ کے فتاویٰ

سوال:۔ آج کل ہم اہل سنت والجماعت تمام مساجد میں باآواز بلند اذان سے پہلے صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں اور بعض موذنین صلوۃ وسلام سے بھی پہلے اعوذ اور بسم اللہ اور آیت:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ [1]

یا کوئی اور آیت پڑھتے ہیں اور پھر صلواۃ وسلام اور پھر اذان پڑھتے ہیں۔۔۔کیا یہ جائز ہے؟

"**جواب۔** اذان سے قبل اعوذ پڑھنا مشروع نہیں ہے۔اس کا حکم قرآن شریف کے ساتھ مخصوص ہے یعنی جب قرآن شریف پڑھنا چاہو تو اعوذ پڑھ لو، اس کے سوا کسی چیز سے پہلے اعوذ پڑھنے کا حکم نہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر نیک کام کے اول پڑھنا باعث برکت ہے۔ لیکن اونچی آواز سے اور مزید بر آں لاؤڈ سپیکر میں پڑھنا فضول ہے۔ آہستہ سے پڑھنا کافی ہے قرون اولیٰ میں بلکہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے کہیں بھی اذان کو اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا مہور (معروف) نہیں ہے۔ ایسے ہی اونچی آواز سے باالتزام اذان سے قبل صلوۃ وسلام پڑھنا اور اس کو عادت بنانا مشروع نہیں ہے۔ در اصل یہ زوائد وہابیوں، دیوبندیوں کی ضد سے یا نعت خواں قسم

1۔ العنکبوت:۲۹/۴۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے موذنین نے پیدا کیے ہیں۔ از منہ سابقہ میں سب قارئین جانتے ہیں کہ اذان ان زوائد سے خالی ہوتی تھی۔ اگر ہمارے علماء عوام کی تائید میں کہ اب وہ اس راستہ پر چل پڑے ہیں، غور و فکر سے اس کو جائز ثابت بھی کر دیں تو صرف جائز ہی ہو گا،[1] مستحب، مندوب یا افضل نہیں ہو گا۔ باقی رہ گئی یہ بات کہ اس پر ثواب بھی ہو گا، یہ بات تب ہوا کہ وہ مستحب ہو۔"[2]

منیر قمر سپیکری درود کے بدعت اور ناجائز ہونے کے دلائل میں لکھتے ہیں:

"حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے، فجر کی نماز سے پہلے اور جمعہ کی نماز سے پہلے اذان (یا متصل بعد یا جماعت سے پہلے) اور اذان سے پہلے صلوۃ وسلام پڑھنا لغت و شرع کسی اعتبار سے بھی اذان کا حصہ نہیں۔۔۔ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے اذان کے بعد جو بلند آواز سے صلواۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔ یہ کیفیت بھی بدعت ہے۔ اور مفتی مصر شیخ محمد عبدہ نے بھی ان (صلوۃ وسلام) کو اذان کا حصہ بنا کر پڑھنے کو بدعت قرار دیا ہے جو کہ محض تلحین (راگ گانے والوں) کے شوق کی پیداوار ہے۔"[3]

(4) بہشتی دروازہ

ماہنامہ محدث، جون ۲۰۰۱ء کے شمارہ میں فقہ و فتاویٰ میں حافظ ثناء اللہ مدنی نے "بابا فرید الدین مسعود کے دربار پر موجود 'بہشتی دروازہ' کی شرعی حیثیت" کے بارے پوچھے گئے سوال کا جواب دیتے ہیں:

شریعت کی نگاہ میں بہشتی دروازہ کا اِطلاق صرف اُخروی جنت کے دروازہ پر ہوتا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

وأنا أول من يقرع باب الجنة[4]

1۔ تثویب سے مراد اذان فجر میں "الصلواۃ خیر من النوم" کہنا ہے نہ کہ اذان کے بعد صلوۃ وسلام پڑھنا۔

2۔ ماہنامہ محدث، منیر قمر، تحقیق و تنقید، سپیکری درود اور کبار بریلوی علماء کے فتاویٰ، نومبر ۲۰۰۰ء

3۔ ماہنامہ محدث، منیر قمر، تحقیق و تنقید، سپیکری درود اور کبار بریلوی علماء کے فتاویٰ بحوالہ (فقہ السنۃ: 1/122)، نومبر ۲۰۰۰ء

4۔ صحیح المسلم، ایمان: ۳۳۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔"

اور صحیح مسلم ہی کی دوسری روایت میں الفاظ یوں ہیں:

آتي باب الجنة يوم القيامة[1]

"قیامت کے روز میں جنت کے دروازہ پر آؤں گا"

اور صحیحین میں ہے: «في الجنة ثمانية أبواب[2]"جنت میں آٹھ دروازے ہیں۔"

محترم حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب فرماتے ہیں:

"اِن نصوص سے معلوم ہوا کہ بطورِ شعار بہشتی دروازہ کا اِطلاق صرف جناتِ خلد پر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی محترم و مکرم چیز کی طرف منسوب دروازہ کو بابِ جنت نہیں کہا جا سکتا۔ اگر اس کا جواز ہوتا تو سلف صالحین اس کے زیادہ حقدار تھے۔ اسلامی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جس سے جواز کا پہلو نکلتا ہو۔ لہٰذا اس خود ساختہ بہشتی دروازہ کا اِنہدام ضروری ہے تاکہ افرادِ اُمت کو شرک کی نجاست سے بچایا جا سکے۔ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت الرضوان کی طرف منسوب درخت کو کٹوا دیا تھا جبکہ عامۃ الناس اسے متبرک سمجھ کر اس کی زیارت کا قصد کرنے لگے تھے۔ (فتح الباری : ۷/۴۴۸)"[3]

حافظ ثناء اللہ مدنی رقمطراز ہیں:

"اسی طرح (مسند احمد: ۵/۲۱۸) اور سنن النسائی الکبریٰ (حدیث ۱۱۱۸۵) میں مذکور ہے کہ حنین سے واپسی پر ایک بہت بڑی بیری جسے ذاتِ نواط کہا جاتا تھا اور مشرکین اس کی عبادت کرتے تھے، کے قریب سے گزرتے ہوئے بعض صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ ہمارے لیے بھی 'ذاتِ انواط'

1۔ صحیح المسلم، ایمان: ۴۸۵

2۔ مسلم، رقم الحدیث: ۴۶

3۔ ماہنامہ محدث، فقہ و فتاویٰ، حافظ ثناء اللہ مدنی، جون ۲۰۰۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقرر کر دیں جیسا کہ کفار کے لیے ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے وہی بات کہی جو موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہی تھی: یعنی

اجعل لنا إلٰهًا كما لهم ءالهة قال إنكم قوم تجهلون[1]

"ہمارے لیے معبود مقرر کر دیجئے جیسے ان کے معبود ہیں، فرمایا: تم جاہل لوگ ہو۔"[2]

حضرت حافظ صاحب اپنے مؤقف کو بیان کرتے ہیں:

"اس کے متعلق بہشتی دروازہ ہونے کا اعتقاد رکھنا شرکیات وکفریات میں داخل ہے کیونکہ یہ ایسی بات ہے جس کا علم نصوصِ شریعت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا جو یہاں مفقود ہے۔ لہٰذا عزم بالجزم کے ساتھ اس کو بہشتی دروازہ قرار دینا مداخلت فی الدین ہے جس کی جزا وسزا کا معاملہ انتہائی پر خطر ہے۔ ایسے اعتقاد سے فی الفور تائب ہونا ضروری ہے۔ ورنہ ڈر ہے کہ کہیں جہنم کا ایندھن نہ بن جائیں۔"[3]

اللہ تعالیٰ کتاب وسنت کی روشنی میں صحیح عقائد کی توفیق عطا فرمائے تاکہ حقیقی جنت میں داخلہ ہمارا مقدر ہو۔ آمین!

(5) صفر المظفر اور نحوست کا مسئلہ

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ضلالت وجہالت سے مبرا اور دلائل وبراہین سے آراستہ ہے، اسلام کے تمام احکام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں۔ اور اس دین مبین میں خرافات وبدعات کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ اب کوئی نام نہاد عالم دین، مفتی یا محدث ایسا نہیں جو اس دین مبین اور صاف وشفاف چشمے میں بدعات وخرافات کا زہر ملائے لیکن افسوس ہے کہ شیطان اور اس کے پیروکاروں نے اس دین صافی کو ضلالت وجہالت سے خلط ملط کرنے اور خرافات سے داغ دار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

1۔ الاعراف: ۱۳۸/۳۳

2۔ ماہنامہ محدث، فقہ وفتاویٰ، حافظ ثناء اللہ مدنی، جون ۲۰۰۱ء

3۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"دیگر مہینوں کی طرح ماہِ صفر میں بھی کچھ جاہلانہ رسومات ادا کی جاتی ہیں۔ صفر کا مہینہ اسلامی مہینوں کی لڑی کا دوسرا موتی ہے۔ اس مہینے کے بارے غلط باتوں کو ختم کرنے کے لیے اسے 'صفر المظفر' کہا جاتا ہے۔"[1]

صفر کے متعلق قدیم خیالات

قبل از اسلام اہل جاہلیت ماہِ صفر کو منحوس خیال کرتے اور اس میں سفر کرنے کو برا سمجھتے تھے، اسی طرح دورِ جاہلیت میں ماہِ محرم میں جنگ و قتال کو حرام خیال کیا جاتا تھا اور یہ حرمتِ قتال ماہ صفر تک برقرار رہتی لیکن جب صفر کا مہینا شروع ہو جاتا، جنگ و جدال دوبارہ شروع ہو جاتے لہٰذا یہ مہینہ منحوس سمجھا جاتا تھا۔ عرب کے لوگ ماہ صفر کے بارے عجیب عجیب خیالات رکھتے تھے۔

شیخ علیم الدین سخاوی نے اپنی کتاب 'المشهور في أسماء الأيام والشهور' میں لکھا ہے:

"صفر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں عموماً اُن کے (اہل عرب) گھر خالی رہتے تھے اور وہ لڑائی بھڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے، جب مکان خالی ہو جاتے تو عرب کہتے تھے: صَفِرَ المَكَانُ" مکان خالی ہو گیا۔"[2]

الغرض آج کے اس پڑھے لکھے معاشرے میں بھی عوام الناس ماہِ صفر کے بارے جہالت اور دین سے دوری کے سبب ایسے ایسے توہمات کا شکار ہیں جن کا دین اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ اسی قدیم جاہلیت وجہالت کا نتیجہ ہے کہ متعدد صدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی عوام الناس میں وہی زمانہ جاہلیت جیسی خرافات موجود ہیں۔

صفر کے متعلق جدید خیالات

ماہنامہ محدث جنوری ۲۰۱۲ء کے شمارہ میں ۳۵۳ میں عمران الٰہی نے صفر کے متعلق جدید خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

"برصغیر کے مسلمانوں کا ایک طبقہ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتا ہے۔ اس مہینے میں توہم پرست لوگ شادی کرنے کو نحوست کا باعث قرار دیتے ہیں۔ فی زمانہ لوگ اس مہینے سے بدشگونی لیتے ہیں اور اس کو خیر و برکت سے خالی سمجھا جاتا

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۵۳، جنوری، ۲۰۱۲ء، ص ۵۴

2۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس میں کسی کام مثلاً کاروبار وغیرہ کی ابتدا نہیں کرتے، لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے۔ اس قسم کے اور بھی کئی کام ہیں جنہیں کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا اعتقاد ہوتا ہے کہ ہر وہ کام جو اس مہینے میں شروع کیا جاتا ہے وہ منحوس یعنی خیر وبرکت سے خالی ہوتا ہے۔"

ماہ صفر کو منحوس سمجھنے کی تردید

اس مہینے کی بابت لوگوں میں مذکورہ رسومات وبدعات رواج پاچکی ہیں جن کی تردید نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں فرمائی:

لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ وَلَا هَامَّةَ وَلَا صَفَرَ[1]

"(اللہ کی مشیت کے بغیر) کوئی بیماری متعدی نہیں اور نہ ہی بدشگونی لینا جائز ہے، نہ اُلو کی نحوست یا روح کی پکار اور نہ ماہِ صفر کی نحوست۔"

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

"اس حدیث میں نفی اور نہی دونوں معانی صحیح ہوسکتے ہیں لیکن نفی کے معنی اپنے اندر زیادہ بلاغت رکھتے ہیں کیوں کہ نفی 'طیرہ' (نحوست) اور اس کی اثر انگیزی دونوں کا بطلان کرتی ہے، اس کے برعکس نہی صرف ممانعت دلالت کرتی ہے۔ اس حدیث سے ان تمام اُمور کا بطلان مقصود ہے جو اہل جاہلیت قبل از اسلام کیا کرتے تھے۔"[2]

ابن رجبؒ فرماتے ہیں کہ

"اس حدیث میں ماہِ صفر کو منحوس سمجھنے سے منع کیا گیا ہے، ماہ صفر کو منحوس سمجھنا تطیّر (بدشگونی) کی اقسام میں سے ہے۔ اسی طرح مشرکین کا پورے مہینے میں سے بدھ کے دن کو منحوس خیال کرنا سب غلط ہیں۔"[1]

1۔ صحیح بخاری:۵۷۰۷

2۔ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۵۳، جنوری، ۲۰۱۲ء، ص ۵۵

1۔ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماہ وسال، شب وروز اور وقت کے ایک ایک لمحے کا خالق اللہ ربّ العزت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی دن، مہینے یا گھڑی کو منحوس قرار نہیں دیا۔ در حقیقت ایسے توہمانہ خیالات غیر مسلم اقوام اور قبل از اسلام مشرکین کے ذریعے مسلمانوں میں داخل ہوئے ہیں۔ کسی وقت کو منحوس سمجھنے کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں بلکہ کسی دن یا کسی مہینہ کو منحوس کہنا در حقیقت اللہ ربّ العزت کے بنائے ہوئے زمانہ میں، جو شب وروز پر مشتمل ہے، نقص اور عیب لگانے کے مترادف ہے اور اس چیز سے نبی نے ان الفاظ میں روک دیا ہے:

قَالَ اللّٰہ تَعَالیٰ: يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهر وَأَنَا الدَّهْرُ، بِيَدِيَ الْأَمْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ[1]

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آدم کا بیٹا مجھے تکلیف دیتا ہے۔ وہ وقت (دن، مہینے، سال) کو گالی دیتا ہے حالاں کہ وقت (زمانہ) میں ہوں، بادشاہت میرے ہاتھ میں ہے، میں ہی دن اور رات کو بدلتا ہوں۔"

معلوم یہ ہوا کہ دن رات اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں، کسی کو عیب دار ٹھہرانا خالق ومالک کی کاری گری میں در حقیقت عیب نکالنا ہے۔

(6) شادی بیاہ کے رسوم ورواج

رسم ورواج سماجی زندگی کی علامت ہوا کرتے ہیں اور تہذیب کے اجتماعی پہلوؤں کی عکاسی کرتے ہیں۔ ہر قوم کی انفرادی واجتماعی زندگی میں ان رسوم ورواج کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور تہذیب وثقافت، اخلاق وعادات، مذہبی عقائد، ذہنی رجحانات اور طرز معاشرت پر ان کا گہرا اثر پڑتا ہے۔

> "یہ رسوم در حقیقت مختلف اسباب کا نتیجہ ہوتے ہیں اور ان کے اسباب میں ملک یا علاقے کے مخصوص حالات، جغرافیائی کیفیت، باشندوں کی ذہنی وجسمانی خصوصیات، مذہبی عقائد، تاریخی وسیاسی ارتقاء، اقتصادی حالت اور تہذیبی اثرات کو غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔"[1]

1۔ سنن ابوداود، رقم الحدیث، 5274

1. رزّاقی، شاہد حسین، پاکستانی مسلمانوں کے رسوم ورواج، ص 26

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسمیں کیسے وجود میں آتی ہیں:

ماہنامہ محدث شمارہ نمبر ۳۷۰، اپریل ۲۰۱۵ء میں فاطمہ جلیل فلاحی رسموں کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"رسمیں بالعموم دو طریقوں سے پروان چڑھتی ہیں۔ ایک معاشرتی دباؤ اور دوسرے مذہبی جذبات۔ بعض دفعہ کسی خاص حالت میں اور کسی خاص ضرورت کے تحت ایک کام کیا جاتا ہے اور لوگ اسے حالات وضروریات کے مطابق مفید پاکر اس پر عمل کرنے لگتے ہیں۔ یہ عمل رفتہ رفتہ اجتماعی اور پھر روایتی شکل اختیار کرلیتا ہے اور آخر کار معاشرہ کی اجتماعی قوت کی بدولت اس کو رسم یا رواج کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔"[1]

فاطمہ جلیل فلاحی مزید لکھتی ہیں:

"تاریخ کا کوئی زمانہ رسوم ورواج اور ان کے اثرات سے خالی نہیں رہا ہے۔ بلکہ ہر قبیلہ، ہر قوم اور ہر تہذیب میں اسے عمومی دستور العمل کی حیثیت حاصل رہی ہے، انبیاے کرامؑ نے جن شریعتوں کو متعارف کرایا، ان کا بنیادی مقصد انسانی معاشرہ کی تہذیب تھا۔ ان شریعتوں میں بھی مروّجہ رسومات کی قبولیت واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ یہاں تک کہ آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جو آخری شریعت متعارف کرائی، ان میں بھی عرب کی متعدد پاکیزہ روایات کو شریعت اسلامی کا حصہ بنایا گیا ہے۔ اور ان کی پاسداری کو موجبِ اجر وثواب بتایا گیا ہے۔"[1]

ہماری شادی بیاہوں کی بیشتر رسومات ہندوؤں کی نقالی پر مبنی ہیں یا مغرب کی حیا باختہ تہذیب اور زمانۂ جاہلیت کی خرافات پر۔ گویا قدیم وجدید جاہلیت کا مجموعہ اور اسلامی تعلیمات سے یکسر بے اعتنائی کا نمونہ۔

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۷۰، اپریل ۲۰۱۵ء

1۔ ایضاً، فاطمہ جلیل فلاحی، اسلام کا معاشرتی نظام، شمارہ نمبر ۳۷۰، اپریل ۲۰۱۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ محدث، اپریل ۲۰۱۵ء کے شمارہ نمبر ۳۷۹ میں فاطمہ جلیل فلاحی رقمطراز ہیں:

"شادی زندگی کا اہم پڑاؤ ہے۔ بہت سے لوگ اسے اُمنگوں اور آرزوؤں کی تکمیل کا موقع سمجھتے ہیں۔ جس کے لیے طرح طرح کی رسمیں ایجاد کی گئی ہیں۔ منگنی، مانجھا، مہندی، بارات، مڑوا، سلامی، نوید اور جہیز وغیرہ جیسی رسموں کو مختلف علاقوں میں بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ اور ان کی ادائیگی میں کافی وقت اور خطیر سرمایہ صرف کیا جاتا ہے۔ ان رسموں کا سب سے قبیح پہلو یہ ہے کہ یہ سب ہندوانہ رسمیں ہیں۔ اس کا اسلامی تہذیب سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے اور ان میں مردوزن کا بے محابہ اختلاط بہت سی بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔ اور معاشرے میں فساد کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔"

ماہنامہ محدث، مارچ ۲۰۱۳ء کے شمارہ نمبر ۳۶۰ میں اصلاح معاشرہ کے زیر تحت مولانا صلاح الدین یوسفؒ لکھتے ہیں:

"اس انداز سے شادیاں کرنا، یا ان میں ذوق و شوق سے شریک ہو کر ان کی حوصلہ افزائی کرنا، یہ اسلام میں جاہلی طریقوں ہی کو فروغ دینا ہے۔ ایسے لوگوں کا اللہ کے ہاں کیا مقام ہے وہ اس حدیث وَمُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ[1] " اسلام میں جاہلیت کے طریقے تلاش (اختیار) کرنے والا" سے واضح ہے۔ دنیا میں تو انسان کا ہوا و ہوس میں مبتلا نفس اور شیطان اس کا پتہ نہیں چلنے دیتا، لیکن آخرت میں تو ان کی کارفرمائی ختم ہو چکی ہو گی اور اللہ کے ہاں اس کا وہ مقام واضح ہو کر سامنے آجائے گا، جس کا ہیولیٰ اس نے اپنے عمل و کردار سے تیار کیا ہو گا اور وہ ہے، اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ترین شخص، اور اس روز ناپسندیدہ ترین شخص کا جو مقام ہو گا، اس کا اندازہ رسوماتِ جاہلیہ کے دل دادہ ہر مرد اور عورت کو کر لینا چاہیے۔"[1]

1۔ صحیح بخاری، رقم الحدیث ۶۸۸۲

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۶۰، مارچ ۲۰۱۳ء، ص ۹۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

"شادی بیاہوں میں سادگی، پردے کی پابندی، بھاری بھر کم اخراجات سے اجتناب جیسی خوبیاں سنتِ حسنہ (اچھا طریقہ) ہے۔ جو شخص اپنے خاندان میں اس اچھے طریقے سے شادی کرنے میں پہل کرے گا، بعد میں اس خاندان کے جتنے لوگ اس کی پیروی کرتے ہوئے تمام خرافات ورسومات سے بچ کر شادیاں کریں گے، پہل کرنے والے کو بھی ان سب کی ان نیکیوں کا اجر ...ان کے اجروں میں کٹوتی کے بغیر...ملے گا۔"[1]

یہ دو راستے اور دو طریقے ہیں۔ ایک ڈھیروں اجر و ثواب کمانے کا اور دوسرا گناہوں کا ناقابل برداشت بوجھ اپنے اوپر لاد لینے کا...:

فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا[2]

"اب جس کا جی چاہے، بھلائیوں والا راستہ اپنالے اور جس کا جی چاہے دوسرا، لیکن اسے یاد رکھنا چاہیے کہ نافرمانی والا راستہ اختیار کرنیوالوں کیلیے جہنم کی آگ ہے۔"

رسم ورواج کی پاسداری یا اس کی خلاف ورزی میں معاشرے کے تعلیمی اور تہذیبی معیار کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ جس معاشرے میں جہالت اور لاشعوری کا غلبہ ہوتا ہے، وہاں رسومات کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے اور جس معاشرے میں بیداری، شعور اور تعلیم وتہذیب کا فروغ ہوتا ہے، وہاں رسمیں اپنے آپ دم توڑنے لگتی ہیں۔ یہ اُصول تاریخ کے ہر دور میں کام کرتا رہا ہے۔

ماہنامہ محدث اپریل ۲۰۱۵ کے شمارہ میں فاطمہ جلیل فلاحی لکھتی ہیں:

"ہندوستانی پس منظر میں ماضی قریب کا جائزہ لیا جائے تو بے شمار ایسی رسومات کا حوالہ ملے گا جو تعلیمی بیداری اور شعور کی پختگی کی وجہ سے مٹتی جارہی ہیں۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے زمانے میں مروّجہ صرف پیدائش، شادی اور وفات کی رسومات کا جائزہ لیا ہے جن کی تعداد سو تک پہنچ گئی۔ ڈاکٹر محمد عمر نے عہد سلطنت

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۳۶۰، مارچ ۲۰۱۳ء، ص ۹۲

2۔ الکھف: ۱۸/ ۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے جائزہ میں کئی سو رسومات گنوائی ہیں۔ ان تاریخی حوالوں کے بالمقابل موجودہ زمانے میں الحمد للہ حالات بہتر ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ رسومات کا طلسم آہستہ آہستہ ٹوٹ رہا ہے۔ ان کی جگہ اسلامی قدریں فروغ پا رہی ہیں۔ اور قرآن وسنت کی پروردہ تہذیب تیزی کے ساتھ اپنے بال و پر پھیلا رہی ہے۔"[1]

اس وقت مسلمانوں کی اپنے مذہب سے وابستگی اور اس پر عمل کرنے کی جو صورت حال ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اس لیے شادی بیاہ کے موقعوں پر وہ اللہ ورسول کے احکام کو بالکل پس پشت ڈال دیتے ہیں اور محرمات و منہیات کا نہایت دیدہ دلیری سے ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ مہندی کی رسم اور اس میں نوجوان بچیوں کا سر عام ناچنا گانا، ویڈیو اور مووی فلمیں بنانا، بے پردگی اور بے حیائی کا ارتکاب، بینڈ باجے، میوزیکل دھنیں اور میوزیکل شو، آتش بازی وغیرہ۔ یہ سب کیا ہیں؟ یہ سب غیروں کی نقالی اور اسلامی تہذیب وروایات کے یکسر خلاف ہیں۔ اسلام سے ان کا نہ کوئی تعلق ہے اور نہ ہو ہی سکتا ہے۔

یہ صورت حال اس امر کی تائید کرتی ہے کہ موجودہ حالات میں دف بجانے اور قومی گیت گانے سے بھی احتراز کرنا چاہئے، کیونکہ کوئی بھی شریعت کی بتائی ہوئی حد تک محدود نہیں رہتا اور محرمات تک پہنچے بغیر کسی کی تسلی نہیں ہوتی۔ بنابریں اسلام کے مسلمہ اصول سَدًّا الذریعۃ کے تحت یہ جائز کام بھی اس وقت ممنوع ہی قرار پائے گا جب تک قوم اپنی اصلاح کر کے شریعت کی پابند نہ ہو جائے اور شریعت کی حد سے تجاوز کرنے کی عادت اور معمول کو ترک نہ کر دے۔

(7) ویلنٹائن ڈے

ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۳۵، مارچ ۲۰۰۰ء، میں عطاء اللہ صدیقی صاحب رقمطراز ہیں:

"مغربی ذرائع ابلاغ کی تعلیمات وہدایات کے زیر اثر ہمارے ہاں تواتر سے طبقۂ اشراف سے تعلق رکھنے والا ایک جنونی گروہ پروان چڑھ رہا ہے جس نے تہذیبِ مغرب کی بھونڈی نقالی کو ہی اپنا ایمان بنا رکھا ہے۔ اپنے آپ کو 'ماڈرن' سمجھنے اور دکھانے کا اُنہوں نے واحد اسلوب ہی یہ سمجھ رکھا ہے کہ اہل مغرب سال بھر میں جو جو

1۔ ماہنامہ محدث، فاطمہ جلیل فلاحی، اسلام کا معاشرتی نظام، شمارہ نمبر ۴۰۷، اپریل ۲۰۱۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریبات منائیں، ان کے قدم بہ قدم بلکہ سانس بہ سانس اس شاغلانہ ہنگامہ آرائی میں دیوانہ وار شامل ہو جائیں۔ انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ آخر مغربی تہواروں کا پس منظر کیا ہے؟ ان کے لئے تو بس یہی امر ہی کافی ہے کہ وہ CNN یا کسی اور ذریعۂ اَبلاغ پر ایک جھلک دیکھ لیں یا معمولی سی خبر سن لیں کہ فلاں تاریخ کو مغرب کی جدید و جواں نسل کوئی تہوار منا رہی ہے۔ اس جدیدیت گزیدہ طبقہ کو تو تہوار منانے کا کوئی نہ کوئی بہانہ چاہئے۔"[1]

عطاء اللہ صدیقی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"نہ یہ ہندوؤں کے دیوالی، ہولی اور بسنت کے تہواروں کو معاف کرتے ہیں، نہ عیسائیوں کے کرسمس یا دیگر تہواروں میں شریک ہونے میں کوئی عیب سمجھتے ہیں۔ بظاہر یہ مسلمانوں کی اولاد ہیں، لیکن مسلمانوں کے اصل تہوار یعنی عیدین کے موقعوں پر ان کے جذبات میں کوئی خاطر خواہ تحریک ہوتی ہے، نہ انہیں منانے میں انہیں کوئی لطف آتا ہے۔ بلکہ ان اسلامی تہواروں کو تو وہ 'عامی' مسلمانوں کا ہی تہوار سمجھتے ہیں جن میں شریک ہونا ان کی کھوکھلی اَشرافیت اور سطحی جدیدیت کے تقاضوں کے منافی سمجھا جاتا ہے۔"[2]

جس 'ویلنٹائن ڈے' کو منا منا کر ہمارے بعض "محبت کے متوالے" ہلکان ہوتے رہے ہیں، وہ "تقریب شریف" تو اہل مغرب کے لئے بھی بدعتِ جدیدہ کا درجہ رکھتی ہے۔ ماضی میں یورپ میں بھی اس کو منانے والے نہ ہونے کے برابر تھے، اس دن کے متعلق مغربی ذرائع اَبلاغ بھی اس قدر حساس نہیں تھے۔ اگر یہ کوئی بہت اہم یا ہر دلعزیز تہوار ہوتا تو انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں اس کا ذکر محض چار سطور پر مبنی نہ ہوتا، جہاں معمولی معمولی واقعات کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں سینٹ ویلنٹائن کے متعلق چند سطری تعارف کے بعد ویلنٹائن ڈے کے متعلق تذکرہ محض ان الفاظ میں ملتا ہے:

1۔ ماہنامہ محدث، عطاء اللہ صدیقی، ویلنٹائن ڈے منانا کیوں ضروری ہے؟، شمارہ نمبر ۲۳۵، مارچ ۲۰۰۰ء

2۔ ایضاً، ص ۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

> ”سینٹ ویلنٹائن ڈے“ کو آج کل جس طرح عاشقوں کے تہوار (Lover's Fesitival) کے طور پر منایا جاتا ہے یا ویلنٹائن کارڈز بھیجنے کی جو نئی روایت چل نکلی ہے، اس کا سینٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تعلق یا تو رومیوں کے دیوتا لوپر کالیا کے حوالہ سے پندرہ فروری کو منائے جانے والے تہوار بار آوری یا پرندوں کے ”ایامِ اختلاط“ (Meating Season) سے ہے۔“ (انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا)[1]

ایک اور انسائیکلوپیڈیا ”بک آف نالج“ میں اس دن کے بارے میں نسبتاً زیادہ تفصیلات ملتی ہیں مگر وہ بھی تہائی صفحہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس کی پہلی سطر ہی رومان انگیز ہے

”۱۴؍ فروری محبوبوں کے لئے خاص دن ہے“[2]

اس انسائیکلوپیڈیا میں 'ویلنٹائن ڈے' کا تاریخی پس منظر یوں بیان کیا گیا ہے:

> ”ویلنٹائن ڈے“ کے بارے میں یقین کیا جاتا ہے کہ اس کا آغاز ایک رومی تہوار لوپر کالیا (Luper Calia) کی صورت میں ہوا۔ قدیم رومی مرد اس تہوار کے موقع پر اپنی دوست لڑکیوں کے نام اپنی قمیصوں کی آستینوں پر لگا کر چلتے تھے۔ بعض اوقات یہ جوڑے تحائف کا تبادلہ بھی کرتے تھے۔ بعد میں جب اس تہوار کو سینٹ ویلنٹائن کے نام سے منایا جانے لگا تو اس کی بعض روایات کو برقرار رکھا گیا۔ اسے ہر اس فرد کے لئے اہم دن سمجھا جانے لگا جو رفیق یا رفیقۂ حیات کی تلاش میں تھا۔ سترہویں صدی کی ایک پراُمید دوشیزہ سے یہ بات منسوب ہے کہ اس نے ویلنٹائن والی شام کو سونے سے پہلے اپنے تکیے کے ساتھ پانچ پتے ٹانکے۔ اس کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے وہ خواب میں اپنے ہونے والے خاوند کو دیکھ سکے گی۔ بعد ازاں لوگوں نے تحائف کی جگہ ویلنٹائن کارڈز کا سلسلہ شروع کر دیا“[1]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۳۵، مارچ ۲۰۰۰ء، ص ۲؛ ایضاء، شمارہ نمبر ۲۵۸، مارچ ۲۰۰۲ء، ص ۴۳

2۔ ایضاء، شمارہ نمبر ۲۵۸، مارچ ۲۰۰۲ء، ص ۴۳

1۔ ایضاً، عطاء اللہ صدیقی، ویلنٹائن ڈے منانا کیوں ضروری ہے؟، شمارہ نمبر، ۲۳۵، مارچ ۲۰۰۰ء ص ۲

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس انسائیکلوپیڈیا میں 'ویلنٹائن ڈے' کا تاریخی پس منظر یوں بیان کیا گیا ہے:

"ویلنٹائن ڈے" کے بارے میں یقین کیا جاتا ہے کہ اس کا آغاز ایک رومی تہوار لوپر کالیا (Luper Calia) کی صورت میں ہوا۔ قدیم رومی مرد اس تہوار کے موقع پر اپنی دوست لڑکیوں کے نام اپنی قمیصوں کی آستینوں پر لگا کر چلتے تھے۔ بعض اوقات یہ جوڑے تحائف کا تبادلہ بھی کرتے تھے۔ بعد میں جب اس تہوار کو سینٹ ویلنٹائن کے نام سے منایا جانے لگا تو اس کی بعض روایات کو برقرار رکھا گیا۔ اسے ہر اس فرد کے لئے اہم دن سمجھا جانے لگا جو رفیق یا رفیقۂ حیات کی تلاش میں تھا۔ سترہویں صدی کی ایک پر اُمید دوشیزہ سے یہ بات منسوب ہے کہ اس نے ویلنٹائن والی شام کو سونے سے پہلے اپنے تکیے کے ساتھ پانچ پتے ٹانکے۔ اس کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے وہ خواب میں اپنے ہونے والے خاوند کو دیکھ سکے گی۔ بعد ازاں لوگوں نے تحائف کی جگہ ویلنٹائن کارڈز کا سلسلہ شروع کر دیا"[1]

۱۴/ فروری ۲۰۰۲ء کے روزنامہ پاکستان میں بھی صفحہ اوّل پر بالکل یہی واقعہ بیان کیا گیا ہے مگر اس کا حوالہ بیان نہیں کیا گیا۔ انگریزی روزنامہ 'دی نیشن' کے رپورٹر نے ۱۴/ فروری کی اشاعت میں بالکل الگ کہانی بیان کی ہے۔ اس کے مطابق

"جب سلطنتِ روما میں جنگوں کا آغاز ہوا تو شادی شدہ مرد اپنے خاندانوں کو چھوڑ کر جنگوں میں شریک نہیں ہونا چاہتے تھے۔ نوجوان بھی اپنی محبوباؤں کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ جنگوں کے لئے کم افراد کی دستیابی کی وجہ سے شہنشاہ کلاڈئیس (Claudius) نے حکم دیا کہ مزید کوئی شادی یا منگنی نہیں ہونی چاہئے۔ ویلنٹائن نامی ایک پادری نے اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے خفیہ طریقہ

1۔ ماہنامہ محدث، عطاء اللہ صدیقی، ویلنٹائن ڈے منانا کیوں ضروری ہے؟، شمارہ نمبر ۲۳۵، مارچ ۲۰۰۰ء ص ۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے شادیوں کا اہتمام کیا۔ جب شہنشاہ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے ویلنٹائن کو قید کر دیا۔ جو کچھ اس نے نوجوان عاشقوں کے لئے کیا تھا، اسے بعد ازاں یاد رکھا گیا اور آج اسی نسبت سے ویلنٹائن ڈے منایا جاتا ہے۔"[1]

۱۴/ فروری کو سینٹ ویلنٹائن سے منسوب کیوں کیا جاتا ہے؟ اس کے متعلق کوئی مستند حوالہ تو موجود نہیں ہے البتہ ایک غیر مستند خیالی داستان پائی جاتی۔

محبت کے پیغامات بھیجنے والی یہ لڑکیاں اور لڑکے اسی پاکستانی معاشرے کے فرد ہیں۔ یہ مسلمان گھرانوں کی اولاد ہیں، یہودی یا عیسائی نہیں ہیں۔ مگر وہ جس جنون اور پاگل پن کا شکار ہیں، کیا ایک مسلمان گھرانے سے تعلق رکھنے والے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا 'کنڈکٹ' (کردار) یہی ہونا چاہیئے؟ اگر وہ گم کردہ راہ ہیں، تو اس کی ذمہ داری ہم سب پر عائد ہوتی ہے۔ حکومت، تعلیمی ادارے، ذرائع ابلاغ، اساتذہ اور والدین، سب اپنی اپنی جگہ پر اس قومی 'جرم' کے مرتکب ہوئے ہیں۔ آج اس ملک میں ویلنٹائن ڈے پر شہوت بھرے پیغامات کا آزادانہ تبادلہ ہو رہا ہے تو کل اسی پاکستان میں شہوانی تعلقات کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی نسل بھی ضرور پروان چڑھے گی۔ یورپ یہ نتائج دیکھ چکا ہے، ہم بھی اس عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ یورپ میں بھی یہ سب کچھ ایک سال میں نہیں ہو گیا تھا، ان کے ہاں بھی خاندانی نظام کی تباہی اور جنسی انقلاب آہستہ آہستہ وقوع پذیر ہوا۔ یورپ کے دانشور خاندانی نظام کی بحالی کی دہائی دے رہے ہیں، مگر اب پانی ان کے سروں سے گذر چکا ہے۔ ہمارے ہاں اس وقت محض ایک قلیل تعداد اس خطرناک اخلاقی دیوالیہ پن کا شکار ہوئی ہے، ہماری آبادی کی اکثریت اس آگ کی تپش سے اب تک محفوظ ہے۔ ابھی وقت ہے کہ آگے بڑھ کر چند جھاڑیوں کو لگی آگ کو بجھا دیا جائے، ورنہ یہ پورے جنگل کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی...!!

(8) بسنت

ماہنامہ محدث، فروری ۲۰۰۱ء کے شمارہ نمبر ۲۴۵ کے اداریہ میں بسنت کے بارے میں بہت تفصیلی مضمون لکھا گیا ہے، جس سے چند اقتباسات یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

---

1 ۔ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۵۸، مارچ ۲۰۰۲ء، ص ۴۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اقوامِ عالم کے معروف ترین تہواروں کی تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ وہ ایک مخصوص پس منظر رکھتے ہیں۔ یہودیوں کا سب سے بڑا تہوار 'ھنوکا' ایک مذہبی تہوار ہے۔ اَعدادو شمار کے اعتبار سے عیسائیت کو دنیا کا سب سے بڑا مذہب سمجھا جاتا ہے، عیسائی معاشرے میں کرسمس اور ایسٹر بے حد جوش وخروش سے منائے جاتے ہیں۔ ہندومت کا شمار قدیم ترین مذاہب میں ہوتا ہے۔ ہندو معاشرے میں مختلف تہوار منائے جاتے ہیں۔ مثلاً دیوالی، دسہرا، ہولی، بیساکھی، بسنت وغیرہ۔ ان تمام تہواروں میں ادا کی جانے والی رسومات کو ہندومت میں 'مذہبی عبادات' کا درجہ حاصل ہے۔ دیوالی، دسہرا اور ہولی کے متعلق تو سب جانتے ہیں کہ یہ ہندوؤں کے مذہبی تہوار ہیں، مگر بیساکھی اور بسنت وغیرہ کے متعلق یہ غلط فہمی عام پائی جاتی ہے کہ یہ موسمی اور ثقافتی تہوار ہیں۔ ایسا صرف وہی لوگ سمجھتے ہیں جو ان تہواروں میں حصہ تو لیتے ہیں، البتہ ان کا پس منظر جاننے کی زحمت انہوں نے کبھی گوارا نہیں کی۔"[1]

مزید لکھا گیا ہے:

اسلامی تاریخ کے قابل فخر محقق اور سائنسدان علامہ ابوریحان البیرونی تقریباً ایک ہزار سال قبل ہندوستان تشریف لائے تھے۔ انہوں نے کلر کہار (ضلع چکوال) کے نزدیک ہندوؤں کی معروف یونیورسٹی میں عرصۂ دراز تک قیام کیا، وہیں انہوں نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف 'کتاب الہند' تحریر کی۔ یہ کتاب آج بھی ہندوستان کی تاریخ کے ضمن میں ایک مستند حوالہ سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب کے باب ۷۶ میں انہوں نے "عیدین اور خوشی کے دن" کے عنوان کے تحت ہندوستان میں منائے جانے والے مختلف مذہبی تہواروں کا ذکر کیا ہے۔ اس باب میں عید 'بسنت' کا ذکر کرتے ہوئے علامہ البیرونی لکھتے ہیں:

1۔ ماہنامہ محدث، اداریہ، شمارہ نمبر ۲۴۵، فروری ۲۰۰۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اسی مہینہ میں استوائے ربیعی ہوتا ہے، جس کا نام بسنت ہے، اس کے حساب سے اس وقت کا پتہ لگا کر اس دن عید کرتے ہیں اور برہمنوں کو کھلاتے ہیں، دیوتاؤں کی نذر چڑھاتے ہیں"۔[1]

فروری ۲۰۰۱ء کے اداریہ میں مزید لکھا ہے:

"بسنت کو آج کل "پالا اُڑنت" کا نام دے کر موسمی تہوار بتایا جاتا ہے مگر اس کا ذکر البیرونی کے بیان میں نہیں ملتا۔ دوسرے یہ کہ البیرونی کے بیان کے مطابق ہندو جوتشی ہر سال استوائے ربیعی کا تعین کر کے 'یومِ بسنت' کا اعلان کرتے ہیں، یہی تصور آج تک چلا آ رہا ہے۔ بیساکھی کا تہوار بیساکھ کے مہینے میں گندم کی کاشت کے موقع پر کیا جاتا ہے۔ بظاہر یہ بھی ایک ثقافتی تہوار ہے مگر اس موقع پر ہندو کاشتکار برہمنوں کو گندم کے نذرانے دیتے ہیں اور دیوتاؤں سے گندم کی فصل کے زیادہ ہونے کی دعائیں کی جاتی ہیں۔"[2]

آج کل بسنت اور پتنگ بازی کو لازم و ملزوم تصور کیا جاتا ہے، حالانکہ قدیم تاریخ میں بسنت کے تہوار کے ساتھ پتنگ بازی کا ذکر نہیں ملتا۔ آج جس انداز میں بسنت منانے کا مطلب ہی پتنگ بازی لیا جاتا ہے، یہ تصور بہت زیادہ پرانا نہیں ہے۔ مزید برآں بسنت کے موقع پر پتنگ بازی کا شغل بھی لاہور اور اس کے گردونواح میں برپا کیا جاتا ہے، اس کا اہتمام ہندوستان یا پنجاب کے دیگر علاقوں میں اس انداز سے نہیں کیا جاتا۔ آج سے دس پندرہ سال پہلے پنجاب کے قدیم ترین شہر ملتان میں بسنت کے موقع پر پتنگ بازی کا تصور تک نہیں تھا۔ یہی صورت بہاولپور، ڈیرہ غازی خان، راولپنڈی اور سرگودھا جیسے بڑے شہروں کی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر لاہور میں بسنت کے موقع پر پتنگ بازی کا شغل اس قدر جوش و خروش سے کیوں برپا کیا جاتا ہے؟ تاریخ اور مذہب کے آئینے میں جھانک کر اس سوال کا جواب تلاش کرنا ضروری ہے۔

اگر بسنت محض موسمی تہوار ہوتا تو یہ صرف لاہور ہی نہیں، پاکستان کے دیگر علاقوں میں بھی اتنا ہی مقبول ہوتا۔ اندرونِ سندھ میں جہاں اب بھی ہندوؤں کی کثیر تعداد رہائش پذیر ہے، وہاں پتنگ بازی یا بسنت کی وہ ہنگامہ

1۔ ماہنامہ محدث، اداریہ، شمارہ نمبر ۲۴۵، فروری ۲۰۰۱ء

2۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آرائی نظر نہیں آتی جس کا مظاہرہ لاہور یا اس کے گردونواح میں کیا جاتا ہے۔ایسی صورتحال بلاوجہ نہیں ہے۔اس کا ایک مخصوص تاریخی پس منظر ہے۔روزنامہ نوائے وقت میں بسنت کے بارے میں تجزیاتی رپورٹ شائع ہوئی، اس کے متعلقہ حصے ملاحظہ فرمائیے:

"بسنت خالص ہندو تہوار ہے اور اس کا موسم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ بھارت میں بسنت کی کہانی ہر سکول میں پڑھائی جاتی ہے لیکن لاعلمی یا بھارتی لابی کی کوششوں سے بسنت کو اب پاکستان میں مسلمانوں نے موسمی تہوار بنالیا ہے۔ بسنت کی حقیقت کیا ہے اور اس کا آغاز کیسے ہوا، اس بارے میں ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ قریباً دوسو برس قبل لاہور کے ایک ہندو طالب علم حقیقت رائے نے محمد مصطفی ا کے خلاف دشنام طرازی کی۔ مغل دور تھا اور قاضی نے ہندو طالب علم کو سزائے موت سنادی۔اس ہندو طالب علم کو کہا گیا کہ وہ اسلام قبول کرلے تو اسے آزاد کردیا جائے گا مگر اس نے اپنا دھرم چھوڑنے سے انکار کردیا۔چونکہ اس نے اقرارِ جرم کرلیا تھا، لہٰذا اسے پھانسی دے دی گئی۔پھانسی لاہور میں علاقہ گھوڑے شاہ میں سکھ نیشنل کالج کی گراؤنڈ میں دی گئی۔قیام پاکستان سے پہلے ہندوؤں نے اس جگہ یادگار کے طور پر ایک مندر بھی تعمیر کیا لیکن یہ مندر آباد نہ ہوسکا اور قیامِ پاکستان کے چند برس بعد سکھ نیشنل کالج کے آثار بھی مٹ گئے۔اب یہ جگہ انجینئرنگ یونیورسٹی کا حصہ بن چکی ہے۔ہندوؤں نے اس واقعہ کو تاریخ بنانے کے لئے، اپنے اس ہندو طالب علم کی 'قربانی' کو بسنت کا نام دیا اور جشن کے طور پر پتنگ اُڑانے شروع کردیئے۔ آہستہ آہستہ یہ پتنگ بازی لاہور کے علاوہ انڈیا کے دوسرے شہروں میں بھی پھیل گئی۔اب ہندو تو اس بسنت کی بنیاد کو بھی بھول چکے مگر پاکستان میں مسلمان بسنت مناکر اِسلام کی رسوائی کا اہتمام کرتے رہتے ہیں"[1]

1۔روزنامہ نوائے وقت، ۴ فروری ۱۹۹۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض افراد یوں استدلال کرتے ہیں کہ بسنت ہندوؤں کا مذہبی تہوار ہو گا مگر ہم تو اسے محض موسمی اور ثقافتی تہوار سمجھ کر مناتے ہیں۔ یہ تو ان کا محض تجاہل عارفانہ ہے۔ ایک شخص دعوت ناؤنوش میں شریک ہوتا ہے، وہاں حلال اور حرام مشروبات کثیر تعداد میں موجود ہیں، اس نے شراب کو آج تک دیکھا ہے، نہ چکھا ہے۔ وہ شراب کی بوتل کھول کر کچھ نوشِ جاں کرلیتا ہے۔ اتنے میں مجلس میں موجود اسے ایک شخص بتاتا ہے کہ قبلہ آپ شراب سے لطف اندوز ہو رہے ہیں؟ اس اطلاع کے بعد بھی اگر وہ یہ عذر پیش کریں کہ میں تو اس کو محض ایک شربت سمجھ کر پی رہا ہوں تو کیا اس کا یہ عذر معقول سمجھا جائے گا؟ مزید برآں بسنت کے تاریخی پس منظر سے لاعلمی کا اظہار بھی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ ایک جاہل آدمی تو شاید معذور ہو مگر وہ لوگ جو یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل ہیں اور غرورِ علم میں مبتلا ہیں وہ لاعلمی کا عذر پیش کر کے اس ذمہ داری سے پہلو کیسے بچا سکتے ہیں؟ قانون سے لاعلمی کو سزا سے بریت کا جواز تسلیم نہیں کیا جاتا تو ان عالم فاضل اَفراد کی طرف سے بسنت کے بارے میں اس تجاہل عارفانہ کو کیسے قبول کیا جاسکتا ہے۔

ماہنامہ محدث، فروری ۲۰۰۱ء کے شمارہ نمبر ۲۴۵ میں رقمطراز ہے:

"ذہبی لحاظ سے تو بسنت منانا قابل اعتراض ہے ہی، خالصتاً موسمی اور ثقافتی تہوار کی حیثیت سے بھی اس کی حمایت نہیں کی جاسکتی۔ گذشتہ چند برسوں سے لاہور کے نودولیتوں، اَوباشوں، سمگلروں اور عیاشوں نے بسنت کے تہوار کو اپنی اباحیتِ مطلقہ کے اِظہار کا ذریعہ بنالیا ہے۔ ایک بظاہر سماجی تہوار میں جس طرح سماجی اَخلاقیات کی دھجیاں اُڑائی جاتی ہیں، وہ ہر اعتبار سے قابل مذمت ہے۔ شاید ہی کوئی دوسرا ثقافتی تہوار ہو جس میں اس قدر وسیع پیمانے پر شراب و کباب اور شباب کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اخبارات میں فائیو سٹار ہوٹلوں، حویلیوں اور بعض کوٹھیوں میں بسنت منانے والے خواتین و حضرات کی تصاویر عام شائع ہوتی ہیں، مگر ان مواقع پر رقص و سرود، شراب نوشی اور طوائف بازی کی بے باکانہ گناہ آلود مجالس کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ ایسی مجالس میں منتخب افراد کو مدعو کیا جاتا ہے، دوسری یہ کہ ان مجالس کے شرکا اس کی تفصیلات ہر صحافی کو کم ہی بتاتے ہیں۔ حتیٰ کہ صحافی حضرات کو بھی ان مجالس میں اس شرط پر شریک کیا جاتا ہے کہ وہ رازداری قائم رکھیں گے۔ ان مجالس میں ثقافت کے نام پر جو جو جنسی ذلالتیں اور ہوسناکیاں برپا کی جاتی ہیں، انہیں منظر عام پر اگر لایا جاسکے تو قوم کو معلوم ہو گا کہ ایک اسلامی ریاست میں فحاشی کی کون کون صورتیں طبقہ اُمرا میں مروّج ہیں۔"[1]

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۴۵، فروری ۲۰۰۱ء، اداریہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ہم ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کہیں ہم شعوری یا غیر شعوری طور پر ایک گستاخِ رسول کی یاد میں منعقد کئے جانے والے بسنت میلہ میں شریک ہو کر توہین رسالت کا ارتکاب تو نہیں کر رہے؟ کیا ہم ہندوؤں کے مذہبی تہوار کو منا کر دوسری قوموں سے مشابہت کے گناہ کا اِرتکاب تو نہیں کر رہے؟ کیا ہمارا بسنت منانے کا طور طریقہ لہو ولعب کی تعریف میں شامل تو نہیں ہے؟ اہل اقتدار کو بھی ضرور سوچنا چاہئے کہ وہ بسنت جیسے تہواروں کی سرپرستی کر کے کہیں مسلمانوں کے اصل تہواروں کے متعلق عام لوگوں میں عدمِ دلچسپی کے جذبات کو تو پروان نہیں چڑھا رہے؟ بسنت کے نام پر رقص وسرور، ہلڑ بازی، ہاؤ ہو، شور شرابہ، چیخم دھاڑ، فائرنگ، وغیرہ مہذب قوموں کا شعار نہیں ہے۔

(9) ہیپی نیو ائیر، Happy New Year

ماہنامہ محدث، جنوری ۲۰۰۰ء کے شمارہ نمبر ۲۳۳ میں سعودی مرکز اور ادارۂ تحقیق و افتاء، ریاض[1] کی طرف سے فتویٰ میں سے ایک اہم سوال "2000ء پر جشن منانے اور خصوصی اہتمام کرنے کا حکم" کے بارے میں تفصیلی جوابات تحریر کیے ہیں:

سعودی ادارۂ تحقیق وافتاء سے سوال کیا گیا کہ عیسوی سال کی تکمیل اور نئے سال کی ابتداء کی تقریبات کی مناسبت سے خوشیاں منانا اور اس موقع کو امید کی کرن تصور کرنا۔ اکثر یہودی اور عیسائی ان دنوں اپنی شادی بیاہ اور دوسرے اہم معاملات اس تقریب کے ساتھ مربوط کرتے ہیں یا پھر وہ اپنے تجارتی اداروں اور کمپنیوں وغیرہ میں اس تقریب میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے اندر برائیاں پھیلا سکیں۔ پس اس تقریب کے تعظیم واحتفاء نیز اس موقع پر تہنیات ومبارکباد کا باہم تبادلہ، خواہ زبانی ہو یا چھپے ہوئے کارڈ وغیرہ کے ذریعے، شریعت کی رو سے کیا ہے؟"[1]

"دوسرے سوال میں مذکور ہے کہ کافروں کی تقریبات اور اس کی دعوتوں میں مسلمانوں کے جانے سے یا ان کی تقریبات کو خود بھی منانے کا حکم بیان فرمائیں اور یہ بھی بیان کریں کہ بعض مؤسسات اور شرکات (کمپنیوں)

1۔ ممبران ادارۃ تحقیق والافتاء ا۔ عبداللہ بن عبدالرحمن الغدیان ۲۔ بکر بن عبداللہ ابو زید ۳۔ صالح فوزان الفوزان؛ الرئیس ادارۃ تحقیق و الافتاء: شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن محمد آل الشیخ

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۳۳، جنوری ۲۰۰۰ء، ص ۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اس موقع کی مناسبت سے کام کی چھٹی کا کیا حکم ہے؟ کیا ان امور میں سے کوئی کام یا ان سے مشابہ کوئی اور امر یا ان امور پر رضامندی مسلمان کے عقیدہ پر اثر انداز ہوتی ہے؟"[1]

مذکورہ سوالوں کے تمام پہلوؤں پر غور وفکر کرنے کے بعد اسلامی ریسرچ وافتاء کونسل مندرجہ ذیل جواب دیتی ہے:

"اہل بصیرت کا مشاہدہ ہے کہ آج دنیا میں بیشتر لوگوں پر اللہ کا دین حق وباطل کے ساتھ گڈمڈ نظر آتا ہے اور یہ چیز دشمنان اسلام کی اس کے حقائق کو مٹانے، اس کے نور کو بجھانے، مسلمانوں میں اس سے بعد پیدا کرنے اور ہمیشہ کے لئے اس سے ان کا رشتہ کاٹ دینے کی انتھک کوششوں کو واضح کرتی ہے۔ وہ تمام بشر کو اللہ اور جو شریعت اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے اس سے روکنے کے لئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کرتے ہیں، کبھی اسلام کی صورت جھلسانے کی کوشش کرتے ہیں تو کبھی تہمت اور کذب بیانی کا سہارا لیتے ہیں۔[2] ان کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مصداق ہے:

وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ[3]

"اہل کتاب میں سے بہت سے لوگ دل میں حسد رکھ کر یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد پھر تم کو کافر بنادیں حالانکہ حق بات ان پر واضح ہو چکی ہے"

اور سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے:

وَدَّتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ[1]

"اہل کتاب کا ایک گروہ یہ چاہتا ہے کہ تم کو گمراہ کر دیں حالانکہ وہ اپنے آپ کو ہی گمراہ کرتے ہیں، مگر سمجھتے نہیں ہیں"

1۔ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۳۳، جنوری ۲۰۰۰ء، ص ۲۹

2۔ایضاً

3۔البقرۃ:۲/۱۰۹

1۔ال عمران:۳/۶۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جل وعلا کے اس ارشاد کے مطابق بھی :

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تُطِيعُوا۟ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَٰبِكُمْ فَتَنقَلِبُوا۟ خَٰسِرِينَ[1]

"اے ایمان والو! اگر تم کافروں کا کہنا مانو گے تو وہ تم کو الٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھیر دیں گے، پھر تم گھاٹے میں جاپڑو گے"

جہاں تک زیر بحث مسئلہ کا تعلق ہے تو اسلامی ریسرچ و افتاء کو نسل یہودیوں، عیسائیوں اور اسلام کے ساتھ نسبت رکھنے والے، مگر انہی کی زیر اثر، لوگوں کی ان کے حساب کے مطابق دو ہزار سال کے اختتام اور تیسرے ہزار سالہ عہد کے استقبال کی تقریب کی زبردست تیاری اور ان کے اہتمام کو دیکھ اور سن رہی ہے۔ لیکن یہ کونسل مسلم عوام کے سامنے اس جشن کی حقیقت بیان کرنے اور شریعت مطہرہ میں اس کا حکم واضح کرنے کی قدرت رکھتی ہے تاکہ مسلمانوں کو اپنے دین کی بصرت حاصل ہو اور وہ ان لوگوں کی گمراہیوں کی طرف منحرف ہونے سے ڈریں جن پر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا غضب فرمایا (یعنی یہودی) اور جو گمراہ ہوئے (یعنی عیسائی)[2]

سعودی مرکز اور ادارۂ تحقیق و افتاء، ریاض کے علماء مزید تفصیل بیان کرتے ہیں:

"یہودی اور عیسائی سمجھتے ہیں کہ یہ تیسرا عہد ہزار سالہ حادثات، تکالیف اور امیدوں کا زمانہ ہے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے عقیدہ کے بعض احکام کو اس عہد ہزار سالہ کے ساتھ مربوط کر رکھا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اس عہد ہزار سالہ کا ذکر ان کی تحریف شدہ کتابوں میں آیا ہے... لہذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ نہ اس کی طرف التفات کریں اور نہ ہی اس کا رکن بنیں۔"[1]

مزید لکھتے ہیں:

"یہ یا اس جیسی دوسری تقریبات جن برائیوں سے خالی نہیں ہوتیں ان میں سے بعض یہ ہیں: حق کا باطل کے ساتھ التباس، کفر اور گمراہی کی طرف دعوت دینا (بلانا)، حرام باتوں کی اباحت (مباح کرنا) اور الحاد، شرعاً منکر

1۔ ال عمران:۳/۱۴۹

2۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۳۳، جنوری ۲۰۰۰ء، ص۲۹

1۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باتوں کا ظہور یا اسی طرح ان شریعتوں میں دین اسلام کے خلاف پائی جانے والی بعض چیزوں کو مستحسن سمجھنا یا بتانا اجماع امت کے مطابق اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اسلام کا انکار (کفر) ہے۔ علاوہ ازیں یہ چیز مسلمانوں کو ان کے اپنے دین سے دور کرنے اور اجنبی بنا دینے کا ایک وسیلہ ہے۔"[1]

کتاب اللہ، سنت رسول اور آثا صحیحہ کے دلائل سے متفاد ہوتا ہے کہ کفار کے خصائص میں ان کی مشابہت اختیار کرنا شرعاً منع ہے اور اس ممانعت میں ان کی عیدوں (تہواروں)، ان کی محفلوں اور تقریبات میں ان کی مشابہت بھی شامل ہے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بطور تنبیہ بیان کیا ہے۔

تہواروں میں ان کی مخصوص مشابہت کی ممانعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ[2]

"اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے (یا جھوٹ فریب نہیں کرتے)"

سلف وصالحین کی ایک جماعت کہ جن میں امام ابن سیرین، مجاہد اور ربیع بن انس شامل ہیں، نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کی ہے کہ یہاں "الزور" سے مراد کافروں کے تہوار ہیں اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق ثابت ہے کہ انہوں نے بیان کیا: "جب نبی ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگوں کے لئے دو دن مخصوص تھے، جن میں وہ کھیلتے کودتے تھے۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ دو دن کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کی: ہم دور جاہلیت میں ان دنوں میں کھیلا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ان دنوں کو ان سے بہتر دنوں میں بدل دیا ہے۔ وہ یوم الاضحیٰ (بقر عید) اور یوم الفطر (عید رمضان) ہیں" امام احمد، امام ابو دائود اور امام نسائی نے نسبد صحیح اس حدیث کی تخریج کی ہے۔"[1]

"اور بہت سے اعتبارات سے بھی کافروں کے تہواروں سے روکا گیا ہے جن میں چند مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۳۳، جنوری ۲۰۰۰ء، ص ۲۹

2۔ الفرقان: ۲۵/ ۷۲

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۳۳، جنوری ۲۰۰۰ء، ص ۳۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کافروں کی ظاہری مشابہت باطن میں ان کے لئے مختلف النوع مودت (دوستی)، محبت اور موالات (میل جول اور ہم راز بنانا) وراثت میں چھوڑتی ہے۔ حالانکہ ان کے لئے محبت اور موالات ایمان کے منافی ہے[1]، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰأَيُّهَا الَّذِينَ ءامَنوا لا تَتَّخِذُوا اليَهودَ وَالنَّصٰرىٰ أَولِياءَ ۘ بَعضُهُم أَولِياءُ بَعضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِنكُم فَإِنَّهُ مِنهُم ۗ إِنَّ اللَّهَ لا يَهدِى القَومَ الظّٰلِمينَ[2]

"اے مومنو! یہود و نصاریٰ کو دوست مت بنائو۔ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو کوئی ان سے دوستی رکھے وہ انہیں میں کا ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو کبھی راہ راست پر نہ لائے گا"

اور سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا تَجِدُ قَومًا يُؤمِنونَ بِاللَّهِ وَاليَومِ الاٰخِرِ يُوادّونَ مَن حادَّ اللَّهَ وَرَسولَهُ[3]

"(اے پیغمبر!) جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہیں ان کو تو (ایسا) نہ دیکھے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں"

مزید فرماتے ہیں:

"جو کچھ اس سے قبل اوپر بیان کیا جاچکا ہے اس کی بناء پر کسی مسلم پر جو اللہ کے رب، اسلام کے دین حق اور محمد ﷺ کے نبی ورسول ہونے پر ایمان رکھتا ہو، ہرگز جائز نہیں ہے کہ ایسے تہواروں کی محفلیں اور تقریبات کے جشن منعقد کرے جن کی دین اسلام میں کوئی اصل موجود نہیں ہے، اور انہی تہواروں میں سے ایک یہ فرضی ہزار سالہ جشن بھی ہے۔ اسی طرح نہ اس تقریب کی محفلوں میں حاضر ہونا جائز ہے، نہ ان میں مشارکت اور نہ ہی کسی

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۳۳، جنوری ۲۰۰۰ء، ص ۳۰

2۔ المائدۃ:۵/ ۵۱

3۔ المجادلہ:۵۸/ ۲۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح کی اعانت کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ تمام چیزیں گناہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلا تَعاوَنوا عَلَى الإِثمِ وَالعُدوٰنِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَديدُ العِقابِ[1]

"اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے"[2]

(10) اپریل فول

ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۸۱، جولائی ۲۰۰۴ء میں "اسلام اور مغرب تقابلی جائزہ" کے تحت عاصم عبد اللہ قریوتی نے اپریل فول کو اپنی تہذیب و ثقافت سمجھنے والے مسلمانوں کے لیے بڑی سیر حاصل تحریر لکھی ہے۔ جس میں انہوں نے ہنسی مزاح کرنے کی اصل حقیقت کو بڑے عمدہ طریقے سے بیان کرتے ہیں:

شریعتِ اسلامیہ میں مزاح کا حکم

مزاح سے مراد کسی سے شغل کرنا ہے۔ اس سے اس کا دل دکھانا یا ایذا دینا مقصود نہ ہو بلکہ دل خوش کرنا اور محبت کا اظہار ہو۔ اس مفہوم کی روشنی میں مزاح اور استہزا میں فرق ہے۔[1]

مزاح کی ضرورت

انسان کا ہمیشہ ایک ہی انداز اور ایک ہی طریقہ پر چلتے رہنا بسا اوقات ملال و رنج کا باعث بنتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ وعظ و نصیحت کرنے میں ہمارا خیال رکھا کرتے تھے کہ ہم اکتا نہ جائیں۔[2]

مزید لکھتے ہیں:

1۔ المائدہ:۵/ ۲

2۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۳۳، جنوری ۲۰۰۰ء، ص ۳۰

1۔ ایضاً، شمارہ نمبر ۲۸۱، جولائی ۲۰۰۴ء، ص ۹۰

2۔ بخاری، کتاب العلم: ۶۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"انسان پر اس کے جسم، اولاد اور دوستوں وغیرہ کے حقوق ہیں۔ انسان کو اپنی زندگی کے معمولات میں معتدل ہونا چاہئے۔ دل کو خوش رکھنا بھی از حد ضروری ہے۔ ہر وقت ایک ہی انداز پر رہنا انسان کے لئے ناممکن اور مشکل ہوتا ہے۔"[1]

حضرت حنظلہ اُسیدیؓ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں آئے اور کہا:

"یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ کی خدمت میں آتے ہیں۔ آپ ﷺ ہمیں جنت اور دوزخ کے متعلق بیان فرماتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے جہنم اور جنت کو دیکھ رہے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کی مجلس سے جانے کے بعد جب ہم اپنی بیویوں، اولاد اور دیگر مصروفیات میں مشغول ہوتے ہیں تو اکثر باتیں ذہن سے نکل جاتی ہیں اور ہمیں بھول جاتی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میرے پاس تمہاری جو حالت ہوتی ہے اگر ہر وقت تمہاری وہی کیفیت رہے اور تم اللہ کے ذکر میں مصروف رہو تو اللہ کے فرشتے تمہارے بستروں پر اور راستوں میں تم سے مصافحے کریں۔ لیکن حنظلہ یہ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ (یہ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا)"[1]

عاصم عبداللہ قریوتی رقمطراز ہیں:

"بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ جس طرح انسان کا جسم تھک جاتا ہے، اسی طرح دل بھی تھکاوٹ اور اکتاہٹ محسوس کرتا ہے۔ اس لئے صحیح اور جائز مزاح کے ذریعے دوسروں کے دل کو خوشی پہنچائی جاتی ہے۔ اس سے آپس کے مخلصانہ اور محبانہ تعلقات مزید پختہ اور مضبوط ہوتے ہیں نیز اس سے خوشی اور محبت کی تجدید ہوتی ہے۔

مزاح کرنا آنحضرت ﷺ سے بھی ثابت ہے۔ اس لئے ائمہ کرام نے بیان کیا ہے کہ مزاح سے مکمل پرہیز اور اجتناب بھی سنت و سیرتِ نبویہ کے خلاف ہے حالانکہ ہمیں سنت اور سیرتِ نبویہ کی اتباع و اقتدا کا حکم دیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ اس سلسلہ میں ایک حدیث جو بایں الفاظ مروی ہیں:

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۸۱، جولائی ۲۰۰۴ء، ص ۹۲

1۔ صحیح مسلم، کتاب التوبۃ؛ نمبر ۶۹۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أنه قال: لا تمار أخاك ولا تمازحه[1]

یعنی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم اپنے بھائی سے شغل اور مزاح نہ کرو۔"

یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔ اس کا ایک راوی لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔ بالفرض یہ حدیث صحیح ہو بھی تو اس سے ایسا مزاح مراد ہو گا جس میں افراط یا حد سے تجاوز ہو اور آدمی ہمیشہ ایسا کرتا ہو یا فضول مزاح مراد ہو گا۔ ایسی صورتوں میں مزاح کرنا شرعاً ممنوع ہے۔"[2]

یہ بات پیش نظر رہے کہ مزاح میں ہمیشہ سچ ہونا چاہئے۔ اس میں جھوٹ کی آمیزش قطعاً نہ ہو۔ مزاح کے طور پر جھوٹ بولنے والے کے لئے شدید وعید آئی ہے اور مزاح میں جھوٹ ترک کرنے والے کے حق میں ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص مزاح میں جھوٹ ترک کر دے، میں اس کے لئے جنت کے وسط میں ایک محل کی ضمانت دیتا ہوں۔"

بہز بن حکیم کے دادا فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ

سمعت رسول الله! يقول: ويل للذي يحدث بالحديث ليضحك به القوم فيكذب ويل له ويل له[1]

"جو شخص لوگوں کو ہنسانے کی خاطر جھوٹ بولتا ہے، اس کے لئے ہلاکت ہے، تباہی ہے، بربادی ہے۔"

آنحضرت ﷺ کے مزاح کی چند مثالیں

○ حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ ﷺ کے سامنے روٹی اور کھجوریں تھیں۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا "قریب آجاؤ اور کھاؤ۔" میں کھجوریں کھانے لگا۔ تو

1۔ ترمذی: ۳۵۹/۴

2۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۸۱، جولائی ۲۰۰۴ء، ص ۹۳

1۔ ترمذی: ۵۵۷/۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: "تم کھجوریں کھا رہے ہو، تمہاری تو آنکھیں دکھتی ہیں؟" میں نے کہا: "یارسول اللہ ﷺ! میں دوسری طرف سے چبارہا ہوں۔" یہ سن کر آپ مسکرا پڑے۔[1]

- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا: "یارسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی سواری عنایت فرمائیں۔" نبی ﷺ نے فرمایا: "ہم تجھے اونٹنی کا بچہ دے دیں گے۔" وہ بولا: "میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟" تو نبی ﷺ نے فرمایا: "اونٹنی ہی تو اونٹ کو جنم دیتی ہے۔"[2]

- حسن فرماتے ہیں کہ ایک بڑھیا نبی ﷺ کی خدمت میں آئی، اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کریں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اے امّ فلاں! جنت میں بوڑھے داخل نہیں ہوں گے۔" وہ روتے ہوئے واپس جانے لگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے بتاؤ کہ یہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّآ أَنشَأْنَٰهُنَّ إِنشَآءً ۔ فَجَعَلْنَٰهُنَّ أَبْكَارًا ۔ عُرُبًا أَتْرَابًا[1]

"بے شک ہم ان عورتوں کو نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں باکرہ بنادیں گے جو خوش اطوار اور اپنے شوہروں کی ہم عمر ہوں گی۔"[2]

- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، صحابہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ بھی ہمارے ساتھ مزاح اور شغل کرتے ہیں؟ فرمایا! ہاں، میں سوائے حق وسچ کے کچھ نہیں کہتا۔[3]

- حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے بطورِ مزاح فرمایا: "ارے دو کان والے!"[4]

1۔ سنن ابن ماجہ: کتاب الطب، باب الحمیۃ

2۔ سنن ابی داؤد: کتاب الادب، باب ماجاء فی المزاح، جامع ترمذی، کتاب البر والصلہ، باب ماجاء فی المزاح

1۔ الواقعۃ:۳۵-۳۷

2۔ شمائل ترمذی:۳۸/۲

3۔ جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی المزاح؛ الادب المفرد از بخاری

4۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

o صحابہ کرام ایک دوسرے کی طرف ہندوانے (تربوز) پھینکا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ وہ بھی انسانوں جیسے انسان ہی تھے۔[1]

تعریض اور اس کا حکم

عاصم عبداللہ قریوتی رقمطراز ہیں:

"کھلم کھلا بات کرنے کو 'تصریح' کہتے ہیں۔ اس کے برعکس بات ہو تو اسے تعریض کہا جاتا ہے۔ اُوپر رسول اللہ ﷺ کے مزاح کی جو مثالیں بیان ہوئی ہیں، شاید ان میں سے بعض کا تعلق تعریض یا توریہ سے ہو۔ بہر حال یاد رکھنا چاہئے کہ 'توریہ اور تعریض' یا بعض مخفی اغراض و مقاصد اور مزاح دوسرے کو خوش کرنے کے لئے ہی مباح ہے لیکن اگر مزاح یا تعریض سے دوسروں کو ایذا پہنچتی ہو یا کسی پر ظلم ہوتا ہو یا اس کے ذریعہ حق کو باطل یا باطل کو حق قرار دیا جا رہا ہو تو اس کی نہ صرف اجازت نہیں بلکہ حرام ہے۔ مزاح اور تعریض سے اپنے حق کا حصول یا ظالم کے ظلم سے تحفظ مقصود ہو تو اس کی اجازت ہے۔"[1]

مزید لکھتے ہیں:

"جیسا کہ واقعہ ہجرت میں دورانِ سفر حضرت ابو بکر صدیقؓ کا کوئی واقف کار انہیں ملا، وہ رسولِ اکرم ﷺ کو نہیں پہنچانتا تھا۔ اس نے ابو بکرؓ سے پوچھا: **من معک هذا؟** یہ آپ کے ہمراہ کون ہیں؟ تو انہوں نے ذومعنی جواب دیا: هذا رجل يهديني السبيل کہ یہ شخص مجھے راستہ کی رہنمائی کرتا ہے۔ مخاطب سمجھا کہ حضرت ابو بکر جدھر جا رہے ہیں، یہ اس راہ کی راہنمائی کرنے والا ہے۔ جب کہ حضرت ابو بکرؓ کی مراد کچھ اور تھی۔ ایسی ذومعنی بات کو 'تعریض یا توریہ' کہا جاتا ہے۔ شرعاً اس کی اجازت ہے۔ (مترجم)"[2]

یہ بھی ضروری ہے کہ مزاح کرنے والا اللہ کے دین کے بارے میں مزاح نہ کرے۔ بہت زیادہ مزاح سے بھی اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ اس سے انسان کی مروّت اور وقار مجروح ہوتا ہے۔

1۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری التوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مترجم: شکیل الحق چشتی گولڑوی، پروگریس بکس، ص ۱۰۳

1۔ ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۸۱، جولائی ۲۰۰۴ء، ص ۹۳

2۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کثرتِ مزاح کے مفاسد

- مزاح کی کثرت انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے۔
- کثرتِ مزاح کے سبب انسان دین کے اہم امور اور دین کے تفکر سے غافل ہو جاتا ہے۔
- اس سے دل سخت ہو جاتا ہے۔
- اس سے بغض و حسد پیدا ہوتا ہے۔
- اس سے انسان کی سنجیدگی اور وقار کو زوال آجاتا ہے۔
- کثرتِ مزاح کثرتِ ضحک کا سبب ہے۔ کثرتِ ضحک کے نتیجہ میں دل سخت اور اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔
- زیادہ مزاح کرنے والے کی بات پر اعتماد کرنا مشکل ہوتا ہے۔ سننے والا اس کی سنجیدگی یا مزاح میں تمیز نہیں کر سکتا۔[1]

خلاصہ یہ کہ جب مزاح سچ پر مشتمل اور مذکورہ مفاسد سے پاک ہو تو اس کی اجازت ہے۔ لیکن اگر اس کا مقصد تکلیف دینا اور کسی کو ذلیل و رسواء کرنا ہو تو یہ سراسر ناجائز اور ممنوع ہے۔ جس کی مثال "اپریل فول" ہے۔ جس کا اسلام یا اسلام کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

خلاصہ بحث

باب سوم کی فصل دوم کو غیر اسلامی تہذیب و ثقافت مضامین کے لیے خاص کیا گیا ہے۔ اس فصل میں پہلے بدعتی تہذیبوں کو بیان کیا ہے جو بظاہر تو اسلامی تہذیبیں سمجھی جاتی ہیں لیکن حقیقت میں ان کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یا تو وہ غیر مسلموں کی سازش ہے یا دین میں اضافہ ہے۔

فصل دوم کے دوسرے حصے میں خالص مغربی یا ہندوانہ رسم و رواج کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس میں ایسی تہذیبیں بیان کی گئی ہیں جو آج کا نوجوان مسلم طبقہ بڑے ذوق شوق سے اسے منانے اور اپنانے کو اپنا ایمان سمجھتا ہے۔

1۔ماہنامہ محدث، شمارہ نمبر ۲۸۱، جولائی ۲۰۰۴ء، ص ۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم: ماہنامہ محدث میں "تہذیبی تصادم" کے عنوان سے شائع ہونے والے مضامین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تہذیبوں کا تصادم؛ماضی حال اور مستقبل

ماہنامہ محدث کے اکتوبر ۲۰۰۲ء کے شمارہ میں رابنسن فرانسس کے مضمون "تہذیبوں کا تصادم؛ ماضی حال اور مستقبل" سے چند اقتباسات پیش کروں گی اور اس کے بعد اس کا تحقیقی جائزہ لکھوں گی۔

"۱۹۹۶ء میں ہنٹنگٹن کی شائع ہونے والی کتاب "تہذیبوں کا تصادم اور عالمی نظام کی تعمیر نو" کی بحث واستدلال اس نکتہ کے گرد ہے کہ روس اور امریکہ کی سرد جنگ کے خاتمے کے بعد، دنیا کے لوگوں کے مابین بنیادی امتیازات نظریاتی یا معاشی نہیں بلکہ ثقافتی رہے ہیں۔ جس کے بعد عالمی سیاست ثقافتی خطوط پر نئے سرے سے استوار کی جارہی تھی جس کے نتیجے میں تنازعات اور تعاون کے نئے اسالیب سامنے آرہے تھے جو کہ سرد جنگ کے موضوعات کی جگہ لے رہے تھے۔ عالمی سیاست کے نازک مقامات تہذیبوں کی (Faul lines) پر واقع تھے اور خصوصاً عالم اسلام کی حدود پر واقع مقامات عالمی امن کے لئے بہت بڑا خطرہ تھے۔

اس استدلال نے مستقبل کے عالمی نظام کی بحث کو نہ صرف متاثر کیا ہے بلکہ حقیقتاً اس کو عملی شکل دینے میں اس حد تک مدد کی ہے کہ میری اطلاعات کے مطابق ہنٹنگٹن خود بھی اس صورتِ حال سے پریشان ہے۔ اس استدلال کو اسلام کے نمائندہ علمانے بھی پسند نہیں کیا اور اس سے مسلمانوں کو جس طرح بدروح بنا کر پیش کیا گیا ہے، اس پر بھی انہوں نے شدید اعتراض کیا ہے۔"[1]

اہل مغرب اور مسلمان... تاریخی پس منظر

پچھلی دو صدیوں کے دوران مسلمان عوام اور مغرب کے درمیان طاقت کے تعلقات میں وسیع تر تبدیلی ایک ناگزیر حوالہ ہے۔

"ایک ہزار سال تک (آٹھویں سے اٹھارہویں صدی کا زیادہ تر حصہ) وسعت اور تخلیقی صلاحیتوں کے اعتبار سے کرۂ ارض کی برتر تہذیب 'اسلام' تھا۔ ساتویں صدی میں جزیرۃ العرب میں فجر اسلام کے بعد، مسلمان فوجوں نے ہمسایہ ملکوں کی فوجوں کو شکست دی جس کے نتیجے میں ایک عظیم معاشی اور ثقافتی رابطہ قائم ہوا جس میں

1 ۔ماہنامہ محدث،، تہذیبوں کا تصادم؛ماضی حال اور مستقبل، رابنس فرانسس، اکتوبر، ۲۰۰۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشرق میں چین اور انڈیا، مغرب میں سپین اور افریقہ اور اسی طرح مغربی ایشیائی علاقوں کے علم اور اسباب سے مستفید ہونے کی صلاحیت تھی۔

پچھلے دو سو سال میں، اسلام کا عالمی نظام مغربی قوتوں کی زَد میں رہا، سرمایہ داری نے اسے آگے دھکیلا، صنعتی انقلاب اس کی قوت کا باعث بنا اور اسے مغربی روشن خیالی کے انداز میں مہذب بنایا گیا۔ وہ علامتی لمحہ جب دنیا میں قائدانہ کردار مغرب کے ہاتھ میں چلا گیا؛ ۱۸۷۱ء میں مصر پر نپولین کا حملہ تھا۔

اس وقت سے لے کر مغربی فوجیں اور مغربی سرمایہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہیں۔ ہندوستان، جنوب مشرقی ایشیا، شمال مشرقی اور مغربی افریقہ، وسطی ایشیا اور مغربی ایشیا ان حملوں کی زد میں آئے۔ ۱۹۷۰ء تک فقط افغانستان، ایران، ترکی اور وسطی عرب علاقے مغربی تسلط سے آزاد تھے اور حتیٰ کہ ان میں سے بھی کچھ مغربی اثر کے تحت تھے۔ خلافت، جو کہ مسلمانوں کی علامتی قیادت تھی اور جس کا ناطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا تھا، ختم کردی گئی۔ مسلمان جو کہ کئی صدیوں سے طاقت کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چل رہے تھے، ان کے لئے یہ ماننے بغیر چارہ نہیں تھا کہ تاریخ ان کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔"[1]

بیسویں صدی کا وسط؛ تاریخ کا نیا موڑ

"بیسویں صدی کے بقیہ سالوں میں بھی صورتِ حال میں کوئی بہتری آتی نظر نہیں آئی۔ ۱۹۲۰ء میں جدید ترکی اور ۱۹۹۰ء میں وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں کی آزادی کے بعد اب ہم مسلم دنیا کے استعمار سے آزادی کے بارے میں بھی بات کرسکتے ہیں۔ لیکن بہت سوں کے لئے یہ ایک عظیم فتح اور تاریخ کا ایک نیا موڑ ہے۔ مغربی سیکولر اقدار پر یقین رکھنے کے باوجود وہ اکثر مغربی اقتدار کا متبادل مسلم اقتدار کو سمجھتے ہیں کیونکہ مغربی سرمایہ اور مغربی تہذیب ان کی روایات اور معیارات کے لئے پہلے سے بھی زیادہ تباہ کن بن کر سامنے آئی ہے۔

اس امید افزا خیال نے بہت سے مسلمانوں کو اس بات پر اُبھارا ہے کہ وہ اپنے عوام کے لئے ٹھوس اور مکمل اسلامی مستقبل پر زور دیں۔ اس طرح کے خیالات میں اگرچہ تمام لوگ اشتراک نہیں کرتے۔"[2]

---

1 ۔ماہنامہ محدث، تہذیبوں کا تصادم؛ ماضی حال اور مستقبل، رابنس فرانسس، اکتوبر، ۲۰۰۲ء

2 ۔ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُنیسویں اور بیسویں صدی میں مسلمانوں کے مقام میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ تین اور اہم تدریجی تبدیلیاں ہوئی:

1. سب سے پہلی اہم بات مغرب کے حوالے سے مسلمانوں کے بہت سے احساسات ہیں، یہ احساسات کسی بہت ہی اہم چیز کے کھو جانے کے احساس سے لے کر مغرب کے مقابلے میں مسلمانوں کی بے چارگی پر غصے اور تلخی کے جذبات ہیں۔ کوئی اہم چیز کھو جانے کا سب سے شدید احساس برصغیر پاک وہند میں محسوس کیا گیا۔ یہ علاقہ اب ۳۵ کروڑ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔
2. دوسری اہم تبدیلی، اُنیسویں صدی کے شروع سے لے کر مسلم دنیا میں دم بدم بڑھتا ہوا اسلامک شعور ہے۔ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ وہ ایک ایسا گروہ اور ایسی اُمت ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعے وجود عطا کیا ہے۔ مسلمانوں کے تصورِ 'اُمت' میں بھی ایک خاص سحر ہے۔
3. تیسری تبدیلی اور کئی اعتبار سے سب سے اہم، دنیا بھر میں اسلام کے احیا کی ایک ایسی تحریک ہے جو کہ اٹھارویں صدی سے لے کر مختلف سماجی، معاشی، ثقافتی اور سیاسی حالات میں کئی طرح سے اپنے آپ کو ظاہر کر چکی ہے۔ بلاشبہ اُنیسویں صدی میں اس تحریک نے پرزور انداز میں مغرب سے علمی وفکری مباحثہ کیا اور مغرب کے پیش نظر کئی معاملات کی بنا پر اپنی ہیئتِ وضعی تشکیل دی۔[1]

مسلمانوں میں نشاۃ ثانیہ کی تین نمائندہ تحریکیں

'مسلم احیا' کا بنیادی سبق اور تینوں تحریکوں میں قدرِ مشترک 'اساسیاتِ اسلام' کی طرف رجوع ہے۔

"مغربی افریقہ سے چین اور جنوب مشرقی ایشیا تک اسلام کے پھیلاؤ میں، مقامی مذہبی رسومات میں اسلام سے بڑھ ہو کر بہت سی ایسی رعایتیں دی گئیں جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسانوں تک پہنچنے والے 'پیغامِ توحید' (اسلام) پر سمجھوتہ کی صورت لئے ہوئے تھیں۔ اس لئے پہلے اسلامی اُصولوں کی طرف رجوع ضروری تھا تاکہ وسطی زمانے کی بالائی تعمیر اور اس ناروا مفاہمت کو منہدم کر کے قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر توجہ مرکوز کی جاسکے اور آج پھر وہ مثالی معاشرہ تشکیل دیا جاسکے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے نخلستان میں کیا تھا۔

---

1 ۔ماہنامہ محدث، تہذیبوں کا تصادم: ماضی حال اور مستقبل، رابنس فرانسس، اکتوبر، ۲۰۰۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ اٹھارویں صدی کے اخیر سے، مسلم دنیا کے بہت سے حصوں میں یہ تصور عام ہونا شروع ہوا کہ انسان اپنی اُخروی نجات کا خود ہی ذمہ دار ہے اور در حقیقت انسان کو نجات حاصل کرنے کے لئے زمین پر خود جدوجہد کرنی چاہیے۔ یہ چیز، جیسا کہ عیسائیت میں پروٹسٹنٹ اصلاح کے ساتھ ہوا، نہایت زیادہ توانائی کے اخراج کا باعث بنی اور مسلم تقویٰ کو اُس دنیا سے نکال کر اِس دنیا میں لانے کا باعث بنی۔"[1]

بدعات سے پاک خالص اسلام (سلفی تحریک / وہابیت):

اِحیا کی اس عالمگیر تحریک کے تین خطاب ایسے ہیں جن کا براہِ راست تعلق ہمارے حال سے ہے۔ سب سے پہلا مظہر عرب کی وہابی تحریک ہے۔ یہ تحریک اٹھارویں صدی کے ایک مسلم سکالر محمد بن عبد الوہابؒ نے اُٹھائی۔ انہوں نے قرآن اور حدیث کی طرف رجوع اور تمام مذہبی رسومات جو شفاعت نبویؐ کے غیر محدود تصور پر دلالت کرتی تھیں، کو ختم کرنے کی تبلیغ کی۔ آپ کی تبلیغ احیائے اسلام کا اہم ترین نقطہ ہے اور آج تک خالص اسلام کی ملتی جلتی شکلوں کو 'وہابی' کا نام دیا جاتا ہے۔

برصغیر میں اسلامی اصلاحات (دیوبندیت):

اسلامی احیا کا دوسرا اہم مظہر، جس کا تعلق بھی براہِ راست حال سے بنتا ہے، اُنیسویں صدی کے جنوبی ایشیا میں اصلاحی اسلام کا ظہور ہے۔ یہ ایسی تحریک ہے جس کے تصورات اور تنظیم کا تعلق براہِ راست 'طالبان' سے بنتا ہے۔

جنوبی ایشیا کے اصلاحی اسلام کا سب سے بڑا مرکز دارالعلوم دیوبند تھا جو ۱۸۶۷ء میں قائم ہوا اور جسے بعض لوگ مصر کی جامعہ الازہر کے بعد سب سے اہم مسلم جامعہ گردانتے ہیں۔ دیوبندی اس مسئلے کا حل تلاش کر رہے تھے کہ برطانوی حکومت کے تحت کس طرح مسلم معاشرے کو قائم رکھا جائے یا یہ کہ قدرے نئ صورتِ حال میں کہ جس میں حکومت کی طاقت مسلمانوں کے پاس نہیں اور وہ حکومتی امداد کے خواہاں نہیں، اسلام کو کیسے زندہ رکھا جائے۔ ایک حل یہ تھا کہ پیروں فقیروں سے شفاعت کے تصور پر زور دار حملہ کیا جائے اور اس کے مقابلے میں آخرت کی سزاؤں پر زیادہ توجہ دی جائے۔ نجات کی تلاش میں بھٹکتے ہوئے انسان کے انفرادی ضمیر نے ہی مسلم معاشرے کی قوتِ محرکہ ثابت ہونا تھا۔

---

1 ۔ماہنامہ محدث، تہذیبوں کا تصادم: ماضی حال اور مستقبل، رابنس فرانسس، اکتوبر، ۲۰۰۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِقتدار اور قوت کا حصول (اِخوانی تحریک):

اصلاح اور تجدید کی اسلامی تحریک کا تیسرا اہم پہلو جس کا ہمارے حال سے تعلق بنتا ہے وہ اسلام پسندی کا نظریہ اور اس کی تنظیم ہے۔ یہ اسلام پسند بہت زیادہ حد تک بیسویں صدی کا ایک مظہر ہیں۔ مغرب کے چیلنجوں اور جدیدیت کے مقابلے میں وہ سابقہ اصلاح پسندوں کے حل پر مطمئن نہیں ہیں کیونکہ سابقہ دونوں اصلاحی تحریکوں نے بڑی حد تک جدیدیت اور قوت کے موضوع کو نظر انداز کیا۔ بہت سے جدیدیت پسند کہ جنہوں نے قوم پرست تحریکوں کی قیادت کی، کے جوابات بھی زیادہ قابل اطمینان نہیں تھے۔

لازمی طور پر یہ اسلام پسند قوت کے مسائل اور ضرورت کو سمجھتے ہیں۔ لیکن انہیں اندازہ ہے کہ مغرب کے ساتھ اُلجھنے میں انہیں اسلام اور اسلامی ثقافت سے متعلقہ بہت سی اہم چیزوں کی قربانی دینا پڑے گی۔ اسلام پسندوں کی نظر میں سب سے بڑا خطرہ خود مغربی تہذیب تھی۔ ان کے اصلی دشمن مسلم معاشرے کے وہ لادین یا جدیدیت پسند عناصر تھے جنہوں نے مغربی، سیاسی، معاشی اور ثقافتی قوتوں کے ساتھ اتحاد بنایا ہوا تھا اور ان کی بدولت ان کے معاشرے مغربی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

ان کا بنیادی مقصد اقتدار کو اپنے ہاتھوں میں لینا تھا تاکہ وہ اپنے معاشروں کو ان فاسد اثرات سے محفوظ رکھ سکتے۔ اس کے بعد وہ اس قابل ہوسکتے کہ وہ اسلامی نظام کو نافذ کرسکیں جس میں قرآن اور شریعت تمام انسانی مقاصد کے لئے کافی تھے۔ یہ سرمایہ دارانہ نظام یا سوشلسٹ نظام کے مقابلے میں اسلام کا جواب تھا۔ اسی میں معاشیات اور علم کی اسلامائزیشن کا ذکر تھا اور یہ ایک نظریۂ حیات تھا۔[1]

تہذیبوں کا تصادم؛ مستقبل کی پیش بینی

یہ ساری تصویر کشی جو میں نے آپ کے سامنے ابھی پیش کی ہے، کسی حد تک اسلام اور مغرب کے درمیان تہذیبی تصادم کا پتہ دیتی ہے۔ ۱۴۰۰ء سال کی تاریخ میں اسلامی دنیا اور مغرب کے درمیان تعامل کو تہذیبی تصادم کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ ہم صلیبی جنگوں کا حوالہ دے سکتے ہیں جو ہم نے اسلام کے خلاف مغربی ایشیا اور اندلس میں لڑیں۔ ہم سالانہ عثمانی مہم کا یورپ میں حوالہ دے سکتے ہیں جس نے مقدس جنگ کی شکل دھارلی۔ کیا ہم

---

1 ۔ماہنامہ محدث، تہذیبوں کا تصادم؛ ماضی حال اور مستقبل، رابنس فرانسس، اکتوبر، ۲۰۰۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے آپ کو کئی سو سالوں کی مناظرانہ تحریروں کے وِرثے سے جو مغرب نے اسلام کے خلاف پیدا کیا، بیگانہ کر سکتے ہیں؟ بالکل اس طرح جیسے مسلمانوں نے اُنیسویں صدی تک یورپی تہذیب کو غیر اہم خیال کر کے کیا۔

لیکن، متبادل طور پر، ہم وہ بھی کر سکتے ہیں جو زیادہ تر علما آج کر رہے ہیں۔ وہ یہ کہ ہم دیکھیں کہ عیسائی اور مسلم تہذیب نے تاریخ کے ان سالوں میں کیسے فائدہ مند معاملہ کیا اور ایک دوسرے کو بنانے میں اپنا کردار ادا کیا۔

اسلامی تہذیب کی جڑیں مشرقی رومی ایمپائر کی موحدانہ اور Hellenistic روایت میں ملتی ہیں۔ در حقیقت اس کی عالمگیریت کا سراغ کانسٹن ٹائن کی بازنطینی ریاست کے سیاسی اور مذہبی عالمگیریت میں ملتا ہے۔ قرونِ وسطی کا یورپ بہت زیادہ حد تک عرب مسلمانوں کے علم سے مستفید ہوا جو اس تک اَندلس اور اِٹلی کے رستے پہنچا۔ انیسویں صدی کے آغاز تک وہ اپنا اندازہ مسلمانوں سے تقابل کر کے لگاتے تھے۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں مسلمانوں کی تشکیل میں یورپ نے حصہ لیا اور اب مسلمان مغرب کی تشکیل کر رہے ہیں، مغرب کے اندر آبادیوں کی صورت اور مغرب سے باہر سے بھی۔ یہ دو دنیائیں، عیسائی اور مسلمان، بہت سے حوالوں سے مشترک ہیں اور اشتراک کے کئی حوالے ابھی بھی موجود ہیں۔

اسلام پسندی کے مسئلے کو ہمیں کس قدر اہم سمجھنا چاہئے؟ اسلام پسند جماعتیں بہت سے مسلمان ممالک میں موجودہ حکومتوں کی سب سے اہم حزبِ مخالف ہیں۔ علاوہ ازیں، یہ بھی توقع ہے کہ بہت سی اسلام پسند جماعتیں اقتدار حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو جائیں گی۔ اگر ہم ان ریاستوں کی کمزوری کو دیکھیں، ان کے معاشی مسائل کو دیکھیں اور خاص طور پر وہاں عمر کے ڈھانچے کو دیکھیں تو ایسا بالکل ممکن دکھائی دیتا ہے۔ مسلم معاشرے نوجوانی کے انقلاب کا مظاہرہ دیکھ رہے ہیں اور دیکھنے والے ہیں۔ دنیا کی مسلمان آبادی جو ۱۹۸۰ء میں ۱۸٪ تھی، ۲۰۲۵ء میں ۳۰٪ تک پہنچنے والی ہے۔[1]

کیا اسلام اور مغرب میں تہذیبی تصادم ناگزیر ہے؟

ماہنامہ محدث کے شمارہ نمبر ۲۵۰، جولائی ۲۰۰۱ء میں محمد امین صاحب "کیا اسلام اور مغرب میں تہذیبی تصادم ناگزیر ہے؟" کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے:

---

1 ۔ماہنامہ محدث، تہذیبوں کا تصادم: ماضی حال اور مستقبل، رابنس فرانسس، اکتوبر، ۲۰۰۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر مراد ولفرڈ ہوف مین کا "اکیسویں صدی میں تہذیبوں کا تصادم" کا نظریہ

ایک یورپین نو مسلم سکالر ڈاکٹر مراد ولفرڈ ہوف مین صاحب نے "اکیسویں صدی میں تہذیبوں کا تصادم" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا۔ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"اسلامی تہذیب دوسری تہذیبوں (خصوصاً مغربی تہذیب) سے الگ اور منفرد کوئی مستقل بالذات تہذیب نہیں کیونکہ سب انسانی تہذیبوں میں باہم اخذ واستفادہ کی وجہ سے بہت سے نکات مشترک ہیں۔ پھر مختلف خطوں کے اسلامی ممالک کی اپنی اپنی تہذیبیں ہیں، اس لئے ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر سموئیل ہنٹنگٹن اور ان کے ہم نوا دوسرے دانشوروں کی اس رائے میں کوئی وزن نہیں کہ اکیسویں صدی میں اگر کوئی بین الاقوامی سطح کا تصادم ہوا تو وہ مغربی اور اسلامی تہذیب کے درمیان ہوگا۔"[1]

محمد امین صاحب ڈاکٹر ہوف مین صاحب کے لیکچر پر اپنی رائے دیتے ہیں:

"ہم ڈاکٹر ہوف مین صاحب کی اس 'نیک خواہش' کی قدر کرتے ہیں (جو ان کی تقریر میں تو نہیں البتہ 'بین السطور' موجود ہے) کہ وہ اسلام کو مغربی تہذیب کے ساتھ کسی ممکنہ تصادم سے بچانا چاہتے ہیں اور غالباً یہ نہیں چاہتے کہ طاقتور مغرب اپنی ساری قوت اور لاؤ لشکر سمیت مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہو لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس کے لئے انہوں نے جو نظریہ پیش کیا ہے، وہ نہایت کمزور ہے، مزید یہ کہ خود مسلمانوں میں معروف اور ان کے نزدیک مستند اسلامی تعلیمات کے بھی خلاف ہے۔"[2]

مزید لکھتے ہیں:

"یہ کہنا کہ اسلامی تہذیب کوئی منفرد اور دوسری تہذیبوں سے الگ کوئی مستقل بالذات تہذیب نہیں، ایک بالکل کمزور بات ہے۔ آخر تہذیب کی اساس 'فکر' کے سوا کیا ہوتی ہے؟ اب اگر اسلامی فکر دوسرے افکار وادیان سے مختلف اور منفرد نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو نیا پیغمبر بھیجنے اور ایک نئی اُمت کھڑی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ صحیح ہے کہ ہم مسلمان تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں اور یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر اترنے والا دین اسی 'اسلام' کا آخری ایڈیشن ہے جو پہلے انبیا علیہم السلام پر اتارا گیا تھا لیکن اگر پہلے سے بچا کھچا دین قابل اصلاح ہوتا تو اللہ

---

1 ۔ماہنامہ محدث، محمد امین، کیا اسلام اور مغرب میں تہذیبی تصادم ناگزیر ہے؟، شمارہ نمبر ۲۵۰، جولائی ۲۰۰۱ء

2 ۔ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ نئی شریعت نہ اُتارتے اور نہ پچھلے اَدیان کو منسوخ کرتے۔ لہٰذا ہر مسلمان یہ ایمان رکھتا ہے کہ جس دین کو وہ مانتا ہے صرف وہی صحیح ہے اور وہ دوسروں سے ممتاز اور منفرد ہے اور اپنی ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے اور وہ زندگی کے سارے معاملات میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اس عقیدے کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس اسلامی فکر کی بنیاد پر جو تہذیب وجود میں آئے وہ دوسری غیر اسلامی تہذیبوں سے نہ صرف الگ، منفرد اور ممتاز ہو بلکہ اپنا مستقل بالذات وجود بھی رکھے۔"[1]

محمد امین تبصرے کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر ہوف مین کو اسلامی تہذیب کو ایک منفرد اور مستقل بالذات تہذیب ماننے میں ایک اور الجھن جو پیش آئی، وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس وقت مسلم ممالک کے تمدنی مظاہر میں خاصا اختلاف ہے اور ہر ملک کے اسلامی تمدن نے اپنے اپنے علاقے کے قدیم تمدن کا خاصا حصہ اپنے اندر جذب کیا ہوا ہے لہٰذا سارے مسلمانوں کی ایک متفقہ 'اسلامی تہذیب' کہاں سے وجود میں آسکتی ہے؟ اس مغالطے کا سبب دراصل تہذیب اور تمدن کے فرق کو نہ سمجھنا ہے جس میں بدقسمتی سے بہت سے عالم اور عامی مبتلا ہیں۔"

"'تہذیب' نام ہے ان اجتماعی رویوں کا جو کسی سوسائٹی کے تصورِ انسان، تصورِ کائنات اور تصورِ خدا سے وجود میں آتے ہیں اور تمدن نام ہے ان فروعی مظاہر کا جو ان رویوں کی تفصیلی صورت گری کرتے ہیں جیسے ایک عمارت کی تعمیر میں اس کا مقصد، عمارت کا نقشہ، طرزِ تعمیر، عمارت کا مقصدِ تعمیر کے مناسب ہونا، یہ سب گویا تہذیب ہیں اور اس عمارت کا رنگ وروغن، نقش ونگار اور زینت وآرائش اس کا تمدن ہیں۔ اس کو ایک عام فہم مثال کے ذریعے مزید یوں سمجھئے کہ لباس کا صاف ہونا، اِسراف سے پاک ہونا، پہننے والے کی مالی حیثیت کے مطابق ہونا، سادہ وپاک صاف ہونا، غیر ضروری آرائش وتکلّفات سے مبرا ہونا، موسمی ضروریات کے مطابق ہونا وغیرہ اسلامی تہذیب ہے۔ اب اگر ان اصولوں کے مطابق ایک امریکی مسلمان پتلون، سعودی مسلمان عبا، پاکستانی شلوار اور ہندوستانی پاجامہ پہنتا ہے تو یہ مختلف تمدنی مظاہر ہیں اور ایک مشترک اسلامی تہذیب کی نفی نہیں کرتے۔"

پروفیسر ہنٹنگٹن کے تہذیبی تصادم کا نظریہ

اب پروفیسر ہنٹنگٹن کے تہذیبی تصادم کے نظریے کا ایک جائزہ لینا چاہتے ہیں:

1۔ ماہنامہ محدث، محمد امین، کیا اسلام اور مغرب میں تہذیبی تصادم ناگزیر ہے؟، شمارہ نمبر ۲۵۰، جولائی ۲۰۰۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر ہنٹنگٹن نے اپنی تالیف 'تہذیبوں کا تصادم' میں یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ متعدد وجوہ کی بنا پر اکیسویں صدی میں اگر کوئی بین الاقوامی سطح کا تصادم ہوا تو وہ اسلامی اور مغربی تہذیب میں ہو گا۔ اس کے جواز میں اس نے چار وجوہ پیش کی ہیں جن میں سرفہرست یہ ہے کہ مسلمان ایک انتہا پسند قوم ہیں اور مغرب کے ساتھ محاربت کا ایک طویل پس منظر رکھتے ہیں اور جس طرح وہ اب اپنی فوجی قوت میں بتدریج اضافہ کر رہے ہیں اور اپنی تہذیب کو غالب کرنے کے لئے کوشاں ہیں، اس سے مغربی تہذیب کے ساتھ اس کے تصادم کا خطرہ بڑھ رہا ہے۔[1]

ماہنامہ محدث میں محمد امین لکھتے ہیں:

"پروفیسر ہنٹنگٹن کا رویہ عموماً غیر جذباتی ہے اور اس نے جس طرح اپنے دلائل کو اَعداد و شمار سے مزین کیا ہے، سچ یہ ہے کہ وہ مرعوب کن اور متاثر کن ہے اور اہل مغرب کے لئے یقیناً فکر و عمل کی ایک بنیاد مہیا کرتا ہے۔ اگر ہم بنظر غائر پروفیسر ہنٹنگٹن کے پیش کردہ 'حقائق' اور 'اَعداد و شمار' کا جائزہ لیں تو ان کا بودا پن اور غیر معروضی پن نمایاں ہو جاتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ مسلم ممالک کا فوجی بجٹ برابر بڑھ رہا ہے جبکہ عیسائی ممالک کا فوجی بجٹ کم ہو رہا ہے۔"[2]

"اب یہ اعداد و شمار اگر صحیح بھی ہوں تو اس نے ان کے صرف ایک پہلو کو نمایاں کیا ہے کہ مسلم ممالک کا بجٹ بڑھ اور غیر مسلم ممالک کا بجٹ کم ہو رہا ہے اور دوسرے بہت سے پہلوؤں سے صرفِ نظر کر لیا ہے مثلاً یہ کہ امریکہ و یورپ کا دفاعی بجٹ مسلم ممالک کے دفاعی بجٹ کے مقابلے میں پہلے ہی اتنا زیادہ ہے کہ انہیں مزید اضافے کی ضرورت ہی نہیں۔ دیکھئے اس سلسلہ میں تازہ ترین اَعداد و شمار[3]

ملک دفاعی بجٹ (امریکی بلین ڈالر میں)

امریکہ ۲۹۳.۳	برطانیہ ۳۴.۵	فرانس ۲۷.۰	روس ۲۹.۰
پاکستان ۳.۳	ایران ۷.۵	عراق ۱.۴	

1 - Porf. Samuel P.Huntington, Clash of Civilization, P258, Simon & Schuster, New York, 1996

2 - Clash of Civilization, P89-90

3-The Military Balance 2000-2001, The International Institute for Strategic ، Studies, London, S.V. Relevant Countries .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"امریکہ ویورپ اور مسلم ممالک کے دفاعی بجٹ کے درمیان جو ہوشربا فرق ہے اس سے صرفِ نظر کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ملحوظ رہے کہ امریکہ کی آبادی پاکستان سے محض دگنی ہے جبکہ برطانیہ اور فرانس کی آبادی پاکستان سے آدھی بھی نہیں اور ان کی سلامتی کو کوئی خطرات بھی لاحق نہیں، اس کے باوجود ان کا دفاعی بجٹ بہت زیادہ ہے۔ حالت یہ ہے کہ اگر سارے مسلم ممالک کا دفاعی بجٹ جمع کر دیا جائے تو وہ صرف امریکہ کے بجٹ کے پاسنگ بھی نہیں بنتا لیکن پروفیسر ہنٹنگٹن اس حقیقت سے صرفِ نظر کر کے آگے بڑھ جاتا ہے۔"[1]

ماہنامہ محدث کے شمارہ میں محمد امین لکھتے ہیں:

"پروفیسر ہنٹنگٹن نے اس پہلو کو بھی نظر انداز کر دیا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ مسلم ممالک کا بجٹ بڑھ رہا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بیشتر مسلم ممالک کو اپنی سلامتی کا مسئلہ درپیش ہے، وہ فوجی بجٹ نہ بڑھائیں تو کیا اپنی آزادی سے ہاتھ دھوئیں؟ پاکستان کی مثال لیجئے، ہمارے بجٹ کا ایک بڑا حصہ دفاع پر اُٹھ جاتا ہے لیکن ہم اس کے لئے مجبور ہیں کیونکہ 'مغرب' نے کشمیر کا مسئلہ ہمیں تحفے میں دیا ہے اور ہندو جیسا ظالم اور مکار دشمن ہمارے سر پر بیٹھا ہے اور ہمارے مقابلے میں اسے اسرائیل، امریکہ اور یورپ کی پشت پناہی حاصل ہے۔ اگر ہم اپنے دفاع سے غافل ہو جائیں تو وہ ہمیں آسانی سے نوالہ تر سمجھ کر نگل لے گا۔ لہٰذا ہم اپنے وجود کی سلامتی کے لئے اپنا پیٹ کاٹ کر فوجی بجٹ بڑھانے پر مجبور ہیں۔"[2]

"اب دیکھئے کیا حیثیت ہے پچاس سے زیادہ مسلم ممالک میں سے صرف ایک پاکستان کے پندرہ ایٹم بموں کی، غیر مسلم دنیا کے پینتیس ہزار ایٹم بموں کے مقابلے میں؟ اور کیا وزن رہ جاتا ہے مغرب کے 'اسلامی بم' کے زہریلے پراپیگنڈے کا اور کیا وزن رہ جاتا ہے ہنٹنگٹن کی اس دلیل کا کہ مسلمانوں کا فوجی بجٹ بڑھ رہا ہے اور عیسائی ممالک کا بجٹ کم ہو رہا ہے؟"[3]

ماہنامہ محدث میں محمد امین صاحب نے پروفیسر ہنٹنگٹن کی اسلام کے خلاف ایک اور چال کو بیان کرتے ہوئے تبصرہ کیا ہے:

---

1 ۔ماہنامہ محدث، محمد امین، کیا اسلام اور مغرب میں تہذیبی تصادم ناگزیر ہے؟، شمارہ نمبر ۲۵۰، جولائی ۲۰۰۱ء

2 ۔ایضاً

3 ۔ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ہم پروفیسر ہنٹنگٹن کے اَعدادو شمار پر مبنی حقائق کی نقاب کشائی کے لئے صرف ایک مثال اور دیں گے، وہ کہتا ہے کہ ۱۹۲۸ء سے لے کر ۱۹۷۹ء تک دنیا میں کل ۱۴۲ تصادم ہوئے جن میں سے ۷۶ تصادموں میں مسلمان ملوث تھے۔8 اس سے گویا یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ مسلمان جنگجو اور تصادم پسند قوم ہیں لیکن پروفیسر ہنٹنگٹن کی معروضیت اسے اس امر پر آمادہ نہیں کرتی کہ وہ یہ دیکھے کہ مسلمان اگر تصادموں میں ملوث تھے تو اس کی وجہ کیا تھی؟... ہم انہیں بتاتے ہیں کہ اس عرصے میں مسلمان مغربی استعمار سے جان چھڑانے کی جدوجہد کر رہے تھے اور پرامن کوششوں کی ناکامی کے بعد ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ انہوں نے الجزائر میں مزاحمت کی، وہ فلسطین میں لڑتے رہے، وہ مراکش میں لڑے، وہ تیونس میں مسلح جدوجہد کرتے رہے، انہوں نے انڈونیشیا میں بھی ہتھیار اٹھائے لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ غلامی کا جوا اپنے کندھوں سے اتار پھینکنا چاہتے تھے۔"[1]

اب آزادی، جمہوریت، عدل اور بنیادی حقوق کے علمبردار مغربی دانشور ہمیں بتائیں کہ اس تصادم کا ذمہ دار کون تھا؟ وہ مغربی ممالک جنہوں نے مسلمانوں کے علاقوں پر بندوق کے زور پر قبضہ کیا، مردوں کو غلام بنایا، عورتوں کی عصمت دری کی، مالی وسائل کو لوٹا یا وہ مظلوم مسلمان جو اپنی عزت، آزادی اور بنیادی حقوق کے لئے لڑ رہے تھے؟... حقیقت یہ ہے کہ ہنٹنگٹن کے اعدادو شمار محض تحقیق کی شعبدہ بازی ہیں، ان کا معروضیت اور زمینی حقائق سے کوئی تعلق نہیں!!

تہذیبی تصادم کے پیچھے اصل عوامل

سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اگر ہارورڈ جیسی دانش گاہ کے پروفیسر ہنٹنگٹن کے دلائل اور اَعدادو شمار کے اَنبار سے وہ کچھ ثابت نہیں ہوتا جو وہ کرنا چاہ رہا ہے تو وہ اصل عوامل کون سے ہیں جو اس کے تہذیبی تصادم کے نظریے کے پس پردہ کارفرما ہیں؟ مغرب اور مسلم دنیا کے ساتھ اس کے روابط کے مطالعے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہنٹنگٹن کے تہذیبی تصادم کے نظریے کے پیچھے دراصل مندرجہ ذیل عوامل کارفرما ہیں:

تہذیبی اصلاحات مستشرقین کی دوغلاپن

دانشوری، تحقیق اور معروضیت اکثر مستشرقین کی اوپری اور دکھاوے کی تہہ ہوتی ہے۔ اس تہہ کے اندر جو کچھ پوشیدہ ہے وہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے نفرت اور انتقام کی دبی ہوئی آگ ہے جو روپ بدل بدل کر سامنے آتی رہتی

1 ۔ ماہنامہ محدث، محمد امین، کیا اسلام اور مغرب میں تہذیبی تصادم ناگزیر ہے؟، شمارہ نمبر ۲۵۰، جولائی ۲۰۰۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ صلیبی جنگوں کے زمانے کی پھیلائی ہوئی نفرت اور زہریلے پروپیگنڈے کا تسلسل ہے جسے دوسروں کے علاوہ صہیونی اپنے مفادات کے لئے آج بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔[1] اور یہ صرف ہماری رائے نہیں خود بعض انصاف پسند مستشرقین بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ ایڈورڈ سعید کہتا ہے کہ

"تحریکِ استشراق کے دورخ ہیں: ایک ظاہری اور دوسرا خفیہ اور اس کے خفیہ مقاصد (جن میں اسلام دشمنی محرک سر فہرست ہے) آج بھی وہی ہیں جو پہلے دن تھے۔"[2]

قوت کے بل پر مغربی تہذیب پھیلانے کی کوشش

مغرب اور خصوصاً امریکہ، جو اس وقت مغربی تہذیب کا نمائندہ اور لیڈر ہے، مغربی تہذیب کو قوت کے بل پر ساری دنیا (خصوصاً اسلامی ممالک) میں پھیلانے اور غالب کرنے کے لئے کوشاں ہے اور ایسا وہ عرصے سے کر رہا ہے اور جمہوریت، آزادی، بنیادی حقوق، عدل، غیر جانبداری، آزادئ رائے اور دوسروں کی خود مختاری کے تحفظ کے دعوؤں بلکہ ان کا چمپئن ہونے کے باوجود کر رہا ہے اور اس کے لئے ہر قسم کے ناجائز ہتھکنڈوں بلکہ قتل و غارت گری اور ظلم و جبر سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ ہم اگر اپنی طرف سے کچھ کہیں گے تو شائد اسے معروضیت کے خلاف سمجھا جائے گا، اس لئے ہم اپنے پاس سے کچھ کہنے کی بجائے موقر مغربی رسالے 'ٹائم' کی گواہی پیش کرتے ہیں۔ مسلم ملک انڈونیشیاکے بارے میں اس رسالے نے اپنے ایک شمارے میں پوری تفصیل سے ان اقدامات سے پردہ اٹھایا ہے کہ کس طرح امریکی سی آئی اے نے سوئیکارنو کو ہٹانے کے لئے فحش اور ظالمانہ اقدامات کئے۔ ٹائم لکھتا ہے کہ:

"پہلے سی آئی اے نے صدر سوئیکارنو کے ماسک بنوائے۔ انہیں پہنا کر ہالی وڈ کے جنسی اداکاروں سے سوئیکارنو کی 'مفروضہ' عیاشی کی ننگی فلمیں اور فوٹو بنوائے اور انہیں انڈونیشیامیں پھیلایا گیا۔ اس کے باوجود سوئیکارنو حکومت غیر مستحکم نہ ہوئی تو اس کے خلاف ۱۹۵۸ء میں جونیئر افسروں سے بغاوت کروائی گئی اور ان کی مدد کیلئے بی ۲۶ بمبار طیارے بھجوائے گئے۔ اس کے نتیجے میں جب ایک امریکی جہاز

---

1 ۔ عبدالرشید ارشد، آخری صلیبی جنگ، النور ٹرسٹ، جوہر آباد، ۲۰۰۰ء

2 - Edward Saeed, Orientalism, P-203, New York, 1978.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مار گرایا گیا اور اس کا پائلٹ زندہ پکڑا گیا تو اس وقت کے سی آئی اے کے چیف ایلن ڈیولز نے بامر مجبوری لڑاکا جہازوں کو واپس بلا لیا۔ سوئیکارنو کے خلاف سی آئی اے کی سازشیں جاری رہیں یہاں تک کہ ۱۹۶۵ء میں اسے کامیابی ہوئی جب سوئیکارنو کے خلاف بغاوت میں ہزاروں آدمی مارے گئے۔ انڈونیشی کمیونسٹ پارٹی تباہ کر دی گئی اور سوئیکارنو کو معزول کر دیا گیا۔"[1]

مسلم ممالک میں مداخلت، وہاں اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنے اور بالجبر اپنی تہذیب و اقدار کو وہاں رائج کرنے کی امریکی جدوجہد کی یہ صرف ایک مثال ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ سب مسلم ممالک میں یہی کچھ کر رہا ہے۔ جہاں تک عربوں کے خلاف اسرائیل کی مدد، عربوں کو باہم لڑا کر ان کے تیل کے ذخیروں پر قبضہ، ایران اور افغانستان پر مسلح حملہ جیسے واقعات کا تعلق ہے تو ہم سب اس کے عینی شاہد ہیں۔ اسی طرح تعلیم، اطلاعاتی پالیسی، فیملی پلاننگ اور انفارمیشن ٹیکنالوجی میں ترقی کے نام پر، ہماری آنکھوں دیکھتے اس وقت بھی مسلم ممالک کے خاندانی نظام اور ان کی معاشرتی اَقدار کو تباہ کیا جا رہا ہے اور ان پر مغربی تہذیب کے معاشرتی تصورات زبردستی ٹھونسے جا رہے ہیں۔[2]

معاشی اور سیاسی مفادات کی جنگ

امریکہ اور مغرب کے معاشی اور سیاسی مفادات یہ ہیں کہ مسلم ممالک دَبے رہیں، عدمِ استحکام اور معاشی زبوں حالی کا شکار رہیں۔ اکثر مسلم ممالک کی معیشت کو ورلڈ بنک، آئی ایم ایف اور ایسے ہی دوسرے مالیاتی اداروں کے ذریعے قرضے دلا کر اور ان کی معاشی پالیسیوں کو کنٹرول کر کے مسلم عوام کو نانِ جویں سے محروم رکھا جا رہا ہے۔ آج بھی مسلم ممالک کے خام مال کی بڑی مقدار (جیسے عربوں کا تیل، پاکستان کی کاٹن، بنگلہ دیش کا پٹ سن وغیرہ) مغرب کی فیکٹریوں کے پہیے چالو رکھے ہوئے ہے اور جواب میں ان مسلم ممالک کو کیا برآمد کیا جاتا ہے:... پرانا اسلحہ، کاریں اور سامانِ تعیش۔[3]

---

1 - Time, August, 23-30, 1974

2 ۔ماہنامہ محدث، محمد امین، کیا اسلام اور مغرب میں تہذیبی تصادم ناگزیر ہے؟، شمارہ نمبر ۲۵۰، جولائی ۲۰۰۱ء

3 ۔ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکثر مسلم ممالک کے سیاسی نظام میں براہِ راست مداخلت کی جاتی ہے، سیاسی جماعتوں کو فنڈز دیئے جاتے ہیں، جمہوریت کے نام پر عدمِ استحکام پیدا کیا جاتا، مختلف طبقات کو آپس میں لڑایا جاتا ہے اور ایسے حالات پیدا کر دیئے جاتے ہیں کہ صرف ایسا شخص برسراقتدار آسکے جو ان کی مرضی پر چلے اور ان کی مرضی کی پالیسیاں بنائے۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے کہ عیسائی مغرب کے معاشی اور سیاسی مفادات کا تقاضا یہ ہے کہ مسلم ممالک سیاسی اور معاشی لحاظ سے ان کے زیر دست اور محتاج رہیں۔[1]

داخلی یکجہتی کا کھیل

مغرب کو داخلی یکجہتی کے لئے ایک 'دشمن' درکار ہے۔ یہ قوموں کی ایک نفسیاتی، نظریاتی اور سیاسی ضرورت ہوتی ہے۔ پرانے زمانے کے دانشور کہا کرتے تھے کہ ہر وقت کچھ کیا کرو، کوئی کام نہ ہو تو اپنے کپڑے پھاڑ کر دوبارہ سینا شروع کر دو۔ موجودہ ماہرین نفسیات بھی یہی کہتے ہیں کہ مصروف رہنا انسانی صحت کے لئے ناگزیر ہے۔ پاکستان میں بھی بعض سیاسی بزرجمہر یہ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان دشمنی کا رویہ ہماری داخلی یکجہتی کے لئے مفید ہے، لہٰذا اسے جاری رکھنا چاہئے۔ اس تناظر میں دیکھئے تو کمیونسٹ روس مغرب کا دشمن تھا تو سارا کاروبارِ حیات بخوبی چل رہا تھا، لمبی چوڑی دفاعی تیاریوں کا جواز تھا، سیٹو سینٹو اور نیٹو کی ضرورت تھی اور ایک بھرپور سرد جنگ ہر وقت جاری رہتی تھی جو کہیں کہیں گرم جنگ میں بدل جاتی تھی۔ اب روس اور کمیونزم کی ہزیمت کے بعد امریکہ واحد سپر پاور رہ گیا ہے اور اس کے مدمقابل کوئی دشمن نہیں ہے اور اس کی نفسیاتی ضرورت یہ ہے کہ اگر اس کا کوئی دشمن نہیں ہے تو ایک دشمن تخلیق کیا جائے۔ چنانچہ زیادہ آسانی سے جو دشمن تخلیق کیا جاسکتا ہے وہ مسلم دنیا ہے کیونکہ یہ مغرب کی عوامی اور مذہبی ذہنیت اور پس پردہ یہودی مفادات کی ضروریات کے عین مطابق ہے۔[2]

تہذیبی و قومی غلبے کی اس جدوجہد

یہاں ممکن ہے کسی ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر واحد سپر پاور امریکہ کو ایک مدمقابل دشمن کی تلاش ہی ہے تو بھی قرعہ فال مسلم دنیا کے نام ہی کیوں نکلے؟ یہ دشمن کوئی اور بھی تو ہو سکتا ہے، آخر مسلمان ہی کیوں؟ اس

---

1 ۔ ماہنامہ محدث، محمد امین، کیا اسلام اور مغرب میں تہذیبی تصادم ناگزیر ہے؟، شمارہ نمبر ۲۵۰، جولائی ۲۰۰۱ء

2 ۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا ایک جواب تو اوپر ذکر ہو چکا۔ ایک دوسرے پہلو سے اس کا جواب دینے کے لئے ہم آپ کو اُردو زبان کا ایک زبان زد عام لطیفہ سناتے ہیں۔ ایک ہندو اور مسلمان آپس میں لڑ پڑے۔ اتفاق یہ کہ ہندو نوجوان ہٹا کٹا تھا اور مسلمان سوءِ اتفاق سے دھان پان سا تھا۔ ہندو نے جوشِ غضب میں آکر مسلمان کو چت گرا لیا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا لیکن کچھ دیر بعد وہ از خود ہی رونے لگا۔ قریب سے گزرتے ہوئے ایک آدمی نے اسے تعجب سے دیکھا اور کہا: میاں! تم نے تو اسے گرایا ہوا ہے، پھر روتے کیوں ہو؟ بنیا کہنے لگا: رو اس لئے رہا ہوں کہ جب یہ نیچے سے اٹھے گا تو مجھے مارے گا!!

یہی حال امریکہ اور مغرب کا ہے۔ اس نے مسلمانوں کے ساتھ اتنا ظلم کیا ہے، اتنی زیادتیاں کی ہیں کہ اسے صاف نظر آرہا ہے کہ جب بھی مسلمان اس کے نیچے سے اٹھیں گے تو وہ اسے ماریں گے۔ تو اس میں قصور کمزور، مجبور، مظلوم اور مقہور مسلمانوں کا نہیں ہے بلکہ یہ تو ظالم کا ظلم ہے جو اسے اندر سے ڈرا رہا ہے کہ مظلوم جب اٹھ کھڑا ہو گا تو وہ بدلہ لے گا۔ لہٰذا پوری کوشش سے اسے دباؤ رکھو، اسے اٹھنے ہی نہ دو اور اس کے جنگ و جدل کے مصنوعی قصے گھڑ گھڑ کے سناتے رہو تاکہ رائے عامہ اس کو دشمن سمجھتی رہے، اس سے نفرت کرتی رہے اور تہذیبی و قومی غلبے کی اس جدوجہد میں ان (مغربی حکمرانوں) کا ساتھ دے۔

خلاصہ کلام

جہاں تک مزعومہ تہذیبی تصادم میں مسلمانوں کے کردار کا سوال ہے تو حقیقت یہ ہے کہ موجودہ حالات میں کوئی صحیح دماغ مسلمان کسی تہذیبی تصادم کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ مسلمان تو اپنے تہذیبی اُصولوں پر خود کاربند نہیں، وہ اسے کیا برآمد کریں گے؟ انہیں تو اپنی بقا اور سلامتی کا مسئلہ درپیش ہے۔ وہ تو ابھی سیاسی استحکام کے متلاشی ہیں، وہ تو مسلم عوام کی دو وقت کی روٹی کے لئے فکر مند ہیں، انہیں تو ابھی اپنے مسائل سے نمٹنے کی فرصت نہیں، وہ کسی اور کو کیا چیلنج کریں گے اور کسی کے لئے کیا خطرہ بنیں گے؟

مغرب اس کا خطرہ اگر محسوس کرتا ہے تو وہ اپنے رویوں پر خود نظر ثانی کرے۔ مغرب اگر عالم اسلام سے اچھے اور دوستانہ روابط استوار کرلے، اگر وہ ان کے خلاف سازشیں کرنا چھوڑ دے، ان کے داخلی معاملات میں مداخلت ترک کر دے اور ان کے مسائل حل کرنے میں ان کے ساتھ تعاون کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ عالم اسلام کے دل نہ جیت لے اور اپنے اس طرزِ عمل کے نتیجے میں جب وہ خود کو مسلمانوں کا سچا خیر خواہ اور مخلص دوست ثابت کر دے گا تو وہ بھی جواباً اس سے محبت اور دوستی کریں گے اور پھر مغربی دانشوروں اور حکمرانوں کو یہ واہمے بھی نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ستائیں گے کہ مسلمان ان کے دشمن ہیں اور کل کلاں ان کے مد مقابل آسکتے ہیں۔ کاش مغربی دانشور اور حکمران اس پہلو سے بھی معاملے پر غور کر سکیں!!!

خلاصہ بحث

اس فصل "ماہنامہ محدث میں "تہذیبی تصادم" کے عنوان سے شائع ہونے والے مضامین "کا تذکرہ کیا گیا ہے جس میں اسلام اور مغربی تصادم کے بارے میں مختلف نظریات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس فصل میں تہذیبوں کے تصادم کو ماضی، حال اور مستقبل کے حوالے سے بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں تصادم کے پیچھے محرکات کا تذکرہ بھی اس فصل کا حصہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ تحقیق

آفرینش آدم سے جتنی بھی تہذیبیں صفحۂ ہستی پر نمودار ہوئیں، کچھ نے ترقی کی اور مٹ گئیں اور کچھ نے اپنے انداز و اطوار میں تبدیلی پیدا کی اور تغیر زمانہ کے ساتھ ساتھ چلتی رہیں۔ لیکن ان تمام تہذیبوں کے مقابلے میں اسلام نے طاقت، نظامِ حکومت، انداز و اطوار کی شائستگی، معیار حیات، انسانیت پسندانہ قانون سازی اور مذہبی بردباری، ادب، علم و فضل، سائنس، طب اور فلسفہ میں ساری دنیا کی قیادت کی۔

زیر غور موضوع "ماہنامہ محدث میں تہذیب و ثقافت کے متعلقہ شائع ہونے والے تحقیقی جائزہ" بہت عمدہ تحقیق ہے جس سے اسلام اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے بہترین اور لازوال پہلو دنیا کے سامنے لائے جائیں گے۔ سب سے پہلے ماہنامہ محدث کے علوم دینیہ کے لیے پیش کی گئی خدمات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

ابتدائے اسلام سے علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس و ترویج و اشاعت میں دینی رسائل و جرائد کا کردار انتہائی نمایاں رہا ہے۔ جو کسی صاحبِ بصیرت سے پوشیدہ نہیں بلکہ یہ کہنا غیر مناسب نہیں ہو گا کہ دین اسلام کا انتقال جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالی نے خود اُٹھائی ہے، انھی رسائل و جرائد کے وجود اور کوششوں سے ممکن ہوا۔ آج اگر اسلام چہار سو پھیلا ہوا ہے تو اس میں ان رسائل کا خاصہ کردار شامل ہے۔ جو انہوں نے محدود وسائل، بے سروسامانی کے باوجود کیا اور تاحال کر رہے ہیں۔ اسی کردار کی بدولت تاریخِ اسلام کی وہ تمام قد آور شخصیات جن کے کارہائے نمایاں پر دنیا فخر محسوس کرتی ہے۔ اسی چشمہ سے فیض یافتہ نظر آتے ہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی شہر لاہور سے شائع ہونے والا رسالہ ماہنامہ محدث ہے۔ ماہنامہ محدث لاہور ایک علمی دینی و تحقیقی رسالہ ہے جو دین اسلام کی اشاعت و ترویج میں اہم کردار ادا کر رہا ہے اور معروف عالم دین ڈاکٹر حافظ عبدالرحمٰن مدنی کی زیر ادارت شائع ہو رہا ہے۔ اپنے علمی و دینی معیار کے اعتبار سے ماہنامہ محدث صفِ اول کا جریدہ ہے۔ اس کے مضامین میں تنوع کے ساتھ ساتھ اجتماعیت کا رنگ نمایاں ہے۔ اس میں قدیم علمی مباحث کی بجائے امت کو درپیش زندہ مسائل کے حل میں رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔ عصر حاضر کی ضرورتوں کو سمجھنے اور ان کے لیے راہِ عمل کی طرف رہنمائی فراہم کرنے میں شاید اس کا کوئی ثانی ہو۔ اس علمی جریدہ نے مختلف حوالوں سے اپنی خصوصی اشاعتوں میں فکری رہنما کا کردار ادا کیا ہے۔ یہ رسالہ علمی و دینی جرائد میں نمایاں مقام رکھتا ہے اور دیگر رسائل میں منفرد اور جداگانہ حیثیت کا حامل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسانی رہن سہن اور بود وباش کے طور طریقے جب تواتر کے ساتھ کسی قوم میں واضح طور پر متشخص ہو جائیں اور وہ ان کے ساتھ اپنی فطری ہم آہنگی محسوس کرنے لگیں تو اِسے اِن کا کلچر یا ثقافت کہا جاتا ہے اور اگر ان کی اس ثقافت کی اُٹھان ان کے زندگی اور کائنات کے بارے میں نظریے اور عقائد پر رکھی جاچکی ہو اور وہ سالہا سال سے ان کے طرز زندگی اور معاشرت کی الگ تھلگ شناخت بن جائے تو ثقافت کو ذرا وسیع تر معنوں میں بیان کرتے ہوئے اُن کی تہذیب کہا جاتا ہے۔ تہذیب میں صرف طرزِ بود وباش، کھانے پینے کے آداب ہی نہیں ہوتے بلکہ ان کے عقائد، کائنات کے بارے میں سوچنے کا انداز، زندگی بسر کرنے کے آداب، فلسفہ، مذہب اور اخلاق اور آپس میں اور دوسروں سے میل جول اور تعلقات کے اُصول اور طور طریقے بھی موجود ہوتے ہیں۔ عمومی طور پر تہذیب اور ثقافت کی مختلف تعریفیں کی جاتی ہیں۔

انسانی تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ انسانیت نے موجودہ منزل تک پہنچنے کے لیے کیا کچھ مراحل طے نہیں کئے۔ اس طویل مدت میں انسانوں نے کئی تمدن اپنائے، بڑے بڑے فلسفوں کی بنیاد رکھی گئی، بے شمار علوم وفنون معرض وجود میں آئے۔ اخلاق وعادات کے نت نئے معیار بنے۔ انبیاء مبعوث ہوئے اور ان کی زبان سے خدا تعالیٰ کے پیغامات ان کے بندوں کو ملے۔ الغرض اب تک اتنے تمدنی، اخلاقی، فلسفے اور دینی نظریئے معرض وجود میں آچکے ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ ہر دور اک نئی فکر کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ ہر قوم نے ایک تمدن کی بنیاد رکھی اور اس نے دعویٰ کیا کہ جو تمدن اس کا ہے وہ کسی اور کا نہیں اور نہ آئندہ کسی کا ہوگا۔ ''انا ولا غیری''(میرے سوا کوئی نہیں) کی صدائیں ہ میں ہر قوم کی تاریخ میں یہ بات سننے میں آتی ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان گوناں گوں اخلاقی نظریوں، تمدنی اصولوں اور افکار وادیان میں بھی ایک گونہ وحدت ہے، گو ارتقاء نے ان کو عجیب عجیب شکلیں دیں لیکن اس کے باوجود ان تمام میں چند بنیادی باتیں ایسی ہیں جو سب میں مشترک نظر آئیں گی ظاہر بینوں پر ہمیشہ یہ حقیقت مخفی رہی وہ اپنی ایک محدود دنیا بنا کر بیٹھے رہے اور اپنے طبقاتی فکر کو سب سے جدا اور الگ سمجھتے رہے۔ انہوں نے اپنے ذہن کو باقی ذہن انسانی سے الگ تھلگ کر دیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح پانی بہتے ہوئے دریا سے بے تعلق ہو جائے تو اس میں سڑاند پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح فکری اور ذہنی علیحدگی نے ایسی قوموں کے دماغوں کو مفلوج کر دیا۔ یقیناً آج کے دور میں بھی یورپ اور ایشیاء کی تہذیبوں اور تمدنوں کا یہی حال ہے۔ مغربی تہذیب کو اپنے اوپر فخر ہے اور چینی، جاپانی، افریقی، ایشیائی اپنے تمدنوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پرچار میں مصروف ہیں۔ بحر حال اس سے انکار نہیں کہ ہر قوم کی انفرادیت اپنی جگہ مسلم ہے اور ہر فکر نے اپنے اپنے زمانے میں نئی فضا بنائی۔ لیکن جس طرح انسان تمام وقتی، مکانی، عارضی اور ظاہری اختلافات کے باوجود اصل میں ایک ہیں۔

اسی طرح ان گوناں گوں اخلاقی نظریوں تمدنی اصولوں اور افکار و نظریات وادیان میں بھی ایک گوناں وحدت ہے۔ گو ارتقاء نے ان کو عجیب عجیب شکلیں دیں اور انہیں کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ مثلا آج کے دور میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے ارتقاء نے تمدن کو ایک انوکھے انداز سے ترقی کی راہوں پر رواں دواں کر دیا ہے۔ اب اس تمدنی تنوع میں ایک مشترکہ حقیقت کی تلاش کرنا اور ایسے اصولوں کو سامنے لانا جو ساری انسانیت پر جامع ہوں اور اقوام کے مختلف تمدنوں کے باوجود ان میں وحدت اور قربت و ہم آہنگی پیدا ہو سکے۔

اسلامی تہذیب، تہذیبوں کے ظہور اور ان کے عروج وزوال کے اس عمومی قانون سے مستثنٰی ہے کیونکہ یہ کوئی نسلی و قومی نامیاتی جسم نہیں ہے بلکہ ایک زندہ نظریہ وفکر کا نتیجہ ہے۔ اس کی اساس جغرافیائی، نسلی و قومی عوامل کے بجائے ایک ایسے دین اور فکر وعقیدے وتعلیمات پر ہے جس کی حیثیت دائمی و ابدی ہے۔ نزول قرآن کے ساتھ ہی دنیا میں ایک نئی تہذیب نے جنم لیا جو قرآنی عقیدہ وتعلیمات سے پیدا ہوئی۔ قرآن کریم خالق کا کلام اور خالق کی صفت ہے۔ جس طرح خالق کی ذات وصفات دائمی و ابدی ہے، اس پر زمانہ اثر انداز نہیں ہوتا بلکہ وہ زمانہ پر حاوی و غالب ہے، یہی حال خالق کے عطا کردہ عقیدہ و فکر اور تعلیمات کا ہے۔ یہ زمانہ سے ماورا ہے اور اس کی افادیت ہر ہر دور کے لیے ہے، یعنی دنیا کی تمام تہذیبوں کی طرح اسلامی تہذیب نہ کسی سابقہ تہذیب کے کھنڈرات و تلچھٹ پر ہے، نہ اس پر کسی مفکر و دانشور کے فکر و فلسفہ کا ذرہ برابر اثر ہے، نہ عرب کے سابقہ عقائد ورسوم، عادات وطرز زندگی کا۔

موجودہ مغربی تہذیب یونانی فلاسفہ اور مفکرین کے تصورات وافکار اور یونان وروم کی بت پرستانہ عزائم اور رسوم اور وہاں کی گزشتہ تہذیبوں کے ماقبل اثرات وباقیات کا ملغوبہ ہے۔ بدقسمتی سے مغرب کے فکر وفلسفہ اور عقائد و رسوم پر آسمانی تعلیمات کی پرچھائیں بہت کم پڑی ہیں۔ اگر کچھ آسمانی تعلیمات کسی طرح مغرب میں پہنچ بھی گئیں تو مغرب نے انہیں بدل کر اپنے رنگ میں رنگ لیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے انسانیت کے مابین جو تہذیب اور ثقافت متعارف کرایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اسلام نے مساوات اور اخوت اور رواداری کا جو اسلوب رکھا ہے اس کی مثال کسی دوسرے تہذیب اور مذہب میں نہیں ملتی ہے۔ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے دوسروں کو برداشت کرنا سیکھا ہے۔

اسی طرح تقابلی جائزے سے معلوم ہوا کہ اسلام نے ایک ایسا معاشرے کی تشکیل دی ہے جس میں تمام افراد خوش اور خرم زندگی گزار سکتے ہیں، ان تمام رکاوٹوں کو دور کرنے کی ترغیب دی ہے جس کی وجہ سے خاندان میں بد نظمی ہو۔ اس کے مد مقابل دیگر تہذیبوں میں معاشرے کی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔

عصر حاضر کے اہم نظریات میں سے ایک نظریہ تہذیبی تصادم ہے جس کو ماہنامہ محدث میں شائع کردہ مضامین میں بڑے عمدہ طریقے سے بیان کیا گیا ہے کہ جس کو ۱۹۹۳ء میں ایک امریکی نژاد سموئیک پی ہنٹنگٹن نے پیش کیا اور دنیا کو باور کروانے کی کوشش کی ہے کہ مستقبل کے جھگڑے ثقافتی اور تہذیبی بنیادوں پر ہوں گے۔

زندگی اور فطرت اپنی راہوں پر گامزن رہتی ہے اور حق کی آواز باطل کے مقابلے میں کبھی دبتی نہیں ہے کیونکہ یہ کسی خود ساختہ انسان کی پکار نہیں ہے یہ تو رب العالمین جو قادرِ مطلق ہے، اس کی پکار ہے۔ زندگی کے تمام فلسفوں، نظریات، سائنس، منطق میں ترجیحات قانونِ الہیہ کو حاصل ہیں۔ انسانیت کا حتمی سکون اور نجات صرف ایک الہامی دین سے ہی مل سکتی ہے۔ اس کے علاوہ جتنے فلسفے ہیں مادی ہیں بے اُصول ہیں بے سود ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نتائج

مقالہ ہذا میں ماہنامہ محدث میں شائع ہونے والے مضامین کی اہمیت بالخصوص تہذیب و ثقافت کے متعلقہ اشاعت کے ضمن میں مختلف نقطہ ہائے نظر پیش کیے گئے ہیں ان سے مندرجہ ذیل نتائج عیاں ہوتے ہیں:

- تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔ کیونکہ عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں۔
- قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔
- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔
- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!
- تہذیب و ثقافت کے پیش نظر حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔
- تہذیب و ثقافت یہ ایک ایسا گہوارہ ہے، جس میں انسانیت پروان چڑھتی ہے، انسان کا تشخص قائم ہوتا ہے، اس کے لیے ترقی کی راہیں وا ہوتی ہیں اور اس کو اپنا کر زندگی کے ہر موڑ پر انسان کامیاب و کامران ہوتا ہے۔ انسانوں کے درمیان خیالات، اقدار، ادارے، تعلقات اور نظام ہائے زندگی یہ سب اس کا نتیجہ ہیں۔
- ماہنامہ محدث میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے ہر معیار کو واضح بیان کیا گیا ہے اور اس پر عمل پیرا ہو کر انسانی زندگی یکسر تبدیل ہو سکتی ہے۔
- غیر اسلامی تہذیب و ثقافت اور مغربی تہذیب و ثقافت آپس میں باہم مشترک ہیں۔
- نظریہ تہذیبی تصادم کے پس پردہ کار فرما اسلام دشمن ذہنیت کو متعارف کروایا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سفارشات / آراء و تجاویز

ماہنامہ محدث کے مشمولات سے تہذیب وثقافت کے متعلق گرانقدر خدمات سرانجام دی گئی ہیں۔ تہذیب وثقافت روز اول سے تاحال نا تھمنے والا سلسلہ جاری وساری ہے تاہم اسلامی تہذیب کی بنیاد ابتدائے اسلام سے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ ہر تہذیب اور ہر ثقافت ہم آہنگی کی ثقافتوں اور تہذیبوں سے بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے اور وہ دوسری تہذیبوں سے بہت سی چیزیں اپناتی اور مستعار لیتی تھی۔ اسی طرح اسلامی تہذیب وتمدن نے دیگر مروجہ تہذیبوں سے بہت سے پہلو مستعار لیے ہیں۔ ذیل میں چند سفارشات وتجاویز پیش کی جاتی ہیں جو کہ امت مسلمہ کے علم وعمل کے لیے سود مند ثابت ہو سکتی ہیں:

- اسلامی تہذیب و ثقافت کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے اور صرف نظریاتی طور پر مسلم تہذیب و ثقافت کی دیگر تہذیبوں پر برتری واضح کرنے کی بجائے عملی طور پر مزید کام کیا جائے اور مسلم معاشرے میں تہذیبی انتہا پسندانہ رویوں کی مذمت کر کے اعتدال پر مبنی رویوں کو فروغ دیا جائے۔ اسلامی تہذیب میں تازہ کاری کی نسبت ایجابی وسلبی رویے کی بجائے اعتدال پر مبنی رویوں کو اجاگر کرنے کے لیے تقریری وتحریری اور عملی طور پر کام کیا جائے اور مسلم معاشرے میں صحیح اور درست فکر کو پروان چڑھایا جائے۔
- قرون اولیٰ کے اسلامی ماضی پر فخر کرنے کی بجائے ماضی کی اسلامی تہذیب سے استفادہ کر کے مستقبل کے لیے عملی اقدامات اٹھاتے ہوئے اسلامی تہذیب کے احیاء کے لیے ملکی وعالمگیر سطح پر فعال کردار ادا کیا جائے۔ جس کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل میں ملکی طور پر ایک شعبہ مختص کیا جائے یا نیا ادارہ قائم کیا جائے جو مغرب اور ہندوستان سے در آنے والے تہذیبی سیلاب کو روکنے کے ساتھ ساتھ مسلم تشخص کو بھی اجاگر کرے۔ اسی طرح عالمگیر پیمانے پر یہی کردار تنظیم تعاون اسلامی بخوبی ادا کر سکتی ہے۔
- اسلامی تہذیب کی اہمیت کو واضح کرنے اور اس کے فروغ میں جو کردار تعلیمی ادارے ادا کر سکتے ہیں، وہ کوئی اور ادا نہیں کر سکتا۔ اس لیے سکول کالجز اور یونیورسٹیز کے ساتھ ساتھ اسلامی مدارس میں بھی اسلامی تہذیب کے فروغ کے لئے کام کیا جائے اور اس ضمن میں مختلف مجالس اور کانفرنسز کے انعقاد کے ساتھ ساتھ علماء سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقالات اور کتب تحریر کروائی جائیں اور انٹرنیٹ، سوشل میڈیا اور ٹی وی چینلز وغیرہ کے ذریعے بھی اس کی ترویج واشاعت کی جائے۔

- عصر حاضر میں نظریہ تہذیبی تصادم اور حق وباطل کی کشمکش کے معیارات کا تعین کیا جائے۔
- ماہنامہ محدث میں شائع ہونے والے فقہی مسائل کو منظر عام پر لانا۔
- ماہنامہ محدث کی نشر واشاعت کو جاری رہنا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہارس

- فہرست آیات
- فہرست احادیث
- فہرست اماکن
- فہرست اعلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست آیات

نمبر	آیت	سورت: نمبر/ آیت	صفحہ
1.	فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُم	البقرۃ:۲/۵۹	158
2.	فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ	البقرۃ:۲/۱۸۵	127, 144
3.	لَيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَ...	البقرۃ:۲/۱۷۷	107
4.	ءامَنَ الرَّسولُ بِما أُنزِلَ إِلَيهِ مِن رَبِّهِ وَالمُؤمِنونَ ۚ كُلٌّ ءامَنَ بِاللَّهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لا نُفَرِّقُ بَينَ أَحَدٍ	البقرۃ:۲/۲۸۵	98
5.	وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ	البقرۃ:۲/۳۴	107
6.	وَدَّ كَثيرٌ مِن أَهلِ الكِتٰبِ لَو يَرُدّونَكُم مِن بَعدِ إيمٰنِكُم كُفّارًا حَسَدًا مِن عِندِ أَنفُسِهِم مِن بَعدِ ما تَبَيَّنَ لَهُمُ الحَقُّ	البقرۃ:۲/۱۰۹	183
7.	يَسـَٔلونَكَ عَنِ الأَهِلَّةِ ۖ قُل هِىَ مَوٰقيتُ لِلنّاسِ وَالحَجِّ	البقرۃ:۲/۱۸۹	143
8.	وَدَّت طائِفَةٌ مِن أَهلِ الكِتٰبِ لَو يُضِلّونَكُم وَما يُضِلّونَ إِلّا أَنفُسَهُم وَما يَشعُرونَ	ال عمران:۳/۶۹	183
9.	يٰأَيُّهَا الَّذينَ ءامَنوا إِن تُطيعُوا الَّذينَ كَفَروا يَرُدّوكُم عَلىٰ أَعقٰبِكُم فَتَنقَلِبوا خٰسِرينَ	ال عمران:۳/۱۴۹	184
10.	فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ	النساء:۴/۵۹	22
11.	وَإِذا حَكَمتُم بَينَ النّاسِ أَن تَحكُموا بِالعَدلِ	النساء:۴/ ۱۹	151
12.	وَإِن خِفتُم أَلّا تُقسِطوا فِى اليَتٰمىٰ فَانكِحوا ما طابَ لَكُم مِنَ النِّساءِ مَثنىٰ وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۖ فَإِن خِفتُم أَلّا تَعدِلوا فَوٰحِدَةً أَو ما مَلَكَت أَيمٰنُكُم ۚ ذٰلِكَ أَدنىٰ أَلّا تَعولوا	النساء:۴/ ۳	145
نمبر	آیت	سورت:	صفحہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

		نمبر/آیت	
.13	انّهُ مَن يُشرِك بِاللّٰهِ فَقَد حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيهِ الجَنَّةَ...	المائدۃ:۵/۷۲	87
.14	مَا المَسيحُ ابنُ مَريَمَ إِلّا رَسولٌ قَد خَلَت مِن قَبلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدّيقَةٌ ۖ كانا يَأكُلانِ الطَّعامَ ـ وما أرسلنٰك إلّا	المائدۃ:۵/۷۵	83
.15	وَلا تَعاوَنوا عَلَى الإِثمِ وَالعُدوٰنِ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ إِنَّ اللّٰهَ شَديدُ العِقابِ	المائدہ:۵/ ۲	187
.16	وَلا يَجرِمَنَّكُم شَنَـَٔانُ قَومٍ عَلىٰ أَلّا تَعدِلوا اعدِلوا هُوَ أَقرَبُ لِلتَّقوىٰ ۖ	المائدۃ:۵/ ۲۰	151
.17	يٰأَيُّهَا الَّذينَ ءامَنوا لا تَتَّخِذُوا اليَهودَ وَالنَّصٰرىٰ أَولِياءَ ۘ بَعضُهُم أَولِياءُ بَعضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِنكُم فَإِنَّهُ مِنهُم ۗ إِنَّ اللّٰهَ لا يَهدِى القَومَ الظّٰلِمينَ	المائدۃ:۵/ ۵۱	186
.18	النَّبِىُّ أَولىٰ بِالمُؤمِنينَ مِن أَنفُسِهِم	المائدۃ:۶/۳	104
.19	وَهٰذا كِتٰبٌ أَنزَلنٰهُ مُبارَكٌ فَاتَّبِعوهُ وَاتَّقوا لَعَلَّكُم تُرحَمونَ	الانعام:۶/۱۵۵	107
.20	اليَومَ أَكمَلتُ لَكُم دينَكُم وَأَتمَمتُ عَلَيكُم نِعمَتى وَرَضيتُ لَكُمُ الإِسلٰمَ دينًا	المائدۃ:۶/۳	103
.21	اجعَل لَنا إِلٰهًا كَما لَهُم ءالِهَةٌ ۚ قالَ إِنَّكُم قَومٌ تَجهَلونَ	الاعراف:۷/۱۳۸	165
.22	أَطيعُوا اللّٰهَ وَأَطيعُوا الرَّسولَ	الانفال:۷/۲۰	99
.23	إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذى خَلَقَ السَّمٰواتِ وَالأَرضَ فى سِتَّةِ أَيّامٍ ثُمَّ استَوىٰ عَلَى العَرشِ يُغشِى اللَّيلَ النَّهارَ	الاعراف:۷/۵۴	35
.24	خُذوا زينَتَكُم عِندَ كُلِّ مَسجِدٍ	الاعراف:۷/۳۱	149
.25	قُل يٰأَيُّهَا النّاسُ إِنّى رَسولُ اللّٰهِ إِلَيكُم جَميعًا الَّذى لَهُ مُلكُ السَّمٰوٰتِ وَالأَرضِ ۖ لا إِلٰهَ إِلّا هُوَ يُحيۦ وَيُميتُ ۖ......	الاعراف:۷/ ۱۵۸	101
.26	وَإِذا قُرِئَ القُرءانُ	الاعراف:۷/۲۰۴	113
نمبر	آیت	سورت: نمبر/آیت	صفحہ
.27	فَإِمّا تَثقَفَنَّهُم فِى الحَربِ فَشَرِّد بِهِم مَن خَلفَهُم	الانفال،۸/۵۷	43

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

	لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ		
.28	وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ	الانفال:۸/۱	22
.29	إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ	التوبہ:۹/۳۶	136
.30	فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلوٰةَ وَءَاتَوُا الزَّكوٰةَ فَإِخْوَانُكُمْ	التوبہ:۹/۱۱	127
.31	الر ۚ كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرٰطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِينَ	ابراہیم:۱۴/۳	142, 143
.32	إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ	النحل:۱۶/۹۰	163
.33	فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِينَ نَارًا	الکھف:۱۸/۲۹	172
.34	وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعٰمِ ۗ	الحج:۲۲/۳۴	134
.35	وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ	النور:۲۴/۵۶	99
.36	تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِينَ ...	الفرقان:۲۵/۱	100
.37	وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا	الفرقان:۲۵/۶۳	30
.38	وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ	الفرقان:۲۵/۷۲	185
.39	ذٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الْبٰطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ	لقمان:۳۱/۳۰	91
.40	إِنَّ اللَّهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا	الاحزاب:۳۳/۵۶	105
.41	مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ	الاحزاب:۳۳/۴۰	102
نمبر	آیت	سورت: نمبر/آیت	صفحہ
.42	إِنَّا أَنشَأْنٰهُنَّ إِنشَاءً ـ فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا ـ عُرُبًا أَتْرَابًا	الواقعۃ:۳۵-۳۷	190

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

43.	وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ	فاطر:۳۵/۲۴	96
44.	وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ	الزمر:۳۹/۳۸	89
45.	لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ	الشوریٰ:۴۲/۱۱	90
46.	وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمُ	الشوریٰ:۴۲/۱۵	150
47.	وَإِذ صَرَفنا إِلَيكَ نَفَرًا مِنَ الجِنِّ يَستَمِعونَ القُرءانَ فَلَمّا حَضَروهُ قالوا أَنصِتوا	الاحقاف:۴۶/۲۹	113
48.	لا تَجِدُ قَومًا يُؤمِنونَ بِاللَّهِ وَاليَومِ الاخِرِ يُوادّونَ مَن حادَّ اللَّهَ وَرَسولَهُ	المجادلہ:۵۸/۲۲	186
49.	وَما ءاتىٰكُمُ الرَّسولُ فَخُذوهُ وَما نَهىٰكُم عَنهُ فَانتَهوا	الحشر:۵۹/ ۷	99, 114
50.	وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا وَٱتَّقُوا ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ	الحشر:۵۹/ ۷	148
51.	وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ	القلم:۶۸/۹	27
52.	لا تُحَرِّك بِهِ لِسانَكَ لِتَعجَلَ بِهِ	القیامۃ:۷۵/۱۶	113
53.	إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ	الکوثر:۱۰۸-۲	134

فہرست احادیث

نمبر	حدیث	کتاب حدیث	صفحہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

1.	آتي باب الجنة يوم القيامة	صحیح مسلم۔ رقم: ۴۸۵	164
2.	إن الله قد أبدلكم بهما خيرا منهما يوم الأضحى ويوم الفطر	سنن أبو داود۔ رقم: ۱۹۳۱	157
3.	إن رسول الله ! خطب الناس وعليه عمامة سوداء	صحیح مسلم۔ رقم: ۱۳۵۹	149
4.	أن رسول الله ﷺ قال: من أحب أن يبسط له في رزقه وينسأله في أثره فليصل رحمه	صحیح بخاری: ۵۹۸۶	152
5.	إن رسول الله! دخل مكة وقال قتيبة دخل يوم فتح مكة وعليه عمامة سوداء بغير إحرام	صحیح مسلم۔ رقم: ۱۳۵۸	148
6.	أن عائشة، لما تُوُفِّي سعد بن أبي وقاص قالت: ادخلوا به في المسجد حتى أصلي عليه، فأنكر ذلك عليها، فقالت: والله لقد صلى رسول الله ﷺ على ابني بيضاء في المسجد سهيل وأخيه	صحیح مسلم۔ رقم ۹۷۳ سنن ابن ماجہ: رقم ۱۵۱۸	121
7.	إن مثلي ومثل الأنبياء من قبلي، كمثل رجل بنى بيتا فأحسنه وأجمله إلا موضع لَبِنَةٍ من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويعجبون له ويقولون...	صحیح بخاری۔ رقم ۳۵۳۵	102
8.	إنك تأتي قومًا من أهل الكتاب، فادعهم إلى شهادة أن لا إله إلا الله وأني رسول الله، فإن هم أطاعوا لذلك، فأعلمهم أن الله تعالى افترض عليهم خمس صلوات في كل يوم وليلة	ریاض الصالحین۔ رقم ۱۰۷۷	86
9.	أنه قال: لا تمار أخاك ولا تمازحه	جامع ترمذی: ۳۵۹/۴	189
نمبر	**حدیث**	**کتاب حدیث**	**صفحہ**
10.	بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ	صحیح بخاری۔ رقم: ۸ صحیح مسلم۔ رقم: ۱۶	126

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

	الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ		
.11	رأيت النبي ﷺ يمسح على عمامته وخفيه	صحیح بخاری۔ رقم:۲۰۵	149
.12	عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال صلى الله عليه وسلم: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه	صحیح بخاری۔ رقم:۶۱۳۸	152
.13	عن أنس بن مالك قال قال رجل يا رسولَ الله! الرجلُ منا يلقى أخاه أوصديقه أَيَنْحَنِي له؟ قال: ((لا))، قال: فيلزمه وَيُقَبِّلُه قال: ((لا))، قال فيأخذُ بِيَدِهِ ويُصَافِحه، قال: ((نعم))	جامع ترمذی۔ رقم۸۲۸۲	147
.14	عن أنس بن مالك قال كان لأهل الجاهلية يومان في كل سنة يلعبون فيهما فلما قدم النبي ﷺ المدينة قال كان لكم يومان تلعبون فيهما وقد أبدلكم الله بهما غيرا منهما يوم الفطر ويوم الأضحى	سنن نسائی۔ رقم۱۵۵۶	125
.15	قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: يُؤْذِيْنِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهر وَأَنَا الدَّهْرُ، بِيَدِيَ الأَمْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ	سنن ابوداود۔ رقم:۵۲۷۴	169
.16	كان النبي يبعث إلى قومه خاصة وبعثت إلى الناس عامة	صحیح بخاری۔ رقم:۳۳۵	101
.17	كان كل نبي يبعث إلى قومه خاصة وبعثت إلى كل أحمر وأسود	صحیح مسلم۔ رقم ۵۲۱	101
.18	كانت امرأة إذا توفى زوجها دخلت حفشا ولبست شر ثيابها ولم تمس الطيب حتى تمر بها سنة.	صحیح بخاری۔ رقم:۵۰۲۴ صحیح مسلم۔ رقم:۱۴۸۹ سنن نسائی۔ رقم:۳۵۳۳	52
نمبر	حدیث	کتاب حدیث	صفحہ
.19	كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبى قالوا يارسول الله ومن يأبى قال: من أطاعني دخل الجنة ومن عصاني	صحیح بخاری۔ رقم۷۲۸۰	105

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

	فقد أبى		
.20	اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ	صحیح مسلم۔ رقم: ۵۸۸	117
.21	اللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، إِنَّهُ لا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ	جامع ترمذی۔ رقم: ۴۶۴ سنن نسائی۔ رقم: ۱۷۴۵	116
.22	لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ	صحیح بخاری۔ رقم ۵۱۰ صحیح مسلم۔ رقم ۱۱۳۲	111
.23	مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ: لاَ إِلٰهَ إِلَّا الله، ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذٰلِكَ إِلَّا دَخَلَ الجَنَّةَ قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ	صحیح بخاري۔ رقم:۵۸۲۶ صحیح مسلم۔ رقم: ۲۷۸	92
.24	مِفْتَاحُ الصَّلاةِ الطُّهُورُ وَ تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَ تَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ	سنن ابی داود۔ رقم:۶۱	112
.25	من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر	المعجم الاوسط۔ رقم:۳۳۷۲	108
.26	من صلى على الجنازة في المسجد فلا شيء له	مصنف عبد الرزاق ۵۶۷۷	122
.27	مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا الله دَخَلَ الْجَنَّةَ	سنن أبي داود۔ رقم:۳۱۲۹	93
نمبر	**حدیث**	**کتاب حدیث**	**صفحہ**
.28	واللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَن فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلاةِ والزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ المَالِ، واللهِ لو مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إلى	صحیح بخاري۔ رقم:۱۳۹۹	128

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

	رَسولِ اللهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُم عَلَى مَنْعِهَا		
29.	وإنه سيكون في أمتي ثلاثون كذابون، كلهم يزعم أنه نبي وأنا خاتم النبيين، لانبي بعدي	جامع ترمذی۔رقم ۲۲۱۹	102
30.	وعن نافع ابن عمر قال: "صلي على عمر في المسجد	الموطا۱/۲۳۰	122

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصادر مراجع

- القرآن کریم
- ابن القیم، الجوزی، الامام، مدارج السالکین، دارالقلم، دمشق، ۲۰۰۵ء
- ابن حنبل، امام احمد، مسند، داراحیاد التراث، العربی، ۱۹۹۴
- ابن خزیمہ، ابو بکر محمد بن اسحاق (223-311ھ)، الصحیح، بیروت، لبنان، المکتب الاسلامی، 1390ھ
- ابن قیم، اَبوعبداللہ محمد بن اَبی بکر ایوب الزرعی (691-751ھ)، زادلمعاد فی ھدی خیر العباد، بیروت ،لبنان، مؤسسۃ الرسالہ، 1407ھ
- ابن کثیر، اَبوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع البصری (701-774ھ)، تفسیر القرآن العظیم، بیروت، لبنان، دارلمعرفہ، 1400ھ
- ابن ماجہ، اَبوعبداللہ محمد بن یزید قروینی (309-273ھ)، السنن، بیروت، لبنان، دارالکتب العلمیہ، 1419ھ
- ابن منظور افریقی، اَبوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن ابی قاسم بن حبقہ افریقی المصری (630-711ھ)، لسان العرب، بیروت، لبنان، دارصادر
- ابو بکر عبدالرزاق بن ھمام بن نافع الحمیری، مصنف، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، طباع اولیٰ، ۱۴۰۳ھ
- اَبوداؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (202-275ھ)، السنن، بیروت، لبنان، دارلفکر، 1414ھ
- احمد بن حنبل، المسند، مترجم (مولانا ظفر اقبال)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۲۰۰
- امام ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، امام ابی بکر، مصنف ابن ابی شیبہ، مترجم: محمد اویس سرور، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور،
- امام مالک، مالک بن انس بن مالکؒ بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (-93 179ھ)، الموطا، بیروت، لبنان، داراحیاء التراث العربی، 1406ھ
- آرنلڈ جے. ٹائن بی، مطالعہ تاریخ، مترجم: غلام رسول مہر، ناشر: مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۴ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مترجم: شکیل الحق چشتی گولڑوی، پروگریس بکس
- بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن مغیرہ (194-256ھ)، الصحیح البخاری، بیروت، لبنان، دمشق، شام، دارالقلم، 1401ھ
- البغوی، حسین بن مسعود، شرح السنہ، المکتب الاسلامی
- بلیلاوی، عبدالحفیظ، مصباح اللغات، اسلامک اکادمی، لاہور، 1988ء
- بیہقی، أبو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ (374-457ھ)، شعب الإیمان، بیروت، لبنان، دارالکتب العلمیہ، 1410ھ
- ترمذی، ابی عیسی محمد بن عیسی، سنن ترمذی ۶۶۴ مصر، مصطفی البانی، الحلی، ۱۳۳۸ھ، الطبعہ الثانیہ
- ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، خصائل نبوی شمائل ترمذی، مترجم عبدالصمد ریولوی، انصار السنۃ پبلیکیشنز، لاہور
- تھانوی، اشرف علی، بیان القرآن، ایچ۔ایم، سعید، کمپنی، کراچی، ۱۳۵۳ھ
- جرجاني، عبداللہ بن عدي، أبو أحمد، الکامل في ضعفاء الرجال، دارالفکر، ۱۹۸۴ء
- جصاص، ابو بکر محمد احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، مطبعۃ الاوقاف الاسلامیہ
- جمیل جالبی، پاکستانی کلچر، مشتاق بک ڈپو، کراچی، ۱۹۶۴ء
- حسن، حسن ابراھیم، تاریخ الإسلام السیاسي والدیني و الثقافي والاجتماعي، مکتبة النهضة المصرية، القاهرة، ۱۹۳۵ء
- الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، التمیمی، ابو محمد، سنن الدارمي، انصار السنۃ پبلیشرز، لاہور
- رزّاقی، شاہد حسین، پاکستانی مسلمانوں کے رسوم ورواج، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہو
- سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، مکتبہ دانیال، کراچی، ۱۹۸۹ء
- سید ابوالاعلی مودودی، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۲ء
- سید قطب، فی ظلال القرآن، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، بدون سنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- الشوکانی: محمد بن علی، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، مکتبہ کلیات، از مصر، مصر ۱۹۷۸ء
- طبرانی، سلمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (260-360ھ)، المعجم الاوسط، ریاض، سعودی عرب، مکتبۃ المعارف، 1405ھ
- عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی، الامام، المصنف عبدالرزاق، مترجم: محمد محی الدین جہانگیر، شبیر برادر، زبیدہ سنٹر، اردو بازار لاہور
- عبدالرشید ارشد، آخری صلیبی جنگ، النور ٹرسٹ، جوہر آباد، ۲۰۰۰ء
- عسقلانی، ابوالفضل أحمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی (773-852ھ)، فتح الباری شرح صحیح البخاری، بیروت، لبنان، دارالمعرفۃ، 1379ھ
- فیروز الدین۔ فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، س۔ن
- القرطبی، محمد بن احمد (المتوفی: ۶۷۱ھ)، الجامع الاحکام القرآن، داراحیاء التراث، بیروت، ۱۹۶۴ء
- قزوینی، محمد بن یزید، ابوعبداللہ، سنن ابن ماجہ، دارالسلام، الریاض، 1998ء
- قطب شہید، سید، معالم فی الطریق، دارالشروق، بیروت، ۱۹۸۳ء
- مدنی، حافظ ثناء اللہ، فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، لاہور، دارالارشاد
- مسلم بن حجاج القشیری، الامام لمسلم (المتوفی: ۲۶۱ھ)، الجامع، صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی، بیروت
- ملا علی قاری، (م: ۱۰۱۶ھ)، مرقات المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، دارالفکر، بیروت، ۲۰۰۲ء
- نسائی، احمد بن شعیب، ابوعبدالرحمان، سنن النسائی، دارالسلام، الریاض، 1998ء
- نووی، محی الدین یحیی بن شرف، ریاض الصالحین، دارالاشاعت کراچی (س۔ن)
- ول ڈیورانٹ، انسانی تہذیب کا ارتقاء، مترجمہ: تنویر جہاں، فِکشن ہاؤس، ۱۸- مزنگ روڈ لاہور، ۱۹۹۳ء

رسائل وجرائد

- الرسالۃ القبرصیۃ: ۴۰، سماحۃ الإسلام، از حوفی: ۳۹ اور غیر المسلمین فی المجتمع الإسلامي
- رسالۃ في الزکاۃ از شیخ ابن باز: (11) رسالۃ زکاۃ العقار از شیخ بکر ابوزید
- روزنامہ نوائے وقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- ششماہی رشد، لاہور انسٹی ٹیوٹ فار سوشل سائنسز، لاہور
- ماہنامہ البلاغ، جلد ۵، شمارہ ۱۰، کراچی، دسمبر ۱۹۷۱ء
- ماہنامہ محدث، لاہور، انٹرویو، حافظ حسن مدنی، مدیر، بمقام علوم اسلامیہ شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور، ۲۴، اپریل، ۲۰۱۴ء
- ماہنامہ محدث، ۹۹-جے ماڈل ٹاؤن، نزد کلمہ چوک، لاہور، 54700 پاکستان
- ہفت روزہ "زندگی"، لاہور
- ہفت روزہ المنیر فیصل آباد رضاکار، لاہور؛ فاران، کراچی

English

- Arnold J, Toynbee, A Study of History, Abridgement by D.C. Somervell, 1947
- Clash of Civilization, P89-90
- Culture and History
- Dimitri Gutas, Greek Thought-Arabic Culture, The Graeco-Arabic translation movement in Baghdad and early Abbasid society, Routledge, London, 1999, p.185-188.
- Edward Saeed, Orientalism, P-203, New York, 1978.
- Encylopedia of Britannica, The Unifersity of Chiego, USA, 1986.
- Fyzze, Asaf, A, Islamic Culture, International Book House, Bombay, 1944
- International Islamic Colloquium Papers, University of the Punjab, Lahore, 1958
- Orned J. Tain, A Study of History, Vol-III
- Porf. Samuel P.Huntington, Clash of Civilization, P258, Simon & Schuster, New York, 1996
- Retrievedform:.
- Robert Briffault, The Making of Humanity
- Seandinaian, and Abortive Syriac, (A Study of History, 3/1)
- The abortive Far Western Christian, Abortive For Eastern Christian, Abortive

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

- The Encyclopedia of Philosophy
- The Evolution of Civilization
- The Military Balance 2000-2001, The International Institute for Strategic ،Studies, London, S.V. Relevant Countries .
- The Oxford English Dictionary
- Time, August, 23-30, 1974

Websites:

- http://www.historyworld.net/wrlhis/plaintexthistories.asp?historyid=ab59#ixzz0g5LYO77O
- https://dailyausaf.com/urdu-columns/news-202011-76877.html
- https://www.minhajbooks.com/urdu/book/The-Cultural-and-Civilizational-Import-of-the-Biography-of-the-Holy-Messenger-PBUH/read/txt/btid/1549/